محمد اکرام عاط

کرنل ہز ہائینس عالیجاہ فرزند دلپذیر دولت انگلیشیہ مخلص الدولہ ناصر الملک امیر الامراء نواب سر
سید محمد رضا علی خاں بہادر مستعد جنگ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ ڈی لٹ فرمانروائے ریاست رامپور

حقیقتِ رام پور

تاریخ قدیم، عہد حاضر، اور مستقبل

مرتبہ

مولوی محمد اکرام عالم صاحب بی۔ اے، علیگ، رئیس بدایوں

ایڈوکیٹ بریلی

سنہ ۱۹۴۰ء

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

قیمت عہ

اسٹیٹ انٹر کالج رامپور

فہرست مضامین

نمبر صفحات	مضمون	نمبر باب
۱۲	فوری اشاعت کا محرک واقعہ	
۱۵ تا ۳۹	**باب دوم:- رامپور کے تاریخی حالات**	۲
۱۶	روہیلوں کی آمد روہیل کھنڈ میں	
۱۷	داؤد خاں روہیلہ کی طاقت کا آغاز اور روہیلکھنڈ کی بنا	
۱۸	نواب سید علی محمد خاں بہادر	
۲۲	نواب سید علی محمد خاں بہادر کی وفات اور واقعات مابعد	
۲۴	موجودہ ریاست رام پور کی ابتداء بریلی و شاہ آباد میں	
۲۶	سرداران روہیل کھنڈ کی کارگزاریاں	
۲۹	جنگ بکسر اور مابعد	
۳۰	جنگ مابین شجاع الدولہ و حافظ الملک	
۳۲	رام پور دار الریاست قرار پایا نواب صاحب و شجاع الدولہ کے اقرارنامے	
۳۴		
۳۷	سلسلہ خاندان فرمانروایان ریاست رامپور	

نمبر صفحات	مضمون	

نمبر باب	مضمون	نمبر صفحات
	ڈریج	۱۷۸
	ہزہائی نس اور حکام اعلیٰ کے سوشل تعلقات رعایا سے	۱۷۸
	پروپیگنڈا	۱۷۹
۸	**باب ہشتم** - اصلاحات جدید	۱۸۱
	ہزہائی نس کا فوٹو ۱۹۳۶ء	۱۸۲
	فرمان مبارک	۱۸۴
	اصلاحات جدید کے بعد کرنل فشر پولیٹیکل ایجنٹ کی رائے	۱۹۲
	ترجمہ تبصرہ پایونیر	۱۹۴
۹	**باب نہم** - خاتمہ کتاب	۱۹۶
	ضمیمہ جات	
	ضمیمہ نمبر ۱ - فہرست اشخاص بیرونی جنہوں نے ریاست رامپور میں خدمات ممتاز انجام دیں	
	ضمیمہ نمبر ۲ - فہرست موجودہ ملازمان شیعہ	
	ضمیمہ نمبر ۳ - مقتدر حضرات کی رائے کتاب ہذا کے متعلق	
	تقریظ نواب صاحب چھتاری سابق گورنر صوبۂ یو-پی	
	تقریظ سر جوالا پرشاد سری واستو سابق گورنر یو-پی	
	"دو حرف" از مسٹر محمد آصف علی بیرسٹر ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا کانگریس	
	اقتباس دیگر آراء	
	نواب سر محمد یامین خاں - مولوی عبد السلام صاحب	

دیباچہ

ریاست رام پور کے متعلق مجھے اکثر محسوس ہوتا رہا ہے کہ حکومت اور رعایا کے ایک طبقہ کے مابین تعلقات خوشگوار نہیں ہیں اور بدگمانیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ میری دلی تمنا ہے کہ یہ باہمی بے اعتمادی و کشمکش رفع ہو جائے اور حکام و محکوم دونوں یک دل ہو کر اس اسلامی ریاست کو بام ترقی پر پہونچائیں جس تیز رفتاری سے فی الحال رامپور ترقی کر رہا ہے اوس میں رعایا کی طرف سے تائید ہونا چاہیئے اور حکومت کو رعایا پر بھروسہ ہو۔ ہر دوسرے تیسرے سال جو بدمزگی و بےچینی پیدا ہو جاتی ہے اوس کا خاتمہ ہونا چاہیئے۔ رام پور کو اگر دس بارہ سال سکون کے مل جائیں تو یقیناً یہ قابلِ نمونہ ریاست ہو جائے۔

رامپور کے بڑے بوڑھوں سے، علماء و مشائخ سے، شہر کے سربرآوردہ و مقتدر حضرات سے اور ارباب حکومت سے، میں مختلف مسائل پر گفتگو کرتا رہا اور اپنے خیالات مجتمع کرتا رہا اور سوچتا تھا کہ ان کو ضبط تحریر میں لاکر کبھی شائع کر دوں گا۔ خلاف توقع یک لخت بتاریخ

۱۹ر فروری ۱۹۳۹ء موضع رٹھونڈہ تحصیل ملک میں برٹش انڈیا کی سرحد کے قریب بلوہ ہوا جو بہ لحاظ نوعیت نرالا تھا۔ اس سے قبل بلوے شہر رامپور میں ہوئے تھے اور مقامی مسلمانوں تک محدود تھے۔ رٹھونڈہ کے بلوے کا تعلق مخصوص ہنود سے تھا اور وہ بھی دیہات کے۔ معاملہ مذہبی رنگ کا تھا اور ریاستی رعایا کے علاوہ باہر کے لوگ بھی اس میں تھے۔ حالات مابعد نے ظاہر کیا کہ بعض بیرونی غیر مسلم صاحبان نے معاملات رامپور میں دلچسپی شروع کی اور رامپور کے "سیاسی" گروہ سے ساز باز کرنا چاہا۔ اپنے گھر کے اندر شکوہ و شکایت سے کوئی بڑا حرج نہیں ہوتا مگر اس کو غیروں کے مقاصد کی تکمیل نہیں ہونی چاہیئے۔ برٹش انڈیا کے بعض اہل سیاست کا جو سلوک دیسی ریاستوں اور خصوصاً اسلامی ریاستوں سے ہو رہا ہے وہ تردد انگیز ہے۔ ریاست رامپور کے خلاف پروپیگنڈا پیشتر ہی سے ہو رہا ہے اور اکثر اوقات غیر واقعی حالات کی نشر و اشاعت کی جاتی ہے اور بسا اوقات ایک فریق دوسرے کو مورد الزام قرار دیتا ہے۔ ان حالات نے مجھے مجبور کیا کہ رامپور سے دیرینہ تعلقات رکھنے والے اور راعی اور رعایا دونوں کا ہمدرد ہونے کی حیثیت سے میں یہاں کے صحیح حالات شائع کردوں اور جو تجاویز میرے ذہن میں ہیں عرض کروں۔ چنانچہ ماہ اپریل ۱۹۳۹ء کی ایسٹر کی تعطیل تھا

میں نے یہہ مختصر تصنیف شروع کی اور جون کی تعطیل کلاں میں مکمل کرکے پریس میں دیدی طباعت کے دوران میں اگست ۱۹۳۹ء میں سب انسپکٹر جھرل سنگھہ کا مسجد میں داخلہ کا واقعہ پیش آیا جس پر بیحد شور و شغب ہوا۔ اس کا مفصل ذکر اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس ہنگامہ کے اثرات اکتوبر تک قائم رہے۔ اس دوران میں میں نے کتاب کا چھپنا بند رکھا اور جبکہ حالات معمولی صورت میں آگئے مسودہ میں کچھ اضافہ کرکے اِن ناچیز خیالات کو شائع کرتا ہوں۔

میں نے جملہ حالات و کیفیات حتی الامکان اپنے ضمیر کے موافق اور حقیقت کے مطابق لکھے ہیں اور اسی لیے اس کا نام:۔ "**حقیقت رام پور**" رکھا ہے۔ حکومتِ رام پور اور رعایائے رامپور دونوں کی فلاح و ترقی میرا مقصودِ دلی ہے۔ مجھے افسوس و ندامت ہے کہ باوجود میری انتہائی کوشش کے یہہ چھوٹی سی کتاب "غلط نامہ" کی علت سے بری نہیں رہی۔

۱۳۸ سول لائنس۔ بریلی
۷ر نومبر ۱۹۳۹ء

محمد اکرام عالم

باب اوّل

تالیف ہذا کے اسباب

صوبجات متحدہ کی واحد اسلامی ریاست

ہندوستان میں مسلمانوں کی عظمت وشوکت کا گہوارہ وہ حصہ ملک رہا ہی جس میں ایک طرف صوبۂ دہلی اور دوسری طرف صوبہ اودہ و اضلاع جون پور والہ آباد ہیں، یا اسی کو ذرا وسعت دیکر کل صوبۂ متحدہ آگرہ و اودھ اور صوبۂ دہلی کہہ سکتے ہیں۔ مسلمانوں نے فتوحات حاصل کرنے کے بعد دہلی آگرہ الہ آباد و لکھنؤ کو اپنا مستقر بنایا۔ مسلمانوں کے پرچم صدیوں تک یہاں لہراتے رہے اور جب تک کہ اندرونی نزاعات اور اخلاقی وجسمانی کمزوریوں نے مسلمانوں کی ماہیت نہیں بدلی اونھوں نے عجیب شان کے ساتھ حکومت کی۔ اسلامی تہذیب وتمدن کی ٹکسال آج بھی یہی خطہ ہی۔ اور قدرت نے اس خطہ کا قلب بہ لکھنؤ بنایا ہے۔ لیکن زمانہ یہاں تک بدل گیا کہ جس حصہ ملک میں ہر مسلم گھر میں حکمرانی کی جھلک نظر آتی تھی وہاں اہل اسلام حکومت سے بیدخل ہیں

اور معمولی رعایا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سارے صوبہ میں صرف ایک "دیسی ریاست" مسلمانوں کی ہے یعنی ریاست رامپور۔ لہذا قدرتی طور پر صوبجات متحدہ و دہلی کے مسلمان اس واحد اسلامی ریاست سے خاص وابستگی رکھتے ہیں۔

رامپور سے مسلمانوں کی دلچسپی کے وجوہ:- ۱۷۵۴ء سے ریاست رامپور قائم ہوئی جب سے مختلف طریقوں سے اسلامی تمدن و علوم و فنون کو اس ریاست نے ترقی دی اور اضلاع گرد و نواح سے تعلقات یگانگت قائم رکھکر سب کو اپنا حلقہ بگوش بنایا۔ ۱۸۵۷ء کے پر آشوب زمانہ میں نواب سید یوسف علی خاں بہادر ہی کی ذات تھی جس نے دوراندیشی سے کام لیکر بہت سے مسلمانوں کو انگریزوں کی مخالفت سے باز رکھا۔ اور روہیل کھنڈ کے کتنے ہی معزز خاندانوں کو تباہی سے بچا لیا۔ حالانکہ اکثر آلودہ بھی ہو گئے۔ غدر ۱۸۵۷ء سے قبل لکھنؤ کی شاہی ختم ہو چکی تھی۔ اور غدر نے سلطنت دہلی کا خاتمہ کر دیا۔ اکثر اہلِ علم و اہل فن کس مپرسی کی حالت میں تھے۔ رامپور ان حضرات کے لیے ملجا و ماوا ثابت ہوا اور نواب سید یوسف علی خاں بہادر و نواب سید کلب علی خاں بہادر نے مسلمانانِ صوبجات متحدہ کی وہ سرپرستی فرمائی کہ قیامت تک یاد رہیگی۔ مسلمانوں کا کوئی کام ہندوستان میں ہو یا ممالک اسلامیہ میں، رامپور کا دستِ سخاوت ہمیشہ نمایاں رہا ہے۔ جنگ روم و روس میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ مسلمان زخمیوں کی مدد کے لیئے رامپور

سے گیا۔ غدر کے بعد جامع مسجد دہلی کی مرمت کے لیئے بجائے چندۂ عام کیئے
جانے کے مبلغ ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ دربار رامپور نے عطا کیا۔ ایک نقرئی
زینہ مکہ معظمہ میں بنانے کے لیئے پچاسی ہزار روپیہ والی رامپور نے بھیجا اناطولیہ کے زلزلہ کے سانحہ پر پانچ ہزار روپیہ جیب خاص سے سرکار نے عطا
فرمایا۔ ہندوستان کے اندر مختلف شہروں میں رامپور کی فیاضی و ہمدردی اسلامی
کے بیّن ثبوت آج موجود ہیں۔ علی گڑھ، لکھنؤ، بریلی و مرادآباد و بدایوں و دیگر
مقامات کے کتنے مدرسے دربار رامپور کے رہین منت ہیں۔ مدرسۂ قادریہ
بدایوں۔ مدرسۂ شمس العلوم بدایوں۔ اسلامیہ ہائی اسکول بدایوں۔ اسلامیہ یتیم خانہ
روہیل کھنڈ واقع بریلی و انجمن اسلامیہ بریلی و اسلامیہ ہائی اسکول بریلی و اسلامیہ
گرلس اسکول بریلی مسلم ہائی اسکول مرادآباد اور کتنے ہی دیگر ادارات اضلاع
قرب وجوار میں ریاست رامپور سے مدد حاصل کرتے رہے۔

مثال کے طور پر چند اعداد و شمار جو میرے علم میں ہیں عرض کرتا ہوں
فرنگی محل لکھنؤ کو ...... سالانہ کی مستقل مدد ریاست سے ملتی ہے۔ مرادآباد کے
تین مدارس عربیہ کو دو ہزار سالانہ عطا ہوتا ہے۔ مرادآباد کے مسلم ہائی اسکول کو
بارہ سو روپیہ سالانہ اور بریلی کالج و اسلامیہ ہائی اسکول بریلی کو ...... روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ واضح رہے کہ بریلی کالج کی جدید عمارت جس آراضی
تعمیر ہوئی ہے وہ وسیع قطعات سرکار رامپور کے عطیہ ہیں۔ اور اسلامیہ ہائی اسکول

بریلی کو عمارت و آراضی مکمل عطا فرمائی گئی ہے۔ امروہہ کے مدارس عربی کو سات روپیہ سالانہ دیا جاتا ہے دیگر مقامات کے مدارس کو سالانہ یا یکمشت مدد ملتی ہے جس کی صحیح تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔ ایم اے او کالج و مسلم یونیورسٹی و محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی ہر ہر موقع پر رامپور نے مدد کی علیگڑھ میں علاوہ مختلف ادارات کے رامپور حامد حال سرکار رامپور کی فیاضی کی زندہ مثال موجود ہے۔ ہز ہائی نس نواب سر سید رضا علی خاں بہادر کی علمی دلچسپی و اسلامی رہبری اس حد تک پہونچ گئی کہ علی گڈھ چانسلری کے بعد جس پر ہز اگزالٹیڈ ہائی نس حضور نظام خلد اللہ ملکہ فائز ہیں مسلمانان ہند کے اختیار میں جو سب سے بڑا منصب ہو سکتا ہے یعنی مسلم یونیورسٹی کی پرو چانسلری۔ وہ باتفاق رائے سرکار کی خدمت میں پیش کی گئی۔ اور سرکار نے اسکو قبول فرماکر اس امر کا ثبوت دیا کہ آپ ہند اسلامی کی تعلیمات میں مسلمہ رہنما ہیں اور مسلمانوں کے مسلم الثبوت رہبر ہز ہائی نس سر آغا خاں کے قائم مقام ہیں۔ نواب صاحب رامپور کا انتخاب حضور کی ہر دلعزیزی کی دلیل واضح اور آپ کی سرداری قوم کا ثبوت مکمل ہے۔

غیر مسلمین سے والیان رامپور کا سلوک رامپور کے زیر بار کرم اور تہیں سے وابستگی رکھنے والے صرف مسلمان ہی نہیں ہیں بلکہ غیر مسلمین بھی کم مرہون منت نہیں ہیں مسلم و غیر مسلم کا امتیاز زمانہ جدید کے جذبات سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیئے برٹش انڈیا میں اسکی نشو و نما ہوئی اور ماشاء اللہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہے۔ دیسی ریاستیں اس بلا سے اتنا محفوظ تھیں لیکن وہاں بھی یہ مرض پہونچ رہا ہے۔ رامپور ہمیشہ سے فراخ دلی

کی عمدہ مثال پیش کرتا رہا ہے۔ جو ذیل کے چند واقعات سے عیاں ہے۔

سول لائینس بریلی میں وسیع قطعات آراضی جو آج کئی لاکھ روپیہ کی مالیت ہیں، ہز ہائینس نواب سید یوسف علی خاں بہادر نے میتھوڈسٹ امریکن مشن کو عطا فرمائے تاکہ مشن اپنے لیے ضروری مکانات تعمیر کرے اور لڑکوں ولڑکیوں کی تعلیم اور یتیموں کی پرورش کا انتظام کرے اور شفاخانہ قائم کرے۔ چنانچہ دیگر ادارات کے علاوہ زنانہ مشن ہسپتال بہترین اسٹاف کے ساتھ خدمت خلق اللہ کر رہا ہے اور اپنی نوعیت کا روہیل کھنڈ میں بے نظیر شفاخانہ ہے۔ جہاں عیسائی۔ ہندو مسلمان ہر مذہب وملت کی عورتیں نازک سے نازک تر امراض کا علاج کراتی ہیں۔ رام پور کی یہ خیر جاریہ غیر مسلمین کے ساتھ ۸۰ سال سے قائم ہے۔

اس سلسلہ میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ مشن نے قدرے معاہدہ شکنی کی یعنی حال میں اُن آراضیات میں سے کچھ حصے فروخت کرنا شروع کردیے ہیں۔ اور ہزارہا روپیہ قیمت وصول کرکے دوسروں کے حوالہ قطعات زمین کیے جارہے ہیں گویا جو شئے امورِ خیر کی انجام دہی کی غرض سے دی گئی تھی اور جو ایک طرح سے امانت (ٹرسٹ) تھی اُس کو قابل انتقال سمجھ لیا گیا۔

ہز ہائینس نواب سید حامد علی خاں بہادر جنت مکان نے بریلی کالج کی جدید عمارت کی غرض سے ایک لاکھ روپیہ سے زائد کی آراضی سول لائن میں اور وہ بھی کسی دور افتادہ حصہ میں نہیں بلکہ شہر سے بالکل متصل عطا فرمائی ہے

اور کالج کی وسیع عمارات اور پرنسپل و پروفیسروں کے بنگلے اور کھیل کھیلنے کے میدان وسبزہ زار سب رام پور کی بدولت موجود ہیں۔ اور ہندو عیسائی۔ سکھ، پارسی اور مسلمان ہر ملت کا طالب علم مستفید ہو رہا ہے۔ اسی بریلی کالج میں کتنے ہی وظیفے سرکار رام پور کی طرف سے ماہ بماہ حاجتمند طلبا کو دئے جاتے ہیں۔ یہ علمی فیاضی روہیل کھنڈ کے صدر مقام میں جاری وساری رہ کر رام پور کے نام کو روشن کر رہی ہے۔

ہز ہائنیس نواب سید رضا علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ اس قسم کی فیاضی میں اپنے اسلاف سے پیچھے نہیں رہے۔ آپ نے ہندو یونیورسٹی بنارس کو ایک لاکھ روپیہ نقد عطا فرمایا۔ اور ایک پروفیسری از نام رام پور چیئر قائم فرمائی جس کے لیئے ستنتے، چھ ہزار روپیہ سالانہ ریاست سے سرزمین کاشی کو جاتا ہے۔ بہہ دوامی مصارف ریاست برداشت کر رہی ہے۔ ریاست کے اندر اہل ہنود کے مدارس ومنادر و پاٹ شالاؤں کو ریاست سے وافر مدد ملتی ہے۔

مجھے رام پور دھرم سبھا کے جلسہ میں شرکت کا موقع ملا ہے اور وہ منظر بھی کس قدر دلچسپ معلوم ہوتا تھا کہ سرکار کی ہندو رعایا محبت و وفاداری میں ڈوبی ہوئی اپنے خیالات کو نظم ونثر میں ظاہر کر رہی تھی اور سرکار کے احسانات شمار کرائے جاتے تھے۔ رام پور میں ہندو ومسلم میں آج بھی حقیقی ہمدردی ومحبت موجود ہے۔

غرضکہ دربار رام پور کی فیاضی مصنوعی قیود وتنگ نظری سے پاک ہے اور

ہر لحظہ اور ہر موقع پہ زر پاشی کرتی ہے ؎

ترے مسجد میں واعظ خاص ہیں اوقاتِ رحمت کے
ہمارے میکدے میں رات دن رحمت برستی ہے

ہز ہائینس نواب سید رضا علی خاں بہادر نے ہندو یونیورسٹی کی امداد میں سبقت فرمائی اور ہز اکزالٹیڈ ہائینس حضور نظام نے وہی طریق عمل چند سال بعد ۱۹۳۳ء میں اختیار فرمایا اور ایک لاکھ روپیہ ہندو یونیورسٹی کو بخشا۔

ان والیان ملک کی فیاضی کی یہ عظیم الشان مثالیں۔ مسلمانوں کے قومی وقار میں بے انتہا اضافہ کر رہی ہیں۔ اور ان کی بدولت مسلم یونیورسٹی بطور استحقاق مطالبہ کر سکتی ہے کہ ہندو ریاستیں اُس کی وقتی و دائمی مدد کریں۔

رامپور سے مسلمانوں کو خاص توقعات

امن و صلح کے زمانہ میں مسلمین و غیر مسلمین کو جو فوائد ریاست سے پہونچ رہے ہیں ظاہر ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو کچھ خاص توقعات بھی ہیں۔ فی الحال ہندوستان میں دورِ انقلاب ہے۔ اور مسلمانانِ ہند پر خار میدان سے گزر رہے ہیں۔ ہندوستان سے باہر بھی عافیت سوز مواد جمع ہو رہا ہے اور صورتِ حالات میں ہر لحظہ نزاکت پیدا ہونے کا خطرہ ہے خدا وہ دن نہ لائے کہ ہندوستان میں سیاسی انقلاب کوئی نازک صورت اختیار کرے۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو مسلمانان صوبہ کا مرکز کہاں ہوگا۔ سارے صوبہ میں روہیل کھنڈ ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں تقریباً ہر شہر میں مسلم آبادی زیادہ ہے۔ تعلیم یافتہ اور ذی فہم لوگ

کثرت سے ہیں اور تمول واثر کے لحاظ سے نمایاں ہیں - پھر روہیل کھنڈ تقریباً وسط صوبہ میں ہے - فطری طور پر روہیل کھنڈ کو مرکزیت حاصل ہوگی اور روہیل کھنڈ میں جس مقام کو ایسے دور ابتلا میں خصوصی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے وہ رام پور ہے - حقیقی خطرہ کی حالت میں رام پور ہی سے مسلمانوں کو ہمت ہو سکتی ہے - ریاست کی منظم فوجیں اور پولیس - آلات حرب اور وسائل رسل و رسائل - قلعہ معلّے اور مستحکم و شاندار عمارات - باقاعدہ دفاتر و خزانہ اور سب سے بڑھکر رام پور کے بہادر پٹھان و سادات مسلمانان صوبجات متحدہ کی پشت و پناہ ہو سکتے ہیں - یہ توقعات رام پور کے علاوہ کسی مقام سے مسلمانان صوبہ کو نہیں ہو سکتیں -

رام پور کے متعلق مسلمانوں کا فرض

رام پور کو خود مختار مسلم ریاست قائم رکھنا اور اُس کے وقار میں فرق نہ آنے دینا ہر خوددار و دور اندیش مسلمان کا فرض ہے - یہہ سیاسی سیلاب جو ہندوستان کو گھیرے ہوئے ہے - اور جو مسلمانان ہند کو فنا کرنے پر اُمڈ رہا ہے - جس میں اکثریت و اقلیت کی منطق کے سامنے مسلمانوں کی ساری عظمت و رفعت تمام تواریخی امتیازات قدیمی روایات - زبان و تمدن جیسی عزیز دولتیں ختم ہو رہی ہیں - اور اغیار سمجھتے ہیں کہ وہ دن دور نہیں کہ اس ملک میں مسلمانوں کو اکثریت میں مدغم ہونا پڑے - یا ہریجن اقوام کی مثل دوسروں کے رحم و کرم پر زندہ رہیں - اِن حالات میں کون مسلمان ہے جو گوارا کریگا کہ صوبہ متحدہ کی واحد اسلامی ریاست اُسی پروپیگنڈے کی نذر

ہوجائے جس نے برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو قعر مذلت میں ڈال دیا اور جو اغیار کی طرف سے حیدرآباد ۔ بھوپال و بھاولپور وخیرپور وغیرہ ریاستوں میں رونما ہوتا رہتا ہے۔ ریاست حیدرآباد میں کئی برس تک آگ سلگانے کے بعد حال میں جو نجس و قابل نفرت طریقہ آریہ سماجیوں نے اختیار کیا ہے وہ ہماری آنکھیں کھولنے کو کافی ہے۔

ریاست کے خلاف پروپیگنڈا

کچھ عرصہ سے رام پور کے متعلق ریاست کے اندر اور باہر پریس میں ۔ اور پلیٹ فارم پر بہت کچھ کہا جا رہا ہے۔ رام پور کے خلاف تحریک خود ریاست کے اندر متواتر اس قدر نمایاں نہیں رہتی جتنی کہ رام پور سے باہر بریلی ۔ مرادآباد و دہلی میں نظر آتی ہے۔ ان مقامات پر ریاست رام پور کی ایسی بھیانک تصویر کھینچی جاتی ہے کہ حکومت رام پور سے خواہ مخواہ تنفر پیدا ہو۔ اس تحریک کے خلاف ریاست کی پبلسٹی ڈپارٹمنٹ کی تحریرات محض یک رخی ہوتی ہیں۔ اور بیرونی پبلک اُن کو حکومت کی طرفداری پر مبنی سمجھتی ہے۔ یہ کیفیت تو عرصہ سے تھی مگر اب ہندو مہاسبھا کی عنایت خاص نے نئی قسم کا پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ رام پور کی صحیح کیفیت سے پبلک کو مطلع کیا جائے۔ رام پور میں جو خوبیاں ہیں وہ ظاہر کی جائیں۔ جو نقائص ہیں اِن کو پردہ میں نہ رکھا جائے۔ اور حقیقی و ضروری اصلاحات کی طرف حکومت کو متوجہ کیا جائے۔

رام پور سے میری تعلقات اور ذرائع واقفیت

رام پور سے میرے تعلقات دیرینہ ہیں۔ وکالت سے قبل اپنی عملی زندگی کا ایک بہترین حصہ میں نے رام پور کی نذر کیا ہے سات سال تک میں نے اپنا وقت رام پور کی تعلیمی خدمت میں صرف کیا۔ اور کثیر التعداد رام پوری صاحبان میرے شاگرد موجود ہیں۔ جن کے اور میرے مابین خلوص و محبت کے تعلقات قائم ہیں۔ رام پور کے اکثر خاندانوں سے میری مراسم عزیزانہ ہیں۔ پھر بریلی میں ایڈوکیٹ ہونے کی حیثیت سے میری آمد و رفت رامپور میں بہ سلسلہ وکالت بہت رہتی ہے اس بنا پر مجھے ذاتی و عینی واقفیت یہاں کے حالات سے ہے۔ ریاست کے متعلق میری جو آزادرائے قائم ہوئی اُس کو قلمبند کرنا میں نے مناسب سمجھا۔ جس میں بعض باتیں حکومت کو ناگوار ہوں گی اور بعض رعایا کو اچھی نہیں معلوم ہوں گی۔

فوری اشاعت کا محرک واقعہ

مجھ جیسا مصروف آدمی جو صبح سے رات کے گیارہ بجے تک اپنے کار منصبی میں اس حد تک منہمک رہے کہ اپنی زمینداری اور ذاتی کاموں کو بھی نہ دیکھ سکے اُس کو اتنا وقت ملنا محال تھا کہ اپنے خیالات پریشان کو یکجائی کر کے کتاب کی صورت میں پبلک میں پیش کرے مگر موضع رٹھونڈہ تحصیل ملک ریاست رام پور کے واقعہ نے ہیجان پیدا کر دیا اور میری طبیعت نے تقاضا کیا کہ رامپور

کی حقیقی حالت کا انکشاف اپنی وقفیت کے بموجب کروں اور رامپوری مسلمانوں کو مخلصانہ مشورہ دوں اور اُن سے کچھ استدعا کروں۔

رٹھونڈہ میں پھاگن کے مہینہ میں اہلِ ہنود کا ایک میلہ ہوا کرتا ہے جس کے مصارف ریاست برداشت کیا کرتی ہے اور بڑے امن و اطمینان کے ساتھ میلہ کے سب کام ہو جایا کرتے تھے۔ امسال کچھ عرصہ سے خبریں گشت کر رہی تھیں کہ کانگریس والوں کے ایک خاص عنصر نے تحصیل ملک کے علاقہ میں اثر جمانا شروع کیا ہے لیکن ریاست کی ہندو رعایا کو حکومت رام پور سے کوئی وجہ شکایت ہو نہیں سکتی تھی لہذا کوئی خاص توجہ ان افواہوں پر نہیں کی گئی۔ میلہ میں یک لخت شہرت ہوگئی کہ مسلمانوں نے گائے ذبح کی ہے۔ پھر تو ہندوؤں کی وحشت اور غیض و غضب کی کوئی حد نہ تھی۔ مسلمان دوکان داروں پر حملے کئے گئے کانگریس کا جھنڈا اٹھایا گیا اور تحصیل و تھانہ کے واسطے جو خس پوش مکانات قائم کئے گئے تھے اُن کو خاکستر کر دیا گیا۔ اور ان سب حرکات میں زیادہ تر بیرونی لوگوں کا ہاتھ تھا۔ حکومت رامپور نے حالات پر فوراً قابو حاصل کر لیا۔ اور چند گرفتاریاں عمل میں آئیں اور غالباً مجرمین اپنی سزا کو پہونچینگے۔ رام پور کے ذمہ دار اہل الرائے اہلِ ہنود ان شورش کرنے والوں سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے اور اس حرکت کو بُرا سمجھ رہے ہیں۔ اور مسلمانانِ رام پور کی حمیت و غیرت قدرتاً جوش میں آ رہی ہے۔ یوں تو یہ واقعہ بجائے خود زیادہ تشویشناک نہیں ہے

لیکن خطرہ اس بات کا ہوتا ہے کہ ریاست رام پور میں ایک نئی قسم کی شورش کی ابتداء ہو جائے گی۔ اور مخالفین ریاست بعض بھولے بھالے رامپوریوں کو اپنی ابلہ فریبی کے جال میں پھانسیں گے۔ یہ وقت ہے کہ اہلِ رامپور کو اپنے حالات اور ریاست سے اپنے تعلقات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے تاکہ اپنے دوست نما دشمنوں سے گریز کریں۔ جن نامہربانوں نے ڈیڑھ ہزار میل کی دوری کے باوجود حیدرآباد کو نہیں بخشا وہ رامپور کو کب فروگذاشت کر سکتے ہیں لیکن حیدرآبادیوں نے ان اغیار کی دخل اندازی کا جواب کس عمدگی سے دیا ہے کہ اگر سرکار نظام ان کے استیصال میں کچھ تاخیر بھی فرمائینگے تو ہم معاملات کو اپنے ہاتھ میں لیکر اور سرکاری ناخوشنودی تاک گوارا کرکے ان شریروں کو شکست دیں گے۔ خدا کرے کہ اہلِ رام پور بھی اس معاملہ میں اہلِ حیدرآباد کی تقلید کریں اور کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ دیں کہ

فریاد دوستاں ہمہ از دست دشمن است ۔۔۔ فریاد سعدی از دل نامہربان دوست

مقدمات رہٹونڈہ کاانجام

مقدمات رہٹونڈہ آخرکار طے ہو گئے۔ جملہ ۱۳۰ کس ماخوذ ہوئے تھے لیکن ۱۶ ملزمین کا چالان ہوا، چونکہ بہت سے لوگوں کی شناخت کی کارروائی عرصہ تک ہوتی رہی اور تقریباً جملہ مجسٹریٹان کسی نہ کسی طریقہ سے اس کارروائی میں لے لیئے گئے مجبوراً ایک خاص عدالت آنریبل مسٹر جسٹس معین الدین کی اس مقدمہ کی سماعت کیواسطے قرار دی گئی ملزمان کی پیروی میں پلیسی ایڈوکیٹ جاتے تھے اور عرصہ تک مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی تین ملزمان بری کیئے گئے اور ایک شخص سوم ناتھ پر ایک آنہ جرمانہ اور تا برخاست عدالت سزائی قید کا حکم ہوا۔ اور بقیہ ملزمان کو مختلف میعاد کی سزائے قید سخت و جرمانہ اور بحالت عدم ادائے جرمانہ سزائے قید محض کا حکم ہوا۔ اور ایک شخص کو صرف قید محض اسکا اپیل ہائیکورٹ بینچ کے سامنے ہوا اور رائے عدالت ابتدائی بحال رکھی گئی۔ حکم اپیل کے خلاف منجانب ملزمان اپیل اجلاس ہمایوں میں دائر ہوا اور آنریبل مسٹر ہوری لال ورما سٹیٹ ایڈوکیٹ نے منجانب سرکار نگرانی کی ان مقدمات کا فیصلہ ہز ہائی نس نواب صاحب بہادر نے ۹ر نومبر ۱۹۳۶ء کو صادر فرمایا جسکی قلمی نقل ۲۰ صفحے کی میں نے پڑھی ہے۔ جو شخص اس تجویز کو نظر انصاف سے دیکھیگا وہ اعتراف کریگا کہ مجوز نے جملہ واقعات پر انتہائی غور و خوض فرما کر نہایت قانونی قابلیت اور عدل گستری سے کام لیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں عدالت العالیہ ہائیکورٹ و نیز عدالت ہائے ماتحت کی انجام دہی فرائض پر بھی تبصرہ فرمایا ہے۔ قانونی نکات کو

بڑی خوبی سے حل فرمایا ہے۔ اور ایک ہمدرد منتظم حکمران کو جس صورت سے معاملات پر توجہ کرنی چاہیئے کی ہے۔ یہ فیصلہ حقیقتاً اس قابل ہے کہ حکام ماتحت دستور العمل ہیں اکثر موقعوں پر اس کو پیش نظر رکھیں میں سرکار کی نیک نیتی اور انصاف پسندی کا میں ہمیشہ معترف رہا کرتا ہوں لیکن یہ فیصلہ ہر لحاظ سے قابل نمونہ تجویز ہے مسٹر آصف علی بیرسٹر دہلی نے منجانب ہندو بلوائیوں کے پیروی کی تھی اور مسٹر ہوری لال ورما اسٹیٹ ایڈوکیٹ نے منجانب سرکار کے وکالت کی سرکار نے صرف ایک منڈھی لال ملزم کو بری فرمایا اور بقیہ ملزمان کی سزائیں قایم رکھیں! البتہ جو قانونی غلطیاں حجان ہائی کورٹ سے ہو گئی تھیں انکی اصلاح فرما دی۔ کچھ عرصہ بعد سالگرہ سرکاری کے موقع پر جبکہ بہت سے قیدی چھوڑے جایا کرتے ہیں رہٹونڈہ کے قیدی رہا فرما دیئے گئے۔ اس طرح پر اس بلوہ اور بے چینی کا خاتمہ ہو گیا۔ بلوہ رہٹونڈہ سے حکومت رامپور کو کچھ سبق حاصل کرنا چاہیئے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اس ہنگامہ میں بیرونی آدمیوں کا ہاتھ زیادہ تھا۔ بلوہ کے ڈھائی ماہ قبل سے اس نواح میں برٹش انڈیا سے بعض ہندو خفیہ اور علانیہ جاتے رہتے تھے اور تنظیمی کارروائیاں کرتے رہتے تھے غالباً جنوری ۱۹۳۹ء کے آغاز میں مجھے کچھ اطلاعات ملی تھیں جو اندیشہ ناک تھیں وہ میں نے ذمہ دار اشخاص تک پہونچا دی تھیں۔ مگر اس وقت ان باتوں کو قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ بہرحال رہٹونڈہ کے واقعہ نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں اور آئندہ حالات شدید توجہ کے محتاج ہیں۔

باب دوم

رام پور کے تاریخی حالات

رام پور کے متعلق صحیح اندازہ کرنے کے لیئے ضروری ہو کہ اُس کی ابتدائی تاریخ بیان کی جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ آغاز ریاست کس طرح ہوا۔ اُس کا قیام کس طرح رہا اور نظام حکومت کیا ہونا چاہیئے۔ ان سب باتوں سے حقوق طلبی کے جائزہ میں بھی مدد ملے گی۔ میں نے رام پور کی چند تواریخ دیکھیں۔ لیکن جس قدر مواد یک جائی "اخبار الصنادید" میں پایا اوتنا کہیں نہیں ہو۔ اور چونکہ اُس کے مولف ایک رامپوری افغان ہیں اور کتاب بھی مقابلتہً حال کی طبع شدہ ہے اور اُس میں دیگر تواریخ کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ لہذا اس ضمن میں کتاب مذکور کے اقتباسات پر زیادہ تر انحصار کروں گا۔ ذیل میں "اخبار الصنادید" جلد اول و دوئم مصنفہ مولوی حکیم نجم الغنی خاں صاحب المتخلص بہ نجمی رام پوری مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۹۱۸ء کے انتخابات بحوالہ صفحہ و جلد ہیں۔

روہیلوں کی آمد روہیل کھنڈ میں

روہیلوں کے ورود کے متعلق نجمی صاحب جلد اول کے صفحہ ۵۸۵ و ۵۸۶ سے شروع فرما کر اس طرح رقمطراز ہیں :-

" شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب نے ۱۷۰۷ء میں وفات پائی۔ بعد ازاں سلطنت مغلیہ میں اضمحلال پیدا ہوا اور مختلف طاقتیں اقطاع ملک میں نمودار ہونے لگیں۔ اورنگ زیب کی حیات میں ایک صاحب افغانی النسل شاہ عالم خاں بہ سلسلۂ ملازمت کٹھیر (یعنی روہیل کھنڈ) میں آئے ہوئے تھے یہ حافظ رحمت خاں صاحب کے والد تھے۔ یہ ملک اُن کو موافق نہیں ہوا اور وہ واپس چلے گئے۔ انہوں نے ایک لڑکے کو جس کا نام داؤد خاں تھا متبنے کر لیا تھا۔ ۱۷۰۷ء میں داؤد خاں ہندوستان میں آئے۔ اُس وقت مقصود ملازمت تھی۔ مگر جب نوکری نہیں ملی تو شاہ عالم خاں کے دادا شہاب الدین خاں سے گھوڑوں کی تجارت کے حیلہ سے ایک ہزار روپیہ منگائے۔ اُن کو اجازت دی گئی تھی کہ دو سو روپیہ سے اپنا کام چلائیں اور بقیہ کی گھوڑیاں خرید کر بھیجدیں۔ داؤد خاں نے ہردوار کے میلہ سے سات سو روپیہ کی گھوڑیاں خرید لیں۔ دو گھوڑیاں شہاب الدین خاں کے پاس بھیجدیں اور باقی اپنے پاس رکھ لیں اور چند روہیلوں کو جو پیادہ پائی کی مصیبت میں گرفتار تھے اپنا شریک کار بنا کر گھوڑیاں اُن کے حوالہ کیں۔ اوسی زمانہ میں ایک ہندو گنگا کے

نہان کے لیئے ہردوار آیا ہوا تھا۔ رتھ اس کی سواری میں تھا اور چند سپاہی بھی اُس کے ہمراہ تھے۔ اُس کے کانوں میں مروارید کی بالیاں اور گردن میں طلائی طوق تھا۔ بازو پر طلائی بازوبند تھے۔ جس دن یہہ روہیلے ہردوار سے روانہ ہوئے وہ ہندو بھی بریلی کی طرف جو اوس کا وطن تھا چلا۔ تیسری منزل پر ایک جنگل میں جہاں بانس کثرت سے تھی پہونچے۔ اُس وقت اوس ہندو کے ہمراہی اسباب کے چھکڑوں کے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے۔ رتھ کے ساتھ صرف چھ سات آدمی تھے۔ داود خاں نے اُن سب کو گھیر کر تہہ تیغ کر ڈالا اور تمام زیور اُس کا اُتار لیا۔ ایک پٹاری اُس کے پاس رتھ میں رکھی ہوئی تھی جس میں نوسے اشرفیاں ایک تھیلی کے اندر موجود تھیں وہ بھی لے لیں۔ اوس کے تمام کپڑے بھی اُتار لیئے اور رتھ کے بیل لے لیئے اور جنگل میں گھس گئے۔" (۱۱۵ و ۱۱۶) اوس روز سے اِن لوگوں کی سکونت اوسی نواح میں رہی۔ اور ایک کچی گڑھی اپنے رہنے کے لیے اُس جنگل میں بنا لی جس کا نام "بن گڑھ" رکھا۔ بن گڑھ اب بشکل موضع ضلع **بدایوں** میں ہے۔

داؤد خاں روہیلہ کی طاقت کا آغاز اور روہیل کھنڈ کی بنا

مولوی نجم الغنی خاں صاحب نے صفحہ ۴۶ جلد اول میں ایک عنوان ان الفاظ کے ساتھ قائم کیا ہے:-

"داؤد خاں کا کٹھیر میں تاخت و تاراج شروع کرنا اور مال کے لیئے بندگان

خدا کے کلیجوں میں ہاتھ گھنگولنا" اور داؤد خاں کی کارگزاریوں کی تفصیل
یوں بیان کی ہے :- رفتہ رفتہ داؤد خاں کا نام ایسا چمکا کہ گردونواح کے زمیندار
وراجے اون سے مدد کے خواہاں ہونے لگے۔ ہم وطنوں سے بھی یہ حالات
پوشیدہ نہ رہے اور روہیلوں کی آمد بکثرت ہوئی۔ یہاں تک کہ ملک کٹھیر
روہیل کھنڈ بن گیا۔

نواب سید علی محمد خاں بہادر

داؤد خاں کا اثر واقتدار یوماً فیوماً ترقی کرتا جا رہا تھا
مگر دولت اولاد سے محرومی اون کے لیئے سخت مصیبت تھی۔ ایک دفعہ ایک سخت
جنگ پیش آئی جس میں داؤد خاں اور اُن کے ساتھیوں کو کامیابی ہوئی اور علاوہ
مال واسباب و مویشی کے کچھ انسان بھی فاتحین کے ہاتھ آئے۔ اُن میں ایک نہایت
شکیل و وجیہہ صاحبزادے بھی تھے۔ آج کل امریکہ جیسے مہذب ممالک تک میں
یہ وبا پھیلی ہوئی ہے اور ہندوستان کے مختلف مقامات خصوصاً سرحد پر یہ طریقہ
ہمیشہ سے جاری ہے کہ کسی شخص کو گرفتار کرلیا اور ایک رقم بیش بہا کا مطالبہ بطور معاوضہ
رہائی طلب کیا۔ نہ معلوم کہ اسی طریقہ پر یا کس طرح یہ صاحبزادہ جو سید زادہ تھے
داؤد خاں کے قبضہ میں آگئے۔ اُن کی اقبال مندی کا داؤد خاں پر یہ اثر ہوا کہ بطور
فرزند کے اُن کو پرورش کرنے لگے۔ ان صاحب زادہ کی پیدایش ۱۱۱۸ھ کی کہی
جاتی ہے۔ داؤد خاں نے مختلف رئیسوں اور زمینداروں، راجاؤں و نوابوں کے

یہاں نوکری کی، اور آخر کار ضلع بریلی میں قصبہ شاہی اور ضلع بدایوں میں پرگنہ ستاسی (جو مشتمل بر ستاسی دیہات ہے) اُن کو حاصل ہوئے۔

داؤد خاں نے راجہ کمایوں کے یہاں نوکری کرلی مگر راجہ کو ایک جنگ میں اُن کی نسبت غداری کا شبہ ہوا لہذا ۱۱۳۷ھ میں داؤد خاں کا کام تمام کردیا۔ ۱۱۳۹ھ میں داؤد خاں کی وفات کے بعد وہی صاحبزادہ جن کو داؤد خاں نے بطور فرزند کے پرورش کیا تھا اُن کی املاک کے مالک قرار پائے۔ جوہر و شجاعت و اقبال مندی اُن میں پیشتر سے موجود تھی اور داؤد خاں کی تربیت سے فن سپہگری میں مشق حاصل ہوگئی ان صاحبزادہ کا نام **سید محمد علی عرف سید علی محمد خاں تھا**۔ والد کا نام سید دلاور علی اور دادا کا نام سید یعقوب علی تھا اور حضرت زید شہید ابن حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے تھے۔ اخبار الصنادید جلد اوّل میں صفحہ ۹۰ لغایت ۹۴ میں پوری تفصیل موجود ہے۔

تیر اندازی اُس زمانہ کا خاص علم تھا۔ اُس کی تعلیم نواب سید علی محمد خاں صاحب کو **بدایوں** میں ایک باکمال سے حاصل ہوئی تھی" (۹۵)

داؤد خاں کی جانشینی ملتے ہی اس اقبال مند سید زادہ نے روہیلوں پر حکومت کرنا شروع کردی اور ابتداءً قصبہ **بسولی ضلع بدایوں** اپنا مسکن قرار دیا۔ علاوہ اپنی املاک کا انتظام کرنے کے نواب سید علی محمد خاں صاحب

دیگر والیان ملک کو مدد دیتے رہتے تھے ۔ نواب سید علی محمد خاں صاحب کی مدبرانہ کارروائیوں نے آپ کی ساکھ تمام کٹھیر میں قائم کر دی اور آپ کو شہنشاہ ہند کے وزیر اعظم سے بھی تعارف حاصل ہو گیا ۔ چنانچہ نواب صاحب نے ایک دانشور و ذی شعور آدمی کو اپنا وکیل بنا کر وزیر کے دربار میں بھیجا ۔ اُس کی کوشش سے نواب صاحب کو بہت سا علاقہ بطور اجارہ حاصل ہو گیا اور رفتہ رفتہ سید علی محمد خاں صاحب ایک مستقل خود مختار رئیس ہو گئے اور نواب وزیر کے خطوط میں رفعت و عوالی پناہ کے الفاظ سے مخاطب کئے گئے" (۱۵۱)

" نواب سید علی محمد خاں بہادر نے چار پانچ سو سپاہیوں کی جمعیت کے ساتھ آغاز کیا تھا ۔ لیکن اُن کو اس قدر عروج ہوا کہ پہاڑی علاقہ بھی کچھ فتح کر لیا اور علاقہ ۔ مراد آباد ۔ سنبھل ۔ بریلی ۔ پیلی بھیت ۔ بدایوں ۔ آنولہ میں بہت سا ملک اُن کے قبضہ میں آ گیا اور تیس چالیس ہزار افغان و روہیلے اُن کی سپاہ میں جمع ہو گئے اور محمد سعادت اللہ بدایونی کو تمام ریاست و ملک و افواج کا بخشی عام مقرر فرمایا اور خطاب بخشی الممالک محمد سعادت اللہ خاں بہادر کا دیا" (۱۵۱) ۔ اس وقت آنولہ دارالریاست تھا ۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی کو نواب سید علی محمد خاں بہادر سے ناراضگی پیدا ہو گئی چنانچہ بادشاہ خود گنگا عبور کر کے پرگنہ گنور آ پہونچے ۔ اُس وقت نواب سید علی محمد خاں نے آنولہ چھوڑ کر بن گڑھ یوسف نگر میں پناہ لی ، یہ قلعہ پرگنہ بدایوں میں تھا" (۱۵۲)

"نواب سید علی محمد خاں کو ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا یعنی روہیل کھنڈ کے تمام علما و فضلا نے فتویٰ دے دیا کہ جو کوئی بادشاہ سے مقابلہ کرے اُس کو دین و دنیا دونوں میں خسارہ اور بدنامی ہے۔ اس بات کے مشہور ہونے سے نواب کے تمام ہندوستانی نوکر اور بعض روہیلے بھی ساتھ چھوڑ بیٹھے" (۱۵۳)

"۱۱۵۸ھ میں نواب علی محمد خاں بہادر نے بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی۔ اور جن جن لوگوں کی جاگیریں نواب نے لے لی تھیں۔ واپس دے دی گئیں" (۱۶۴ و ۱۶۵)

"نواب سید علی محمد خاں روہیل کھنڈ سے بیدخل ہو کر دہلی رہنے لگے اور روہیلوں کو اُن تک رسائی نہیں ہو سکتی تھی۔ آخر کار نواب سید علی محمد خاں سرہند کی چکلہ داری پر مامور کیے گئے۔ اور اون کے دو صاحبزادے سید محمد فیض اللہ خاں اور سید محمد عبداللہ خاں بطور ضمانت دہلی رکھے گئے" (۱۶۷)

"۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ء میں جب احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر چڑھائی کی تو محمد شاہ کو اندیشہ ہوا کہ مبادا نواب سید علی محمد خاں احمد شاہ سے موافقت کر لیں لہٰذا اُن کو روہیل کھنڈ واپس بھیجا۔ اُن کے پسران سید عبداللہ خاں و سید فیض اللہ خاں کو سرہند بھیج دیا۔ اور روہیلکھنڈ کو

نواب سیّد علی محمد خاں نے پھر مطیع کر لیا۔" (۱۸۰/۱)

بدایوں پر بھی نواب سید علی محمد خاں نے قبضہ کر لیا۔ (۱۸۱/۱)۔

۱۱۶۱ھ میں محمد شاہ بادشاہ ہندوستان فوت ہوئے اور اُن کے بیٹے احمد شاہ جانشین ہوئے (بعد ازاں ایک جنگ میں) احمد شاہ درانی کو شکست ہوئی مگر وہ اپنے ہمراہ سید عبداللہ خاں و سید فیض اللہ خاں کو قندھار لے گیا۔ (۱۸۲/۱)۔

دہلی اور سرہند سے مکرر روہیل کھنڈ آنے کے بعد نواب سید علی محمد خاں نے حافظ رحمت خاں سے بہت مدد پائی۔ حافظ صاحب نواب صاحب کی طرف سے مہمات پر جاتے تھے۔ (۱۸۳-۱۸۴/۱) صفدر جنگ وزیر سلطنت احمد شاہ ابن محمد شاہ بادشاہ دہلی ہوئے۔ اُنھوں نے حکومت روہیل کھنڈ کی منظوری کا حکم بنام نواب سید علی محمد خاں جاری کرا دیا (۱۸۵/۱) اور نواب صاحب موصوف کی ریاست حکومت ہند نے تسلیم کر لی۔

نواب سیّد علی محمد خاں بہادر کی وفات اور واقعات مابعد

نواب سید علی محمد خاں کو اپنے ملک روہیل کھنڈ پر مکرر قبضہ کئے ہوئے ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ مرض استسقا میں مبتلا ہو گئے۔ اُن کے دو بیٹے سید عبداللہ خاں

و سید فیض اللہ خاں قندھار میں تھے۔ اُنھوں نے اپنے تیسرے بیٹے سید سعد اللہ خاں کو جن کا سن تقریباً دس سال کا تھا اپنا قائم مقام بنایا۔ حافظ رحمت خاں کو تمام ملک کا نگران اور سید سعد اللہ خاں کو مدار المہام بنایا اور دوندے خاں (برادر عم زاد حافظ رحمت خاں) کو تمام فوج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا اور دیگر افسران کو مشیر قرار دیکر فرمایا کہ سید عبد اللہ خاں و سید فیض اللہ خاں کی واپسی تک سید سعد اللہ خاں حکمراں رہیں۔ تمام افسروں سے ایمانداری اور نمک حلالی کا حلف لیا۔ اور اسی طرح ہر سپاہی سے بھی (۱۸۷ - ۱۸۸ / ۱)

۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء میں نواب سید علی محمد خاں کا آنولہ میں انتقال ہوا۔ وہیں مقبرہ موجود ہے۔ چوالیس ۴۴ سال کی عمر پائی۔ ۱۴ سال کی عمر سے ملک گیری میں مصروف ہوئے اور تیس ۳۰ سال تک سرداری کی (۱۸۹ / ۱)۔ اُسی سال نواب قائم خاں بنگش والیٔ فرخ آباد نے فوج کشی کی اور موضع دنوری رسول پور پر (جو بدایوں سے چار میل کے فاصلہ پر ہے) نواب سید سعد اللہ خاں کی فوج سے جنگ ہوئی جس میں نواب قائم خاں مارے گئے اور نواب سید سعد اللہ خاں کی حکومت میں بدایوں اور سہسوان، اوجھیانی، اسلام گنج، جلال آباد وغیرہ آ گئے (۲۰۹ - ۲۱۲ / ۱) اس جنگ سے نواب سید سعد اللہ خاں کی شہرت تمام ہندوستان میں دور دور پہونچ گئی اور اُن کے دمامہ سے سارا ہندوستان گونج اُٹھا۔ چنانچہ حافظ الملک نے پہلی بیعت سے ترقی

میں ترائی کے ملک پر تسلط کرنا شروع کیا اور شیخ کبیر کو پرگنات سنبھا و کھیڑا گڑھ وغیرہ پر قبضہ کرنے کو روانہ کیا۔ شیخ کبیر وہاں کی فتح سے فارغ ہو کر بجولیا، درما پو سنگلیا کی فتح کو روانہ ہوئے اور ان سب کو فتح کر کے ملہوا زہ و لچھائی کو بھی فتح کر لیا۔ (۲۱۸-۲۲۰)۔

نواب سید علی محمد خاں کے انتقال کے تین سال بعد سید عبداللہ خاں و سید فیض اللہ خاں قندھار سے روہیل کھنڈ آ گئے۔ (۲۷۷)

موجودہ ریاست رام پور کی ابتدا بریلی و شاہ آباد میں

نواب سید علی محمد خاں کے بیٹوں میں نا چاقی ہوئی اور ان کی ریاست اس طرح پر تقسیم کی گئی۔ یہ تقسیم ۱۷۵۴ء میں عمل میں آئی:۔ ۲۸۴

نواب سید علی محمد خاں بہادر

سید عبداللہ خاں	سید فیض اللہ خاں	سید سعد اللہ خاں	دو یا تین دیگر پسران
(اوجھیانی سہسوان وغیرہ)	(رام پور و شاہ آباد وغیرہ)	(ان تمام بھائیوں کو چند غیر معروف پرگنے دیئے گئے)	

اس تقسیم کی رو سے ۱۷۵۴ء میں ریاست رام پور کی بنیاد پڑی اور نواب سید

فیض اللہ خاں بہادر پہلے حکمراں ہوئے۔

"اس تقسیم کے بعد حافظ رحمت خاں اور دوندے خاں وغیرہ نے نواب سید سعد اللہ خاں کو بوجہ عنفوان شباب کھیل کود اور مرغ بازی و کبوتر بازی میں چھوڑ کر باقی ملک کی یہ صورت کی کہ اہرات وغیرہ سردار خاں بخشی فوج کے سپرد کیا۔ انہت اور بدایوں اور آنولہ فتح خاں خانسامان کو ملا۔ مرادآباد، بجنور، سنبھل، امروہہ کاشی پور، ٹھاکر دوارہ، حافظ رحمت خاں کے چچازاد بھائی دوندے خاں کے قبضہ میں دیا گیا۔ اور راجپورہ (رجپورہ) اسد پور، اسلام نگر، بسولی وستاہی ضلع بدایوں بھی دوندے خاں کو تفویض کیے گئے۔ اور سلیم پور پرگنہ اس ضلع میں سے حافظ رحمت خاں نے اپنی ذات خاص کے واسطے رکھا۔ سردار خاں بخشی کو کوٹ بھی ملا تھا۔ ضلع بریلی تمام و کمال و ضلع شاہجہانپور اور دیگر اضلاع میں تھوڑے تھوڑے حصے حافظ رحمت خاں کے تصرف میں آئے۔ آنولہ کے متعلق اختلاف ہے بعض مورخین کہتے ہیں کہ نواب سید سعد اللہ خاں کے پاس رہا بعض کہتے ہیں کہ سردار خاں بخشی کے حوالہ ہوا، واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ برائے نام نواب سید سعد اللہ خاں کے حصہ میں آیا اور حقیقتاً سردار خاں کے قبضہ میں رہا یہ سرداران اپنے ولی نعمت کے حق سے چشم پوشی کر کے تین صاحبزادوں کو اس طرح بے نصیب چھوڑ کر تمام ملک پر آپ قابض ہو گئے۔" (۲۸۵، ۲۸۶)

ان صاحبان کے دارالحکومت حسب ذیل قایم ہوئے:-

(۱) دوندے خاں قلعہ بسولی (۲) سردار خاں قلعہ آنولہ (۳) نواب سید عبداللہ خاں اوجھیانی (۴) فتح خاں قلعہ اوسہت (۵) حافظ رحمت خاں قلعہ بریلی و نیز پیلی بھیت (۶) نواب سید فیض اللہ خاں ابتداً بریلی بعدازاں شاہ آباد۔

ابتداً نواب سید فیض اللہ خاں نے اپنے رہنے کے لیئے بریلی میں قلعہ کے پاس دروازہ کے برابر عمارات تیار کرائیں۔ مگر حافظ رحمت خاں کے بیٹوں کی حرکات نے ملول کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک روز نواب سید فیض اللہ خاں کے دروازہ پر حسب معمول نوبت بج رہی تھی۔ عنایت خاں بن حافظ رحمت خاں کی سواری اُدھر سے نکلی، عنایت خاں نے سواری روک کر کہا کہ یہاں نوبت بجنے کی کیا وجہ ہے۔ "دو پادشاہ در اقلیمے نہ گنجند" نوبت بند کرکے نقاروں کو پھوڑ ڈالا (۱۱۸۴ھ)

مولوی نجم الغنی خاں صاحب فرماتے ہیں کہ "نواب سید فیض اللہ خاں بریلی کی سکونت ترک کرکے شاہ آباد چلے گئے۔ دیکھو خدا کی قدرت یہ سب ملک و مال نواب سید علی محمد خاں کا ہے اُن کے فرزند اُس کے مستحق تھے اور فرزندوں میں نواب سید فیض اللہ خاں سا بے مثل آدمی موجود تھا جس کا مماثل انڈیا میں آجتک ملنا دشوار ہے۔ مگر وہی لوگ جو نواب مرحوم کی رکاب میں رہ کر افلاس کے گڑھے سے نکل کر عزت کے زینہ پر چڑھے تھے۔ کیا کیا گل کھلانے لگے۔ مگر زمانے نے سب کی کارگاہیں مٹا کر چھوڑیں اور نواب سید فیض اللہ خاں کی بارگاہ

اب تک بھی نہایت شان و شوکت سے موجود ہے۔ یہ نیت کا اور حسن اعمال کا نتیجہ ہے" (۲۸۸-۲۸۹)

سرداران روہیل کھنڈ کی کارگزاریاں!

نواب شجاع الدولہ جانشین نواب صفدر جنگ نے نواب سید سعد اللہ خاں سے دوستی اور دستار بندی کی خواہش کی۔ جس کی بابت اخبار الصنادید میں اس طرح لکھا ہے:

"نواب شجاع الدولہ نے اپنی دستار سربستہ نواب سید سعد اللہ خاں کو بھجوائی اور اُن کی دستار سربستہ آپ منگوائی۔ تمام ہندوستان میں یہہ بات مشہور ہوگئی کہ یہ دونوں رئیس باہم دستار بدل بھائی ہیں اور ایک دوسرے کے حال میں شریک ہیں" (۲۹۵)۔ اسی مضمون کو تاریخ "فرح بخش" میں بیان کیا گیا ہے۔

"جب ۵۷ء میں نواب میر جعفر علی خاں کو انگریزوں نے مرشد آباد میں مسند ریاست پہ بٹھایا تو اُنھوں نے بہت سے تحفے جن میں ہاتھی اور ابلق ٹانگن اور سفید کپڑے اور ناگ کیسر کا عطر اور ڈھالیں اور فرنگستان کی بہت عمدہ عمدہ چیزیں تھیں۔ نواب سید سعد اللہ خاں کے پاس میر علی خاں کی معرفت روانہ کئے اور بڑی محبت و اشتیاق کے پیام بھیجکر دوستی کی استدعا کی۔ یہاں سے بھی اسپان عربی عراقی و ایرانی و تازی و پنجابی و پشمینہ کشمیر و پیش قبض اور ولایتی چھرے وغیرہ

تحائف بھیجے۔ نواب سید جعفر علی خاں ان تحفوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ناگرمئی اور بے پور وغیرہ کچھ گاؤں عظیم آباد کے علاقہ میں بادشاہ ہند نے نواب سید سعد اللہ خاں کو بلا مزاحمت چھوڑ دیئے"۔ (۳۰۲) "۱۷۶۰ء میں انگریزوں نے میر جعفر علی خاں کو معزول کر کے ان کے داماد میر قاسم کو صوبجات اڑیسہ اور بنگالہ اور عظیم آباد کی ریاست پر مرشد آباد میں مسند نشین کیا تو انھوں نے بھی نواب سید سعد اللہ خاں کے ساتھ دوستی کی راہ و رسم جاری رکھی اور ہاتھی وغیرہ تحفے نواب موصوف کی خدمت میں بھیجے"۔ (۳۰۳)

"۱۱۷۱ھ میں سندھیا مرہٹے دکن سے بالائی ہند میں آئے اور انھوں نے یہ چاہا کہ تمام ہندوستان کو مسخر کر لیں۔ ۱۱۷۲ھ میں جمنا کو عبور کر کے نجیب الدولہ پر چڑھائی کی۔ نواب سید سعد اللہ خاں، نواب سید فیض اللہ خاں، حافظ رحمت خاں دوندے خاں وغیرہ، نجیب الدولہ کی مدد کے لئے روانہ ہوئے اور نواب سید سعد اللہ خاں نے میر غلام رسول کو شجاع الدولہ کے پاس بھیجا کہ وہ بھی مدد کریں"۔ (۳۰۷) اس سے پہلے "شجاع الدولہ نے دانائی کر کے نواب سید سعد اللہ خاں سے پگڑی بدل کر حافظ رحمت خاں اور دوندے خاں اور بخشی سردار خاں اور فتح خاں خانساماں کو متفق کر کے دشمن کے شر سے نجات پائی تھی لہٰذا شجاع الدولہ اوائل ۱۱۷۳ھ میں تیس ہزار سوار کے ساتھ بڑی بڑی منزلیں طے کر کے نواب سید سعد اللہ خاں کی مدد کو پہونچ گئے"۔ (۳۱۰)۔

"مرہٹوں نے شجاع الدولہ اور روہیلوں سے آشتی کی شرطیں پیش کیں اور اُن شرطوں کے موافق باہم صلح ہوئی اور مرہٹے ۱۷۷۵ء میں بالکل اس ملک سے چلے گئے..... نواب سید سعد اللہ خاں، نواب سید فیض اللہ خاں، نجیب الدولہ حافظ رحمت خاں، بخشی سردار خاں اور فتح خاں نے شجاع الدولہ کے سامنے کشتیاں کپڑوں اور جواہر کی اور ہاتھی گھوڑے اور زر نقد پیش کیا اور شجاع الدولہ کو رخصت کر دیا" (۳۱۲/۱)۔

جنگ بکسر و مابعد

اکتوبر ۱۷۶۴ء میں بکسر میں انگریزی فوج اور شجاع الدولہ کے درمیان جنگ ہوئی شجاع الدولہ نے شکست پائی اور وہ لکھنؤ بھاگ گئے۔ "اُن کو اس شکست کے بعد اپنے ملک پر اتنا اطمینان نہ تھا کہ وہ اپنے اہل و عیال اور دولت کو یہاں رکھتے اس لیئے ان سب کو بریلی بھجوا دیا۔ (۳۶۵/۱) عجیب اتفاق یہ ہے کہ بکسر کی شکست کے بعد میر قاسم علی خاں نے بھی روہیل کھنڈ میں پناہ لی تھی"۔ (۳۶۶/۱)۔

۱۱۸۵ھ میں سیندھیا اور ہولکر مرہٹے روہیل کھنڈ میں گھس آئے اور ۱۱۸۶ھ میں اُن کی ایک رجمنٹ نے گنگا اُتر کے احمد خاں کی فوج پر حملہ کیا۔ احمد خاں بنگش نے حافظ رحمت خاں سے مدد طلب کی۔ دونوں کی متحدہ فوجوں سے ایک دن بھر لڑائی ہوئی جس میں سپاہ روہیلہ بہت زخمی ہوئی اور

ماری گئی - چنانچہ احمد خاں مرہٹوں کے کیمپ میں چلے گئے اور مرہٹوں نے اُن کا تمام مال و اسباب اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ ضبط کر لیئے اور اطمینان سے ساتھ اس علاقہ میں پھرنے لگے - حافظ رحمت خاں نے شجاع الدولہ سے مدد طلب کی - اس کے جواب میں شجاع الدولہ روہیلوں کی مدد کے لیے آپہونچے انوپ شہر کے پاس رحمت خاں اور شجاع الدولہ کی ملاقات ہوئی "عماد السعادت" میں لکھا ہے کہ سفر میں نواب شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں دونوں کے ہاتھی برابر رہتے تھے اور حافظ رحمت خاں نواب شجاع الدولہ کو نواب سلامت کہکر خطاب کرتے تھے اور نواب شجاع الدولہ اُن کو حافظ جیو کہتے تھے - (۳-۲۵۲ ۴۴-۲۷۲)-

جنگ مابین شجاع الدولہ و حافظ الملک

" شجاع الدولہ نے انگریزوں سے صلح کر لی تھی مگر بکسر کی شکست کا داغ دل سے نہیں مٹا تھا - اس لیئے خفیہ طور پر فوج کی نگہداشت شروع کی تاکہ فوج مرتب کر کے انگریزوں سے پھر لڑیں - اپنے دوستوں کو اس راز سے آگاہ کرنا چاہا - ایک خط حافظ رحمت خاں کے نام بھی بھیجا جس پر شجاع الدولہ کے منشی کے سہو سے یا انتہائی خیرخواہی کی وجہ سے تاریخ لکھی رہ گئی تھی - حافظ رحمت خاں نے وہ خریطہ اپنے خریطہ میں ملفوف کر کے گورنر جنرل کو بھیج دیا اور نواب سید فیض اللہ خاں بہادر نے من و عن حافظ

رحمت خاں کی نیت فاسد سے ایک سفیر معتمد کے ذریعہ سے شجاع الدولہ کو اطلاع دی گئی۔" (۴۰۲)

"نواب سید فیض اللہ خاں اور صاحب زادہ سید محمد یار خاں ان احسان فراموش سردار زادوں کی حرکات سے بیدل ہو رہے تھے۔ انھوں نے ان کے باپ کے ملک پر قبضہ کر لیا تھا اور اس بات کے روادار نہ تھے کہ ان آقا زادوں کو بھی کچھ ہماری طرف سے پہونچے" (۴۷۹)۔ ۱۷۷۴ء میں شجاع الدولہ نے اپنے دوست انگریزوں کی مدد سے روہیل کھنڈ پر چڑھائی کی اور محب اللہ خاں و فتح اللہ خاں و احمد خاں بخشی اور محتشم خاں اور دوسرے سرداروں کی تائید حاصل کی جو حافظ رحمت خاں سے بدظن ہو کر شجاع الدولہ کے خیر اندیش ہو گئے تھے۔ کیونکہ روہیل کھنڈ کے سردار حافظ صاحب سے بددل رہتے تھے اور "باطناً یہ چاہتے تھے کہ حافظ صاحب مارے جائیں کیونکہ وہ ہمارے استیصال کے درپے ہیں جب قابو پائیں گے تو ہمارے حق میں کسی برائی سے کوتاہی نہ کریں گے۔ اُن کے فتح یاب ہونے میں عین ہماری ہزیمت ہے" (۴۸۷ و ۴۸۸)۔ "ان سب سرداروں نے اتفاق کر لیا تھا کہ حافظ صاحب کے حکم کی تعمیل نہ کرنی چاہیئے اگر وہ سختی کریں تو لڑنا چاہیئے" (۴۹۰)

صاحب اخبار الصنادید فرماتے ہیں کہ "حافظ الملک شطرنج زمانہ کے سیکھے چال نہ تھے ...... نواب سید فیض اللہ خاں نے اُن کو صلاح دی کہ نواب

شجاع الدولہ سے نہ بگاڑنا چاہیئے۔ بڑی بھاری فوج کے ساتھ آئے ہیں اُن سے صلح کر لینی چاہیئے۔ مگر حافظ صاحب نے کہا کہ میرے پاس روپیہ کہاں ہے جو میں صلح کر لوں"۔ (۴۹۹)۔ حافظ الملک نے ایک تمسک تعدادی چالیس لاکھ روپیہ بحق نواب شجاع الدولہ لکھا تھا اور باوجود مکرر وعدوں کے اُس کو ادا نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ شجاع الدولہ کی زیادہ ناراضگی کی تھی۔ علاوہ برین شجاع الدولہ کے ایک راز کو اور وہ بھی غلط تاریخ تحریر کرکے شجاع الدولہ کے خلاف انگریزوں کو برانگیختہ کر دیا تھا۔ حافظ الملک کی شکست کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ اُن کی فوج کا ایک رکن احمد خاں پسر سردار خاں شجاع الدولہ سے ملا تھا۔ وہ بغیر لڑے بھڑے بھاگ گئے کا غلغلہ لشکر میں ڈال کر بھاگ نکلا تاکہ روہیلوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑنے لگیں۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہی پٹھان جوق جوق بغیر تحقیق و تفتیش بھاگ نکلے۔ یہاں تک کہ حافظ صاحب کے ساتھ بہت تھوڑی فوج رہ گئی۔ (۵۰۰)

" خود حافظ صاحب کے بیٹے یعنی محبت خاں، حافظ محمد یار خاں، محمد دیدار خاں، اللہ یار خاں اور عظمت خاں جب کہ تمام ہمراہی بھاگ نکلے تو یہ بھی میدان سے بھاگ گئے اور پیلی بھیت کی طرف چلے گئے۔ آخر کار حافظ الملک کا خاتمہ کر دیا گیا اور اُن کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ (۵۰۲)

" شجاع الدولہ نے پالکی خاصہ بھیج کر حافظ صاحب کی لاش میدان سے

منگاکر اس کے ساتھ سلو اکر عزیز خاں رسالہ دار کے ہمراہ بریلی کو روانہ کیا" (۵۰۵/۱)۔

رام پور دار الریاست قرار پایا

حافظ رحمت خاں کی شکست کے بعد نواب سید فیض اللہ صاحب رامپور ہوتے ہوئے پہاڑ کی طرف بمقام لالڈانگ چلے گئے تھے:

حافظ رحمت خان کی شکست و وفات کے بعد نواب شجاع الدولہ نے لالڈانگ کی طرف رُخ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور روہیل کھنڈ کی باقی ماندہ طاقت کو ختم کرنا چاہا۔ تب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب نے بکمال دور اندیشی کرنل چیمپین کو اس معاملہ میں ڈال کر بات چیت صلح کی شروع کی (۵۴۶/۱)

لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل نے کرنل چیمپین کو لکھا کہ ہم نے تم کو حافظ رحمت خاں کے ملک فتح کرنے کا حکم دیا تھا۔ تم کیوں سپاہ انگریزی کو دامن کوہ میں لے گئے ہو۔ اور نواب سید فیض اللہ خاں کے مقابلہ کے لیئے بڑھے ہو۔ تم کلکتہ چلے جاؤ اور روہیل کھنڈ کے آیندہ معاملات کو نواب شجاع الدولہ کی رائے پر چھوڑ دو۔ ہم نے صرف بریلی کا علاقہ فتح کرا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آیندہ نواب شجاع الدولہ اُن لوگوں سے آپ سمجھ لیں۔ غرض کہ پیام وسلام عرصہ تک ہوتا رہا اور آخر کار کرنل چیمپین صاحب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب

کو اپنے ہمراہ شجاع الدولہ کے پاس لے گئے اور نہایت اکرام کے ساتھ ملاقات کرائی۔ اور ایک مرتبہ نواب شجاع الدولہ نواب سید فیض اللہ خاں کے ڈیرہ پر باز دید کی ملاقات کے لیے گئے۔ اور باہمی مفاہمت سے چودہ لاکھ چھتیز ہزار روپیہ کی آمدنی کا ملک مقرر کر کے نواب سید فیض اللہ خاں کی ریاست قرار دی گئی اور ۷ اکتوبر ۱۷۷۴ء کو مابین نواب شجاع الدولہ بہادر اور نواب سید فیض اللہ خاں بہادر اقرار نامے تحریر ہوئے اور اس طرح ریاست رامپور کی بنا پڑی۔ (۵۴۲-۵۵۱) ۱۷۷۵ء میں ریاست بیلی و شاہ آباد میں اب شہر رامپور میں تمام ہوئی۔

نواب صاحب و شجاع الدولہ کے مابین اقرار نامے

نقل عہد نامہ دستخطی و مہری نواب سید فیض اللہ خاں بہادر و کرنیل چیمپین ۵۵۳

چونکہ میرے اور وزیر الممالک بہادر کے درمیان دوستی قرار پائی اور نواب وزیر نے از راہ مہربانی ایک ملک مجھ کو دیا۔ میں قران شریف کی قسم کھا کر خدا اور رسول کو اپنے قول کا گواہ دیتا ہوں کہ میں ہمیشہ جب تک زندہ ہوں نواب وزیر کا تابعدار اور فرماں بردار رہوں گا اور میں اپنے پاس پانچ ہزار سپاہ نوکر رکھوں گا اس سے ایک آدمی زیادہ نہ رکھوں گا اور اگر نواب وزیر کسی سے آمادۂ جنگ ہوں گے تو میں ان کی مدد کروں گا۔ اور اگر نواب وزیر کسی پر اپنی فوج بھیجیں گے تو میں بھی دو تین ہزار آدمی اپنے اس فوج کے ہمراہ

دوں گا۔ اور اگر وہ خود کسی دشمن پر جائیں گے تو میں بھی خود اپنی فوج لے کر اُن کے
ہمراہ جاؤں گا اور میں سوائے وزیر کے کسی سے اتفاق اور دوستی نہ کروں گا
اور کسی سے رسم و تحریرات جاری نہ رکھوں گا۔ اس سے سردار انگریزی مستثنیٰ ہیں
اور نواب وزیر مجھ کو جو کچھ حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔ اور میں ہمیشہ اور
ہر وقت مصیبت اور بہبودگی میں اُن کا شریک لاینفک رہوں گا۔ میں نے قرآن
شریف کی قسم کھائی ہے اور خدا اور رسول کو گواہ کیا ہے کہ میں ان شرائط کی تعمیل کرونگا
اور اگر میں اس کے خلاف کروں تو خدا اور رسول مجھکو سزا دیں۔ ماہ رجب ۱۱۸۸ہجری

نقل عہد نامہ دستخطی و مہری نواب شجاع الدولہ بہادر و کرنیل چمپین (۱۷۷۴ء)

چونکہ میرے اور نواب فیض اللہ خاں کے درمیان دوستی قائم ہوئی ہے اس لیے
میں نے وعدہ کیا ہے کہ اُن کو ملک رامپور مع دیگر اضلاع متعلقہ جس کی جمع سالانہ
چودہ لاکھ پچھتر ہزار روپیہ ہے دوں گا اور میں نے یہ بھی شرط کی ہے کہ نواب فیض اللہ
خاں پانچ ہزار فوج ملازم رکھیں اس سے زیادہ نہ رکھیں۔ اس واسطے میں یہ
عہد نامہ لکھے دیتا ہوں کہ میں ہمیشہ اور ہر وقت نواب فیض اللہ خاں کی حرمت

و عزت کی حفاظت کرتا رہوں گا اور اُن کی بہبودی و بہتری میں حتی الامکان کوشش بلیغ کروں گا بشرطیکہ نواب فیض اللہ خاں میرے سوا اور کسی سے اتفاق پیدا نہ کریں اور انگریزی سرداروں کے سوا اور کسی سے تحریر کی رسم جاری نہ رکھیں۔ اور وہ میرے دوستوں کو اپنا دوست اور میرے دشمنوں کو اپنا دشمن تصور کریں۔ اور اگر میں کسی سے لڑائی کرنے کو فوج بھیجوں تو دو تین ہزار سپاہ جس قدر اُن سے ممکن ہو میری فوج کے ہمراہ دیں اور اگر میں خود فوج کے ہمراہ جاؤں تو وہ بھی خود مع اپنی سپاہ کے میرے ہمراہ رہیں۔ اور اگر کمی فوج کے سبب وہ خود میرے ہمراہ نہ جاسکیں کیونکہ اُن کے پاس تھوڑی فوج ملازم ہے تو میں چار ہزار سپاہ اور اُن کے ساتھ مقرر کروں گا تو وہ اس فوج کو بھی اپنے ساتھ رکھکر میری ہمراہی کریں اور میں اُن کے خرچ کا متحمل ہوں گا۔ ان شرائط پر میں نے وعدہ کیا ہے کہ میں علاقہ جات مذکورہ جمیع تعداد مسطور نواب فیض اللہ خاں کو دوں گا۔ اور اُن کی بہتری و بہبودی میں کوشش بلیغ کرونگا اگر نواب فیض اللہ خاں اس عہدنامہ کی شرائط کی تعمیل قرار واقعی کریں گے تو میں بھی انشاء اللہ اُن کی بہبودی میں پہلوتہی نہ کروں گا۔ باقی روہیلوں کو وہ دریا کی دوسری طرف روانہ کریں گے۔ میں نے قرآن کی قسم کھائی ہے اور خدا و رسول کو گواہ دیا ہے کہ میں ان شرائط کو سرانجام دوں گا۔

ماہ رجب ۱۱۸۸ھ۔

مہر وزیر

مہر کرنیل چمپین

سلطنت اودھ جس طرح ختم ہوئی تاریخ داں حضرات کو معلوم ہے۔ بہرحال اودھ کو انگریزوں نے فتح نہیں کیا بلکہ اپنی سپردگی میں لے لیا اور جملہ قول وقرار سابقہ قائم رکھے گئے۔ ظاہر ہے کہ رامپور کے معاہدات بھی قائم ہیں۔

نواب سید فیض اللہ خاں بہادر کے جانشینان کا سلسلہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ ہر حکمراں کے زمانہ حکومت کا اندازہ ہو سکے۔

سلسلہ خاندان فرمانروایان ریاست رامپور

نواب سید علی محمد خاں بہادر بانی خاندان حکمراں (عرش منزل) سنہ ۱۱۳۹ ہجری نبوی

نواب سید فیض اللہ خاں بہادر (عرش منزل) سنہ ۱۷۷۴ء۔ سنہ ۱۷۹۴ء۔

نواب سید محمد علی خاں بہادر سنہ ۱۷۹۴ء۔ سنہ ۱۷۹۵ء۔

نواب سید غلام محمد خاں بہادر۔ سنہ ۱۷۹۵ء۔

نواب سید احمد علی خاں بہادر سنہ ۱۷۹۵ء۔ سنہ ۱۸۴۰ء۔

نواب سید محمد سعید خاں بہادر (جنت آرامگاہ) سنہ ۱۸۴۰ء۔ سنہ ۱۸۵۵ء

نواب سید محمد یوسف علی خاں بہادر (فردوس مکاں) سنہ ۱۸۵۵ء۔ سنہ ۱۸۶۵ء

نواب سید محمد کلب علی خاں بہادر (خلد آشیاں) سنہ ۱۸۶۵ء۔ سنہ ۱۸۸۶ء

نواب سید مشتاق علی خاں بہادر (عرش آشیاں) سنہ ۱۸۸۶ء۔ سنہ ۱۸۸۹ء

نواب سید محمد حامد علی خاں بہادر (جنت مکان) سنہ ۱۸۸۹ء۔ سنہ ۱۹۳۰ء

نواب سید محمد رضا علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ ۱۹۳۰ء میں تخت نشین ہوئے۔

ریاست کی موجودہ وسعت و حیثیت:-

بہر حال ریاست رام پور مثل دیگر خود مختار دیسی ریاستوں کے ایک ریاست ہے۔ اس کا وہ حصّہ جو علاقہ قدیم کہا جاتا ہے بلا توسط زمیندار ملکیت نواب صاحب بہادر ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد نواب سید یوسف علی خاں بہادر کو بسلسلہ خیر خواہی چند دیہات برٹش گورنمنٹ سے حاصل ہوئے اور ریاست کی حیثیت میں قدرے اضافہ ہوگیا۔ اس علاقہ کو علاقہ جدید کہتے ہیں اور اس میں برٹش گورنمنٹ کے دیہات کی طرح زمینداری کا طریقہ موجود ہے۔ ریاست میں پانچ تحصیلات ہیں اور وسط میں شاندار و خوب صورت شہر **مصطفےٰ آباد عرف رامپور** دار الریاست ہے۔ کل رقبہ ریاست کا آٹھ سو بانوے میل مربع سے قدرے زائد ہے اور آبادی ۱۹۳۱ء میں چار لاکھ چونسٹھ ہزار نو سو انیس نفوس تھی۔

ہز ہائینس کا پورا نام معہ خطابات و ڈگریات کے حسب ذیل ہے:-

کرنل ہز ہائینس عالی جاہ فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ مخلص الدولہ، ناصر الملک، امیر الامرا، ڈاکٹر نواب سر سید

محمد رضا علی خاں بہادر مستعد جنگ۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی

ایل ایل ڈی۔ ڈی لٹ فرماں روائے ریاست رامپور

نواب صاحب بہادر کو پندرہ ضرب توپ کی سلامی برٹش گورنمنٹ کے قواعد کے بموجب دی جاتی ہے۔ اور آپ کا دور حکومت ۱۹ر جون ۱۹۳۰ء سے شروع ہوا۔ چاروں طرف سے برٹش علاقہ اس ریاست کو محدود کئے ہوئے ہو۔ جغرافیائی کیفیت اور انتظامی حالات اور ان آئندہ میں درج کیے جائیں گے۔ دارالریاست میں زیادہ تر مسلمان آباد ہیں اور کل علاقہ میں چھ تحصیلات ہیں یعنی حضور تحصیل۔ تحصیل ملک۔ تحصیل بلاسپور تحصیل ٹانڈہ و تحصیل شاہ آباد۔ ہر تحصیل میں متعدد تھانے ہیں۔ ریاست کے اندر راسیٹ انڈین ریلوے لائن مرادآباد سے بریلی جاتی ہوئی گذرتی ہو۔ رامپور، شہزادنگر۔ دھورہ دوگن پور اور ملک ریلوے اسٹیشن ہیں پختہ سڑکیں شرق میں بریلی تک۔ غرب میں مرادآباد تک اور جنوب میں رامپور سے شاہ آباد تک۔ شمال میں سوار تک اور شمال مغرب میں ٹانڈہ تک اور شمال مشرق میں بلاسپور تک موجود ہیں اور جملہ تحصیلات میں لاریوں کی آمدورفت باقاعدہ جاری ہے۔ ریاست کا زیادہ تر حصہ نہایت زرخیز ہے گیہوں و چاول و نیشکر ریاست کی خاص پیداوار ہیں۔

باب سوم

رام پور ـــــ اور ـــــ سیاسیات

رام پور میں جدید سیاسی تحریک

رام پور کی مختصر تاریخ بیان کرکے میں نے دکھا دیا کہ ریاست کس طرح سے عالم وجود میں آئی۔ پھر کس طرح قائم رکھی گئی اور اس میں شخصی حکومت کو کہاں تک دخل ہونا چاہیئے اور ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے بعض مسلمانان رام پور حقوق طلبی کی طرف متوجہ ہیں اور اصلاحات کے خواہشمند ہیں، اپنے وطن کو ترقی دینے کا جذبہ نہایت قابلِ تعریف شے ہے اور مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنی قوم و وطن کے سود و بہبود کی فکر کریں لیکن اس جذبہ میں بھی حد کے اندر رہنا چاہیئے اور صحیح راستہ سے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ ورنہ کجروی غلط مقام پر پہونچا دیتی ہے۔

رام پور میں ہمیشہ رعایا اپنے فرماں روا کی شیدا رہی ہے اور یہ ریاست شخصی حکومت کا عمدہ نمونہ پیش کرتی رہی ہے مگر کچھ عرصہ سے سیاسی کشمکش منجانب مسلمانان رامپور نمودار ہوئی اور اس سلسلہ میں بلوے بھی

ہوئے اور سزائیں بھی دی گئیں۔ اس کشمکش کی وجہ وہی عام سیاسی انقلاب ہے جو ہندوستان میں ہو رہا ہے لیکن ہر جگہ کے حالات مخصوص ہوتے ہیں۔ رامپور میں تحریک سیاسی عموماً مسلمانوں میں پیدا ہوئی اور انہی میں محدود ہے شہری آبادی بھی مسلمانوں کی زیادہ ہے اور تعلیم یافتہ بھی مسلمان زیادہ ہیں۔ رامپور کے مسلمانوں کو اصلاح طلبی سے قبل اپنی موجودہ حالت کا غور و تامل سے مطالعہ کر لینا ضروری ہے اور اپنے گرد و پیش کے واقعات سے متنبہ ہونا مناسب ہے ذیل کی چند سطور میں خصوصیت سے رامپوری مسلمانوں سے میں مخاطب کرتا ہوں اور متمنی ہوں کہ انظر الیٰ ما قال ولا تنظر الیٰ من قال پر عمل فرما کر میری گزارش سماعت فرمائینگے۔

ذمہ دار آئینی حکومت

رامپور میں آج کل میں کبھی کبھی ذمہ دار آئینی حکومت کے الفاظ سنا کرتا ہوں۔ میں رامپوری مسلمانوں سے سوال کرتا ہوں کہ ریاست کے اندر اپنی تعداد و تناسب آبادی دیکھ کر بتائیے کہ اگر ذمہ دار آئینی حکومت ملتی ہے تو مسلمانوں کی حیثیت کیا ہوجائیگی آپکی ریاست میں مسلمان بہ لحاظ تعداد کے کم ہیں بعض الفاظ بڑے دل لبھانے والے ہوا کرتے ہیں اور اگر نتائج پر بغیر غور کیئے وہ منہ سے نکال دیئے جائیں تو انکا خمیازہ اسی طرح بھگتنا پڑتا ہے جیسے کہ ایک مسرف کو اپنی دولت کے اسراف کا کل کی بات ہے کہ ہند برطانوی کی جنگ آزادی میں مسلمان ہندوؤں کے دوش بدوش

چل رہے تھے مسلمان کہا کرتے تھے کہ ہماری قوت اور قدیمی عظمت کے مقابلہ
میں دوسروں کی کثرت کچھ نہیں کر سکتی۔ لیکن آئینی اصول کسی فرقہ وارانہ مصلحت
کے پابند نہیں ہوتے۔ آج جزوی حقوق جمہوری حاصل ہونے کے بعد یو۔پی کے
مسلمانوں کی بے بسی اور کس مپرسی ملاحظہ کیجیے کہ کانگریس کے سیلاب کے سامنے
نواب و راجہ کی خاندانی حشمت اور قدیمی روایات کو کوئی نہیں پوچھتا اور
دیہاتیوں کی کثرت کے مقابلہ میں سب کو سر جھکانا پڑتا ہے۔ نہ صرف یو۔پی بلکہ
ہندوستان کے سات صوبے جہاں کانگریس نے اقتدار قایم کر لیا ہے وہاں کے مسلمان نالاں ہیں

نہ من ز دل شدہ از دست تو خونی جگرم
از غم ظلم تو پر خوں جگرے نیست کہ نیست

جس حق کا مطالبہ مسلمانان رامپور نے شروع کیا ہے وہی حق یو۔پی کے
مسلمانوں کی تباہی کا باعث ہو چکا ہے۔ باوجودیکہ یو۔پی اسلامی تہذیب و تمدن
کا ہندوستان میں گہوارہ تھا، اور اسی عظمت دیرینہ کی بنیاد پر یہاں کے مسلمان
اپنے آپ کو حقوق ترجیحی کا مستحق سمجھتے تھے۔ مگر آئینی اصول کے مقابلہ میں ایک نہ چلی
جس اصول کا نفاذ کانگریس نے بڑی جد و جہد کے ساتھ باوجود مسلمانوں کی
انتہائی مخالفت کے کرایا ہے خدا کے واسطے اس وبا کو اپنے قریب آنے دیجیے۔ ہر جگہ کی
خصوصیات علحدہ ہوا کرتی ہیں اور ضروری نہیں ہے کہ مسلمانوں کی حکومت ہندوستان سے
رخصت ہونے کے بعد جو حربہ رہی ہی اسلامی عظمت کو ختم کرنے کے لیے استعمال

کیا گیا ہے۔ اس کی نقل اوتارنے کی آپ بھی کوشش کریں۔ آپ اپنے وطن کی خدمت اور طرح بھی کر سکتے ہیں۔ محض تخریبی کوشش سے اصلاح نہیں ہوتی۔ بہت سی تعمیری صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں جن میں راعی و رعایا ہم آہنگ ہوں۔ بجائے اس کے کہ آپ اپنی ریاست کو دوسروں کی نگاہ میں سبک کریں۔ آپ اس کا وقار بڑھانے کی کوشش کیجیے۔

۵۔ این خوں کہ موج می زند اندر جگر چرا
در کار رنگ و بوئے نگارے نمی کنی (حافظ)

کاش کہ اس قسم کے خیالات دل میں لانے سے قبل ہمارے رامپوری احباب نے ان لوگوں سے جنھوں نے گذشتہ تیس چالیس سال کے اندر ہند اسلامی کی تدریجی تنزل کا مطالعہ کیا ہے تبادلہ خیال کر لیا ہوتا کوئی کام ایسا نہ کیجیے جس پر خود پچھتانا پڑے اور آیندہ نسلیں قومی خسارہ کا ذمہ دار آپ کو گردانیں۔ دشمن کی بدشگونی کے لیے اپنی ناک نہیں کاٹی جا سکتی۔ رامپور کو اسلامی ریاست رہنے دیجیے اور اس کے سایہ میں امن و آسایش سے بسر کیجیے۔

جزوی اختلافات کو بالائے طاق رکھکر فلاح ریاست کو مقصود مشترک قرار دیکر حاکم و محکوم دونوں کے لیئے ایک متفق علیہ طریق کار تجویز کیا جا سکتا ہے۔ اغیار آپکے لیے جال بچھا رہے ہیں، اور تاک میں بیٹھے ہیں۔ خدا را ان کی نگاہوں کو پہچانیے۔

کچھ اپنی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے!
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
(اقبال)

رام پور میں سیاسیات سے ذمہ دار اور تجربہ کار لوگوں کی علیحدگی

موجودہ کشمکش پر توجہ کرتے وقت ایک خاص بات ہے جو خود بخود پیشِ نظر ہو جاتی ہے اور وہ تجربہ کار لوگوں کی علیحدگی ہے۔ رام پور میں اہلِ دماغ اور صاحبان تدبیر موجود ہیں رام پور نے مولنا محمد علی اور مولنا شوکت علی مرحوم جیسی فنا فی القوم ہستیاں پیدا کیں جنہوں نے ہندوستان اور یورپ میں سیاسیات کا علم حاصل کیا اور مسلمانانِ ہند کی خوب رہبری کی۔ رام پور نے وہ مسلمان بھی پیدا کئے جن کو مسلمانان برٹش انڈیا نے بلا لحاظ رام پوری وغیر رام پوری کے اپنا قائم مقام بنا کر سنٹرل لیجس لیٹو اسمبلی اور صوبوں کی اسمبلی میں بھیجا ہے۔ رام پوریوں میں خود رام پور کے اندر اور نیز باہر ایسے اہل الرائے ہیں جنہوں نے عربی یا انگریزی کی انتہائی تعلیم حاصل کی ہے۔ عمریں کتب بینی واخبار بینی میں صرف کی ہیں۔ رام پور کی حقیقی خدمت میں معروف رہ چکے ہیں۔ اور آج بھی رام پور و گرد و نواح میں صائب الرائے سمجھے جاتے ہیں۔ رام پوری صاحبان میں بڑے قانون دان۔ بیرسٹر۔ وکیل۔ ڈاکٹر۔ لیڈر۔ پروفیسر۔ پی، سی، ایس۔ آئی، سی، ایس۔ سب موجود ہیں۔ لیکن موجودہ شورش میں یہ پختہ رائے و تجربہ کار حضرات کنارہ کشی کئے ہوئے ہیں اور مجھے جہاں تک علم ہے۔ اِن صاحبان میں سے اکثر

اس قسم کی شورش اور "حقوق طلبی" کو نہ پسند کرتے ہیں اور نہ موجودہ قائدین امور کے ہم نوا ہونا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید تحریک سیاست کی قیادت اُن صاحبان کے ہاتھ میں رہی جن کو سیاسیات کا علم رامپور ہی میں حاصل ہوا۔ اور رامپور ہی اُن کا تختۂ مشق بنا۔ ملکی اور صوبہ جاتی شہرت رکھنے والے حضرات کو شامل نہیں کیا گیا یا وہ شریک نہیں ہوئے۔ پالیٹکس بڑا نازک معاملہ ہے۔ یہ ایسا میدان ہے جس میں بسا اوقات خوشنما سبزہ زاروں میں پرخطر غار اور ہلاکت انگیز دلدل پوشیدہ ہوتی ہے۔ جس میں پھنس کر باہر نکلنا ناممکن ہوجاتا ہے۔ پالیٹکس بھی ایک علم ہے جس کی تحصیل برسوں کی جاتی ہے۔ تب حق رہبری حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ تاریخ کے اوراق بتائینگے کہ کجروی نے کیسے کیسے تلخ نتائج پیدا کئے ہیں۔ واقعہ ہے کہ پتنگ بازی و مرغبازی تک بغیر اُستاد کے فیض کے حاصل نہیں ہوتی تو پالیٹیشن خود رَو کیسے ہوسکتا ہے۔

نہ ہر کہ خرقہ بپوشد قلندری داند
نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

دوست نما دشمنوں سے پرہیز کیجئے

رامپور کے سیاسی حضرات میں بعض میرے کرم فرما ہیں اور سیاسی حضرات میں سے اکثر کی صدق نیت پر میں یقین رکھتا ہوں اور اُن کے جذبۂ ایثار کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن اُن کے طریقۂ کار سے مجھے اختلاف ہے۔ میں اس طریقہ کا قائل نہیں کہ حکومت کو اپنا مخالف قرار دیکر اصلاح طلبی کی جائے اور نہ

ہیں اس بات کو روا رکھتا ہوں کہ حکومت وریئس کو واقعہ کے خلاف بدنام کیا جائے اور اپنے اندرونی حالات غیروں کو مبالغہ کے ساتھ دکھائے جائیں۔

وہ لوگ جنھوں نے برٹش انڈیا میں مسلم کشی کا جذبہ علانیہ دکھایا ہے۔ کچھ عرصے سے رام پور کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور حیرت ہوتی ہے جب ہم رامپور کے غیور مسلمانوں کو ان صاحبان کی طرف جھکتا ہوا دیکھتے ہیں۔ بعض اوقات ضد اور ہٹ میں انسان از خود رفتہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ کر گذرتا ہے جو نہیں کرنا چاہیئے۔ شاید اسی قبیل سے وہ طرز عمل تھا جو ہمارے بعض رامپوری بھائیوں نے اختیار کیا کہ وہ اپنی دیسی حکومت کی شکایت کرنے کانگریس والوں کی خدمت میں الہ آباد و لکھنؤ تک پہونچے اور ہندو مہاسبھا کے اراکین کی حضور میں بریلی حاضر ہوئے جب کہ وہ مسلمانان بریلی کے خلاف تحقیقات کرنے آئے ہوئے تھے۔

ان بزرگوں سے استعانت کہاں تک جائز ہے آپ خود اس کا فیصلہ فرمایئے

مرا از شکستن چناں عار نامد ؎
کہ از دیگراں خواستن مومیائی

بعض رامپوری صاحبان کا یہ طریق کار باعث ہوا کہ ایسٹر ۱۹۳۹ء کی تعطیل ان خیالات کو مجتمع کرنے میں میں صرف کر رہا ہوں۔

رام پور برٹش انڈیا سے بہتر ہے

میرا یہ دعوے نہیں کہ حکومت رام پور تمام نقائص سے پاک ہے اور ترقی کے معراج کمال پر پہونچ چکی ہے

یقیناً بہت سی باتوں میں اصلاح کی ضرورت ہے اور سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت رام پور کو ہے وہ باہمی ہمدردی اور اعتبار کی ہے۔ حکومت اور پبلک ایک دوسرے سے زیادہ خلوص اور زیادہ ہمدردی رکھنے لگیں، اور بدگمانی و بے اعتباری باہم گر نہ رہے تو کوئی بات قابلِ شکایت باقی نہیں رہیگی باایہمہ میرا دعویٰ ہے کہ آپ کے پڑوس کے ضلعوں میں برٹش اور کانگریسی حکومت کے ماتحت جو زندگی آپ کے مسلمان بھائی گذار رہے ہیں اوس سے بدرجہا بہتر آپ کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ ہماری صحیح حالت آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ کبھی گوارا نہیں کریں گے کہ ایک منٹ کے لیے بھی آپ ہمارے ہم وزن بنا دیے جائیں۔

کچھ عرصہ ہوا کہ رام پور کے ایک سیاسی لیڈر میرے یہاں تشریف لائے ان کے نام سے ایک معرکۃ الآرا کتاب رامپور کے متعلق انگریزی میں شائع ہو چکی تھی۔ ایک مسئلہ قانونی پر گفتگو ہونے کے بعد میں نے رام پور کی سیاست کا ذکر چھیڑ دیا۔ صاحب موصوف چند ماہ بریلی میں مقیم رہ چکے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ بریلی اور رام پور کا مقابلہ کرنے کے بعد ایمان سے بتلایئے کہ آپ رامپور کی زندگی کو بریلی کی زندگی سے برا کہہ سکتے ہیں۔ اول تو خان صاحب سخن پروری فرماتے رہے مگر میں نے صاف اور کھلے ہوئے واقعات اُن کے سامنے پیش کئے اور تقابل کی استدعا کی۔ میں نے کہا کہ برٹش حکومت سے

مفت تعلیم کا مطالبہ کرتے کرتے ہندوستانی تھک گئے لیکن محض ابتدائی تعلیم بھی مفت نہیں حاصل ہو سکتی آپ کے رامپور میں اردو۔ ہندی۔ سنسکرت فارسی۔ عربی۔ انگریزی ہر قسم کی تعلیم ابتدائی وثانوی مفت ہے اور رامپوری طالب علم۔ تعلیم پر پیسہ خرچ کرنے کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ نہ صرف مفت تعلیم بلکہ سرکار کی طرف سے وظائف بھی دیے جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات کتابوں کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے۔ اسٹیٹ ہائی اسکول چھوڑنے کے بعد کالجوں میں اعلیٰ تعلیم کے لیے وظائف علیحدہ ہیں۔ اور اب تو رامپور میں انٹر کالج ہونے والا ہے۔ یہہ رعایت قابلِ قدر ہے یا نہیں۔ خاں صاحب کو اقبال کرنا پڑا۔

پھر میں نے عرض کیا کہ ہم سال بھر تک دماغی وجسمانی محنت برداشت کرکے روپیہ پیدا کرتے ہیں۔ سال کے آخر پر ہماری گورنمنٹ اوس میں حصہ طلب فرماتی ہے۔ خواہ ایک ہزار ہو یا بارہ سو۔ بڑی بڑی تجارتوں پر لاکھوں کے ٹیکس ہوتے ہیں۔ اہل رامپور انکم ٹیکس کے نام سے بھی آشنا نہیں! علاوہ بریں ہاؤس ٹیکس۔ پاخانہ ٹیکس۔ کتا ٹیکس اور خدا علیم ہے کہ کتنی ٹیکس آئے دن مختلف صورتوں میں برٹش انڈیا میں لیے جاتے ہیں۔ (اب ایمپلائمنٹ ٹیکس اور شروع ہو رہا ہے) آپ اس زیر باری سے بالکل بری ہیں۔ آخر یہ سہولت قابل ستایش ہے یا نہیں۔ میرے مخاطب نے اس دلیل کو بھی قبول فرمایا۔ میں نے کہا کہ آج بریلی میں ایک بیوہ یا مطلقہ عورت جس کی شوہری

جائداد دوسروں نے ضبط کرلی ہو مہر کی نالش پانچ لاکھ پینتیس ہزار کی دائر کرے تو چار ہزار۔ پانچ سو روپیہ اول سرکاری خزانہ میں کورٹ فیس کے خرچ کردے لیکن رام پور میں ایسی عورت اس قسم کی نالش محض سو روپیہ کورٹ فیس دے کر کرسکتی ہے۔ یہہ فرق زمین و آسمان کا فرق ہے۔ رام پور میں بعض مقدمات میں انتہائی کورٹ فیس صرف ایک سو روپیہ ہوتی ہے۔ اور بقیہ میں بھی شرح کورٹ فیس یو۔ پی کے کورٹ فیس کے نصف سے کم ہے۔

علاوہ کورٹ فیس کے یو۔ پی میں اہلکار فیس اس شدت کے ساتھ ہے کہ اہلِ معاملہ کی جان ضیق میں آجاتی ہے۔ رام پور میں اہل کاران بہ استثنائے چند رشوت اور "حق" سے مبرا ہیں۔

ایک اور بات جس کی میں بیحد قدر کرتا ہوں عدالت ہائے رامپور کا طریق انفصال مقدمات ہے۔ بریلی سول جج میں ایسے مقدمات موجود ہیں جن کو دائر ہوئے دو سال ہو چکے اور اُن کے فیصلہ کا موقع نہیں آتا۔ اور بریلی کے عدالتی منازل طے کرنے کے بعد مقدمہ جب ہائی کورٹ الہ آباد میں پہونچتا ہے تو وہاں چار سال تک صرف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر الہ آباد کے فیصلہ کا بھی اپیل کیا گیا تو ۵ - ۶ سال مزید درکار ہیں۔ رام پور میں چونکہ سب عدالتیں یکجائی ہیں جو مقدمہ آج دائر ہوگا دو چار مہینے کے اندر

طے ہو جائے گا اُس کا اپیل مہینہ دو مہینہ میں فیصل ہوگا اور اپیل دوم بھی اتنے ہی عرصہ میں۔ آخری اور انتہائی اپیل میں جس کی سماعت جوڈیشل کمیٹی یا اجلاس ہمایوں میں ہوتی ہے۔ اوس میں دیر لگا کرتی تھی مگر آج کل دائرہ سے ایک مہینہ کے اندر خود ہز ہائینس فیصلہ فرما دیتے ہیں۔ جس سہولت کو حاصل کرنے یعنی انفصال مقدمات بلا تاخیر کیلئے برٹش انڈیا میں کمیٹیاں بیٹھتی ہیں اور طرح طرح کے رزولیوشن پاس ہوتے ہیں وہ نعمت رامپور کو حاصل ہے۔ اس سے اہلِ مقدمہ کو جو سہولت نصیب ہوتی ہے وہ اونہی سے معلوم ہوسکتی ہے۔

میں نے اپنے مخاطب لیڈر صاحب کو وہ معمولی مراعات بھی جتائیں جو اہل رامپور کو ہمیشہ سے حاصل ہیں مثلاً کسی کے یہاں کوئی تقریب شادی وغیرہ ہے۔ ہمارے ضلعوں میں انتظام کرتے کرتے وہ تھک جائیگا۔ مگر رامپور میں ایک درخواست میں سب مصیبت رفع ہو جاتی ہے۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ گاڑیاں۔ شامیانے۔ فرنیچر و ظروف حتیٰ کہ سرکاری فوج و پولیس سب بغیر پیسے کے مہیا ہو جاتی ہے۔ پھر غربا اور متوسلین کو مالی مدد لڑکیوں کی شادی میں ملتی ہے۔ غرضکہ اپنی حکومت میں جو آسانیاں ہوسکتی ہیں وہ سب رامپور میں موجود ہیں۔ آپ ان میں وسعت دینا چاہتے ہیں بہت خوب جذبہ ہے کوشش کیجیئے مگر مفاہمت کے طریق سے نہ کہ مخاصمت سے۔

حامد منزل (اندرون قلعہ معلی رامپور)

شخصی حکومت خواہ مخواہ قابل نفرت نہیں ہوتی

دنیا میں بہت سی باتیں بھیڑ چال سے ہوا کرتی ہیں اور اکثر طریقے بطور فیشن بھی بلا غور و فکر کے اختیار کیئے جاتے ہیں

چنانچہ کچھ عرصہ قبل ہر ملک میں حکومت خود اختیاری کی چیخ پکار رہی ۔شہنشاہیاں ختم کردی گئیں ۔جمہوریت کے زور ہوئے ۔ہر چھوٹے بڑے ملک نے امریکہ کی نقل اُتارنا چاہی ۔لیکن زمانہ نے یکلخت پلٹا کھایا اور جمہوریت کی جگہ استبداد نے لی ۔جرمنی کے ہٹلر ۔اٹلی کے مسولینی ۔اسپین کے فرانکو ۔ٹرکی کے عصمت انونو ۔اور ایران کے رضا شاہ پہلوی اپنے اپنے ملک میں بہترین حکمراں مانے جاتے ہیں ۔شخصی حکومت نے اس زمانہ میں یہاں تک مقبولیت حاصل کی ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس باوجود ادعا جمہوریت تمامی معاملات پیچیدہ کا حل ایک شخص واحد یعنی مہاتما گاندھی جی کی رائے پر چھوڑتی ہے ۔ترپوری کانگریس ۱۹۳۹ء کے مشہور و معروف رزولیوشن کے بعد کانگریس والوں کو جو ذمہ دار آئینی حکومت کے شیدائی بنتے ہیں ۔یہ کہنے کا موقع نہیں رہا کہ ملک کا نظم و نسق کسی رائے واحد کا پابند نہیں ہو سکتا ۔جب دنیا ڈکٹیٹری قبول کر رہی ہے تو کون وجہ ہے کہ آپ نواب صاحب بہادر کی ڈکٹیٹری قبول نہ کریں جن کو رات دن آپ کی فلاح و بہبود کی دُھن ہے ۔

رامپور کی تحریکِ سیاسی کن اصول پر مبنی ہو؟

میں جیسا کہ عرض کر چکا اہلِ رامپور کے جذبہ خدمتِ وطن کی قدر کرتا ہوں لیکن میرے اور اُن کے درمیان طرزِ کار کا فرق ہے۔

بیداری کے آثار کا خیر مقدم کرنا چاہیئے لیکن بیداری کے ساتھ ترقی کی کوشش اُس وقت قابلِ ستائش ہے جب کہ تخریب و تعصب سے پاک ہو اور محض خلوص پر مبنی ہو۔

موجودہ سیاسی تحریک میں مجھے تین بڑی خرابیاں نظر آتی ہیں :۔

۱۔ حکومت سے مخالفت

۲۔ رامپوری و غیر رامپوری کی بحث

۳۔ شیعہ و سُنّی کا سوال۔

میں ان میں سے ہر شق پر جداگانہ بحث کروں گا۔ میں ایمانداری سے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اگر طالبانِ اصلاح اِن تین نقائص سے اپنی تحریک کو پاک کر لیں تو اُن کا راستہ صحیح ہو جائے گا۔ بدمزگی بھی دور ہو گی اور منزلِ مقصود تک جلد پہونچ سکیں گے۔

برٹش انڈیا کی تقلید ضروری نہیں

برٹش انڈیا کی سیاسی جد و جہد کی ہمیں تقلید نہیں کرنی چاہیئے۔ وہاں ایک جنب

دغیرہمدرد قوم نے ہندوستانیوں پر غلبہ حاصل کر رکھا ہے۔ہندوستان کے
ذخائر سے اہل انگلستان کو فائدہ پہونچانا اُن کی غرض خاص ہے۔اب
خدا کا شکر کیجیئے کہ آپ کا ہم قوم آپ کا حکمراں ہے جس نے اور آپ نے ایک
ہی جگہ نشو نما پائی ہے اجس کی ساری زندگی آپ کے درمیان بسر ہوگی۔ہز ہائینس
کو جو لوگ جانتے ہیں وہ زبان سے خواہ نہ کہیں مگر اُن کا دل گواہی دیگا کہ
ہز ہائینس نواب سر سید رضا علی خاں بہادر کو ہر لحظہ اپنی رعایا کی فلاح و
آسایش کی فکر ہے۔ان سے زیادہ محنت کرنے والا اور کم عیش حاصل کرنیوالا
فرماں روا آپ پا نہیں سکتے۔اُن کا مقصود رامپور کو ترقی دینا ہے اور آپ
کی غرض بھی یہی ہے۔پھر کون وجہ ہے کہ اتحاد عمل کے ساتھ کام نہ کیا جائے
سرکار خود ہر شعبہ کو اپنی نگاہ میں رکھتے ہیں اور کسی محکمہ سے غافل نہیں ہیں
طبعاً وہ سنجیدہ اور متحمل ہیں۔مخالف تک کی بات سننے کو تیار رہتے ہیں وہ جملہ
نظام حکومت خود چلا رہے ہیں اور منسٹران و سکریٹریان کے اعمال و احکام
کی جانچ کرتے رہتے ہیں "دور حاضرہ" کے عنوان کے ماتحت میں نے تفصیلی ذکر
ان حالات کا کیا ہے۔یہاں پر صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اگر حکومت کا طریق کار کسی
موقع پر پسندیدہ نہ ہو تو جائز نکتہ چینی کیجیئے اور مشورہ دیجیئے۔لیکن مخالفانہ و
معاندانہ روش قابل شکایت ہوتی ہے۔ترقی کے راستے یقیناً پیدا کیجیئے
لیکن آزادی کا وہ رنگ نہ اختیار کیجیئے جو آپ کو اور ریاست کو صدمہ پہونچائے

ے دہر میں عیش دوام آئین کی پابندی سے ہے
موج کی آزادیاں سامان شیون ہوگئیں (اقبال)

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کل ہندوستان قومی تعصبات کی آماجگاہ
بنا ہوا ہے۔ مسلمانوں کا تھوڑا بہت اثر بھی جہاں ہے اُس کو ختم کرنے کی فکر میں
اغیار مصروف رہتے ہیں۔ ایک گروہ ہے جس نے عزم کیا ہے کہ ہندوستان کو
ہندو استھان بنا کر چھین لیں گے۔ اور مسلمان بدیسیوں کو اس ملک سے باہر
نکال پھینکنگے۔ حالانکہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اس گروہ کے جذبات کا اظہار کثر
اوقات آریہ سماجی پلیٹ فارم سے ہوتا رہا ہے۔ اور کبھی مہاسبھا کے توسط سے
اور کبھی یہ حضرات کانگریس کے ذریعہ سے گل فشانی فرماتے ہیں ے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

حیدر آباد جیسی جلیل القدر ریاست کو اونہوں نے بلا دینا چاہا ہے۔ اور
آئے دن وہاں ہنگامے پیدا کر رہے ہیں۔ کئی سال ہوئے کہ اونھوں نے کوشش
کی تھی کہ حیدرآبادی مسلمانوں کو اپنا ہم آہنگ بنا کر خانہ جنگی شروع کریں۔ لیکن مسلمان
ان کی ابلہ فریبیوں کو سمجھ گئے اور کنارہ کش رہے۔ اب بعض آریہ سماجی صاحبان
حکومت حیدرآباد کے درپے آزار ہیں۔ لیکن مسلمان اور حکومت متحد ہیں،
انشاءاللہ بال بیکا نہ ہوگا۔ حال میں پبلسٹی ڈپارٹمنٹ حیدرآباد نے ایک

رسالہ شائع کیا ہے۔ اس میں آریہ سماجیوں کی تحریریں اور تقریریں طبع کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ان کے دلوں میں کیا کیا مواد موجود ہے اور اس ظاہری سیاسی جدوجہد کی تہ میں وہی دشمنی اسلام کارفرما ہے۔ جس کا مقصود ایک اسلامی ریاست کو تباہ کرنا ہے۔ اہل رامپور برائے خدا گردوپیش نگاہ ڈالیں اور اپنی ریاست کو ٹھیس نہ لگنے دیں۔ کانگریس کے طرز عمل نے مسلمانوں کو سارے ہندوستان میں بیدار کر دیا ہے۔ اور وہ پلنگِ خفتہ جو عرصہ سے تن آسانی میں مصروف تھا۔ ذرا سی کھڑکھڑاہٹ سے میدانِ عمل میں نکل آیا ہے اب کانگریس کا جادو جو مختلف صورتوں میں مختلف جگہوں پر ظاہر ہوا کرتا تھا۔ مسلمانوں کو بیوقوف نہیں بنا سکتا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کس تیزی کے ساتھ اور کیسی حقیقت شناسی سے مسلمانان ہند کانگریس سے جدا ہو رہے ہیں۔ تو کیا خدانخواستہ آپ اُن پُرانے پھندوں کا شکار ہو جائیں گے؟ میں نہیں سمجھتا کہ رامپور کے غیور و باحمیت مسلمان اپنے پروسی بھائیوں کی حالت سے سبق نہ لیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ سب یکجہتی سے کانگریسی ترکیبوں کا مقابلہ کریں گے اور اپنی ریاست و رئیس کا پورا ساتھ دیں گے اور اس نام نہاد سیاست سے سرشت کنارہ کش ہو جائیں گے۔

برخیز تا یکسو نہیم ایں دلق ازرق فام را
بر باد قلاشی دہیم ایں شرک تقویٰ نام را

(سعدی)

دیسی اور پردیسی کی بحث

رامپور میں دیسی و پردیسی کے تعلقات خوشگوار رہے اور اس خوشگواری کے وجوہ تھے اور ہیں۔ مگر جدید سیاسی تحریک کے ساتھ ساتھ پردیسیوں کو اور اُن پر دیسیوں کو غیر سمجھنا شروع کر دیا گیا جو رامپور پر اپنی جانیں نثار کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند امور توجہ طلب ہیں جو بتائیں گے کہ رامپور کے اندر اس قسم کا تعصب پیدا کرنا ہرگز حالات کے موافق نہیں ہے۔

رامپور کی جغرافیائی حالت

سب سے پہلی چیز۔ رامپور کی جغرافیائی حالت ہے۔ رامپور ضلع نینی تال و برٹش اضلاع روہیل کھنڈ کے درمیان واقع ہے۔ ریاست سے متصل شمال کو ضلع نینی تال، جنوب کو ضلع بدایوں مشرق میں ضلع بریلی اور مغرب میں ضلع مرادآباد ہے۔ اور ان اضلاع متصلہ سے جدا کرنے والی کوئی دشوار گذار حد نہیں ہے۔ آمدورفت کے ذرائع یعنی ریل، پختہ سڑکیں، اور خام راستے بکثرت موجود ہیں۔ ناممکن ہے کہ رامپور ان پڑوسی ضلعوں سے بے نیاز ہو کر رہ سکے۔ علاوہ بریں قرابت داری و تعلقات یگانگت باہمدگر تقریباً پونے دو صدی سے قائم ہیں۔ غرضکہ قدرت نے اور رواج و رسم دیرینہ نے رامپور کو روہیل کھنڈ کا جز اور جزو لاینفک بنا دیا ہے۔

اگر رامپور دیگر ریاستوں کے سلسلہ میں ہندوستان وسطی میں واقع ہوتا۔ یا وسیع ریگستان و سربلند پہاڑوں نے رامپور کو دیگر اقطاع ملک سے علیحدہ

کر دیا ہوتا تو رامپور کی جداگانہ ہستی کا دعویٰ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جب کہ رامپور کا اضلاع متصلہ سے چولی دامن کا ساتھ ہے تو علیحدگی کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔

انتظامی وجہ

دوسری قابل غور بات یہہ ہے کہ کسی چھوٹی سی جگہ میں وہاں کے مقامی لوگ نظم و نسق کرنے میں ہمیشہ دقت محسوس کیا کرتے ہیں۔ ریاست رامپور ایک برٹش انڈین ضلع کی برابر ہے۔ اس میں کوئی قصبہ لائق امتیاز نہیں صرف شہری آبادی ایسی ہے جہاں سے ریاست کی ملازمت میں لوگ لیے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ ہزاروں باشندگان شہر رامپور داخلِ ملازمت ہیں لیکن شہر میں ایک دوسرے سے رشتہ داری و خاندانی مراسم و ذاتی میل و مروت کے تعلقات وسیع و عمیق ہیں جب ان لوگوں کے معاملات و مقدمات کسی رامپوری حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہیں تو اوسے پیچیدگی محسوس ہونا قدرتی امر ہے۔ فطری جذبات کا مقابلہ کرنا بہت دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے ہمیشہ اس اصول کو مدنظر رکھا ہے کہ ایک ضلع کا باشندہ اوسی ضلع میں برسر حکومت نہ ہو رامپور بھی اگر اتنا وسیع ملک ہوتا جیسا کہ حیدرآباد و کشمیر ہے کہ ایک حصہ ملک کا ساکن دوسرے گوشہ ملک میں بھیجدیا جاتا تو غالباً کوئی دقت محسوس نہ ہوتی۔

عدل گستری حکومت کا فرض اولیں ہے اور انصاف کا چشمہ ہمیشہ

صاف بلکہ شفاف رہنا چاہیئے۔ والی ملک پر رعایا کے حقوق ہیں اور اُن حقوق کا اقتضا ہے کہ معاملات میں انصاف وعدل ہو۔ ایک فرد کو دوسرے پر ترجیح نہ دی جائے۔ خود رامپور میں مجھ سے بعض اربابِ حکومت نے اس قسم کی دقتیں محسوس کرنے کا ذکر کیا ہے جو وطنی تعلقات کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس کا مداوا یہی ہے کہ بیرونی عنصر کو ایک حد مناسب تک حکومت میں دخل دیکر حکام و محکوم کے مابین توازن قائم رکھئے۔ رام پور کے والیانِ سابق نے اسی بنیادی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی رعایا اور ریاست کے متعلق کچھ سمجھوتہ برٹش گورنمنٹ سے کرلیا ہے جس کا ذکر آیندہ سطور میں کیا جاتا ہے۔

رام پوریوں کے حقوق برٹش انڈیا میں:-

تیسری وجہ قابل ذکر یہہ ہے کہ ریاست رام پور نے اہلِ رامپور کے ذرائع آمدنی صرف ریاست تک محدود نہیں رکھے بلکہ کمال دانائی کے ساتھ برٹش گورنمنٹ سے اپنی رعایا کے واسطے وہ حقوق حاصل کرلیئے جن کی صحیح قدر بعض اہلِ رامپور بھی نہیں کررہے ہیں۔ وہ عظیم الشان حقوق ذیل میں عرض کرتے ہیں:-

انگریزی حکومت اور ریاست رام پور کے مابین معاہدہ ہوچکا ہے کہ انگریزی مملکت میں جو عہدے پڑ کیئے جائیں اُن میں رامپوری رعایا

کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو انگریزی رعایا کو ہوں۔ چنانچہ ۔ یو ۔ پی پبلک سروس کمیشن کے اعلانات جو آئے دن ہوتے رہتے ہیں اُن میں اُمیدواروں کے اوصاف مطلوبہ کے متعلق واضح کر دیا جاتا ہے کہ وہ لوگ ساکن صوبۂ آگرہ و اودھ ہوں یا ریاست رامپور یا ریاست بنارس یا ریاست ٹیڑہی گڑھوال کے باشندے ہوں۔ یعنی یو ۔ پی گورنمنٹ اپنی رعایا اور رامپور کی رعایا میں کوئی امتیاز نہیں کرتی ۔ اسی مساوات کا نتیجہ ہے کہ رامپوریوں نے برٹش اضلاع میں بڑے سے بڑے عہدے حاصل کیئے ۔ اب انصاف کیجیئے کہ آپ یو ۔ پی والوں سے برابر کا حصہ تبا لیں اور اُن کے ساتھ وہی برتاؤ روا نہ رکھیں یہہ کہاں تک مناسب ہے ۔ ؟ ۔ یو ۔ پی گورنمنٹ آپ کو ۴۸ ضلعوں میں ملازمت دے رہی ہے اُس کے عوض میں آپ ہمیں محض ایک ضلع میں مساویانہ حقوق دیجیئے Give and take کے معمولی اصول کو آپ کیسے نظرانداز کر سکتے ہیں ۔

ریاست رامپور نے اپنی رعایا کی حقوق طلبی پر متوجہ ہو کر کچھ عرصہ سے بیرونی اشخاص کو ملازمت دینے میں سابقہ طریق عمل بدل دیا تھا ۔ اس پر برٹش گورنمنٹ نے نوٹس لیا اور گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعات کا حوالہ دیتے ہوئے ریاست سے معلوم کیا کہ آپ ملازمتوں کے بارہ میں

یو۔پی گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد عمل رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر حکومت رامپور اتحاد عمل نہ رکھتی تو سرکاری ملازمت یو۔پی سے رامپوری صاحبان محروم ہوجاتے اور اس سے رامپور کو کتنا نقصان پہونچتا۔ لہذا حکومت رامپور نے اس نازک مسئلہ کو ریاست کی کونسل کے روبرو پیش کیا۔ کونسل نے فیصلہ اتحاد عمل کی موافقت میں بتاریخ ۲۷ جون سنہ ۱۹۳۸ء دیا۔ ذیل کے انتخاب رامپور گزٹ سے یہ معاملہ واضح ہوگا لہذا اب دیسی پردیسی کی بحث کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ریاست میں بیرونی اشخاص ملازمت کا اتنا ہی حق رکھتے ہیں جتنا کہ اہل رامپور۔ تاہم ریاست اب بھی اہل رامپور کو ترجیح دیتی ہے یعنی شاذ و نادر ہی کسی باشندہ یو۔پی کا تقرر ہوتا ہے۔ میں رامپوری اہل سیاست سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اس تفریق کو اب بھول جائیں ؎

نبود رنگ دو عالم کہ نقش الفت بود

زمانہ طرح محبت نہ ایں زماں انداخت (حافظ)

نقل روبکار متعلق ملازمت اشخاص بیرونی

اعلیٰ حضرت بندگان حضور پرنور دام اقبالہم۔

بعز عرض می رساند

جنابعالی

تحت دفعہ ۲۶۲ (۲) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ سنہ ۱۹۳۵ء

صوبۂ متحدہ میں باشندگان رام پور کو سول عہدہ جات دیئے جانے کے متعلق اعلان شائع کرنے سے قبل بتوسط صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بہادر یو۔ پی گورنمنٹ نے استفسار کیا تھا کہ باشندگان صوبۂ متحدہ کو ریاست میں سول عہدہ جات دیئے جانے میں دربار کو اتحاد عمل منظور ہے یا نہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں پیشگاہ ہمایوں سے حسب سفارش کونسل ۱۲ رمئی ۳۸ء کو منظوری عطا فرمائی گئی تھی اور صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بہادر کو بذریعہ تار مطلع کر دیا گیا تھا کہ دربار کو اتحاد عمل منظور ہے۔ اب منجانب صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بہادر ایک چٹھی مورخہ ۱۸ رجون ۳۸ء بدیں مضمون موصول ہوئی کہ یو۔ پی گورنمنٹ سے نہ صرف موجودہ باشندگان رامپور کی برقراری ملازمت بلکہ آیندہ کے لیئے سول عہدہ جات دیئے جانے کے متعلق بھی یو۔ پی گزٹ میں اعلان شائع کر دیا ہے۔ اور اب استدعا کی ہے کہ بموجب اتحاد عمل باشندگان صوبۂ متحدہ کو ریاست میں سول عہدہ جات دیئے جانے کے متعلق اور موجودہ ملازمان برقرار رکھنے کے لیئے اسٹیٹ گزٹ میں بھی اسی طرح اعلان شائع کر دیا جاوے۔ کونسل نے جلسہ منعقدہ ۲۷ رجون ۱۹۳۸ء میں اعلان مندرجہ بالا اسٹیٹ گزٹ میں شائع کئے جانے سے اتفاق کر لیا ہے۔ بنا بر ان ترقی خواہ مستدعی ہے کہ پیشگاہ ہمایوں سے حکم اشاعت گزٹ اعلان مندرجۂ بالا شرف نفاذ پائے۔ زیادہ حد ادب

عرض دولت و اقبال جاوید بادی

در ترقی خواہ دستخط عالی مرتبت صاحب چیف منسٹر بہادر

سرکار عالی نے اس تحریک پر منظوری عطا فرمائی۔

معروضہ ۲۷ رجون ۳۸ء سررشتہ صدر سے ایک نقل حکم ہمایوں معہ نقل عرضداشت درج گزٹ ہونے کے لیئے مطبع کو بھیجی جاوے۔ اصل کاغذات دارالانشا ارسال کیئے جائیں۔ ۳۰ رجون ۳۸ء دستخط عالی مرتبت صاحب چیف منسٹر بہادر

سابقہ دیرینہ عمل درآمد

چوتھی بات جس کا ذکر اس سلسلہ میں کرنا ضروری ہے وہ والیان سابق کا عملدرآمد ہے آغاز سلطنت سے رامپور کا وہی اصول رہا ہے جو دیگر ریاستوں میں بھی جاری ہے کہ ارکان حکومت کے انتخاب میں تعصب وتنگدلی کو دخل نہیں دیا جاتا، بلکہ قابلیت وخیر اندیشی کو معیار انتخاب قرار دیکر لائق افراد کو مختلف مقامات سے بلاکر جمع کیا جاتا ہے۔ اور وہ بیرونی اشخاص اطاعت وکارگزاری وجاں نثاری میں کسی سے پیچھے نہیں رہتے۔ نواب سید علی محمد خاں بہادر بانی ریاست کے دست راست شیخ سعادت اللہ صاحب بدایونی تھے۔ حکومت المسلمین میں لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خاں بہادر کا اقتدار الموڑہ کی فتح کے بعد بہت کچھ بڑھ گیا۔ مراد آباد۔ سنبھل۔ بریلی۔ پیلی بھیت۔ بدایوں۔ آنولہ۔ اور بہت سے ملک ان کے قبضہ وتصرف میں آگئے اور تیس چالیس ہزار افغان روہیلے ان کی سپاہ میں جمع ہوگئے۔ اس تمام ریاست وافواج کا بخشی عام شیخ

سعادت اللہ بدایونی کو مقرر فرمایا گیا تھا۔ وہ بخشی الممالک محمد سعادت اللہ خاں بہادر لکھے جاتے تھے۔ نواب سید احمد علی خاں بہادر کے عہد میں میاں کلیم اللہ صاحب ساکن امروہہ مدار المہام رہے۔ منشی دھونکل سنگھ صاحب شاہجہان پوری نائب ریاست تھے۔ اور میر شجاعت علی صاحب ساکن سرسی محمود پورا اعلیٰ عہدہ دار تھے۔ نواب سید محمد سعید خاں بہادر خود بدایوں کی ڈپٹی کلکٹری سے تشریف لاکر تخت نشین ہوئے وہ اکثر بیرونی اشخاص کو ہمراہ لیتے آئے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالقادر صاحب مرادآبادی اور شیخ وجیہ الزماں صاحب ساکن اودھ خاص معتمدین ریاست میں تھے۔ سفارت وغیرہ کے نازک ترین کام ان ہی حضرات سے لیے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ شاہ محمد صاحب ساکن مرادآباد نائب ریاست تھے اور حکیم سعادت علی خاں صاحب ساکن آنولہ جنرل فوج تھے۔ اور بعد کو مدار المہام مقرر کیے گئے۔ نواب سید یوسف علی خاں بہادر کو اپنے عہد حکومت میں سب سے زیادہ بھروسہ حکیم سعادت علی خاں صاحب پر تھا۔ اور حکیم صاحب نے بھی وفاداری و خوش تدبیری کی انتہا کردی۔ مصنف اخبار الصنادید کی رائے ہے کہ حکیم سعادت علی خاں کی ہی کوشش تھی جس سے نواب یوسف علی خاں بہادر نے باوجود مصائب غدر کے اپنی ریاست پر حکومت جاری رکھی۔ یوں تو ہر عہد میں نظم و نسق کی ذمہ داری بہت کچھ بیرونی اشخاص پر رہی۔ لیکن نواب سید

کلب علی خاں بہادر کے عہدِ حکومت میں بیرونی اہلِ کمال سے رام پور بھر گیا تھا غدر نے دہلی و لکھنؤ کی تباہی مکمل کر دی۔ دونوں جگہ علماء و فضلاء و شعراء و اطباء و کملا و صناع موجود تھے۔ جن کو رام پور کے سوا ملجا و ماوا نظر نہیں آیا۔ جوق جوق کاملینِ علم و فن رام پور آ پہونچے۔ اور ہر شعبہ میں بہتر سے بہتر شخص نظر آتا تھا اخبار الصنادید جلد دوم کے صفحات ۲۰۲ لغایت ۲۱۰ میں ان نامور ملازمین ریاست کی فہرست درج کی گئی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں بھی ایک ضمیمہ ایسے بیرونی ملازمین کا میں نے مرتب کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہی کہ صوبۂ یو۔ پی کے چمنستان کا عطر نواب خلد آشیاں نے رام پور میں رکھ لیا تھا۔ عالم، فاضل، طبیب، شاعر، سیاست داں، مرثیہ خواں، سپاہی، خوشنویس رکاب دار، باورچی، گوئے و داستاں گو غرضکہ ہر شعبہ کا کامل رام پور میں موجود تھا۔ بعض اب تک موجود ہیں۔ واقعاً رام پور کے تمدن میں اس اجتماع خصوصی سے انقلاب عظیم ہو گیا جس کا اثر اب تک جاری ہے زمانۂ قریبہ میں بھی عنان حکومت متواتر بیرونی حضرات کے ہاتھ میں رہی۔ نواب سید مشتاق علی خاں بہادر کے عہد میں اور نیز جنت مکاں کے ابتدائی دور میں جنرل عظیم الدین خاں صاحب نے بڑے شد و مد سے حکومت کی۔ مرحوم نجیب آباد کے رہنے والے تھے۔ پھر عہدہ مدار المہامی پر نواب محمد اسحاق خاں صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج و رئیس ضلع بلند شہر فائز رہے۔

ان کے بعد مولوی عبدالغفور صاحب ساکن ضلع میرٹھ اور آخر میں سر عبدالصمد خاں بہادر قدیم رئیس نجیب آباد چیف سیکریٹری اور حکومت کے ذمہ دار رکن رہے۔ اسی طرز انتخاب کو قائم رکھتے ہوئے خان بہادر مسٹر مسعود الحسن و مسٹر سید بشیر حسین زیدی کا تقرر عمل میں آیا۔

مدارالمہامی سے کمتر عہدوں پر بھی بیرونی اشخاص بکثرت ملازم رہے ہیں اور جاں نثاری کے ساتھ رام پور کی خدمت کرتے رہے۔ وہ لوگ جنہوں نے رام پور کو بہ لحاظ عمارات کی خوبصورتی کے ہندوستان کے نمایاں شہروں کی فہرست میں داخل کر دیا اور نیز وہ صاحبان جنہوں نے علوم کی روشنی سے رام پور کو منور کر دیا۔ بیشتر پردیسی تھے تفصیل ضمیمہ سے معلوم ہو سکیگی۔

بیرونی اشخاص کا رامپور سے روحانی و قلبی رشتہ۔

رام پور میں بیرونی و مقامی کی بحث کی قاطع ــــ پانچویں وجہ وہ روحانی تعلق اور علمی رشتہ ہے جو اہل رام پور اور بیرونی حضرات کے درمیان رہا ہے رام پور عرصۂ دراز سے علوم قدیمہ کا مرکز ہے۔ یہاں مدرسۂ عالیہ کے فیض سے صدہا رامپوری وغیر رامپوری حضرات سیراب ہوئے ہیں۔ رامپوری مدرسین نے بیرونی طلبا کو مستفیض کیا۔ اور بیرونی

اساتذہ سے رامپور والوں نے فیض حاصل کیا۔ یہ روحانی ودماغی
رشتہ ایسا زبردست ہوتا ہے کہ توڑے نہیں ٹوٹ سکتا شمس العلما
مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی۔ مولنا فضل حق صاحب خیرآبادی
مولنا محمد طیب صاحب ودیگر علماء نے جو روشنی رامپور میں پھیلائی
ہے۔ اس سے رامپور عرصہ تک منور رہیگا۔ اضلاع قرب وجوار ہی تک
نہیں بلکہ دور دور تک رامپور سے فیض یافتہ حضرات ہیں اور تھے۔
ہندوستان کے مایۂ ناز فرزند مسٹر جسٹس سید کرامت حسین جو ابتدا
میں محض عربی وفارسی کے علوم کی تحصیل میں مصروف رہے اور جوالعمر
فارغ التحصیل ہوکر انگریزی کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ رامپور ہی کے
بنائے ہوئے تھے۔ محض یو۔پی ہی نہیں بلکہ صوبۂ بنگال وپنجاب و
صوبۂ سرحدی تک رامپور کے فیوض علمی سے مالامال ہو رہے ہیں۔
تعلیم کے سلسلہ میں اسٹیٹ ہائی اسکول بھی لائق فروگذاشت نہیں ہے
اہل رامپور کو انگریزی سے اسی درسگاہ نے واقف کیا۔ اور آج
اسٹیٹ اسکول کے دوش بدوش رضا اسکول اور گرلس اسکول بھی
اسی طرح خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مدرسۂ عالیہ اسٹیٹ
ہائی اسکول ودیگر مدارس میں معلمین اور ماسٹرز یادہ تر بیرونی حضرات
رہے ان استادوں کی شفقت ومحبت نے رامپوری شاگردوں کے

قلوب میں وہ گنجایش ان کی طرف سے پیدا کر دی کہ خدمتی رشتہ پر بھی بعض اوقات فوق حاصل کر لیتی ہے۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے کہ رامپور کی خدمت میں غیر رامپوری لوگ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ بلکہ رامپور کو بسا اوقات اپنے وطن سے زیادہ عزیز رکھا۔ اور سچی وفاداری کے ساتھ اپنی زندگیاں رئیس و رعایا پر نثار کر دیں یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ۱۹۳۶ء میں رامپوری و غیر رامپوری کی بحث پیدا کی جائے اور صدیوں کے تعلقات کو مٹانے کی کوشش کر کے اپنوں کو غیر بنایا جائے۔

معاملہ و انصاف کی بات

چھٹی وجہ ایک اور ہے جس کی بنا پر رامپور میں ملکی و غیر ملکی کی بحث نہیں اوٹھائی جا سکتی۔ اہل رامپور بہ سلسلہ ملازمت و وکالت و تجارت و دیگر تعلقات اضلاع برٹش انڈیا سے اس قدر متمتع ہوتے رہتے ہیں کہ معمولی معاملت کے اصول کے ماتحت ان اضلاع کے باشندوں کو رامپور سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ بریلی و مرادآباد اہل رامپور کا وطن ثانی ہے۔ ان دونوں جگہ بالکل وطنیوں کی طرح اہل رامپور نظر آتے ہیں۔ بریلی و پیلی بھیت نے اپنا نمایندہ ایک رامپوری یعنی مولوی عزیز احمد خاں صاحب کو منتخب کیا۔ اور اپنی

طرف سے صوبہ کی اسمبلی میں بھیجا۔ صوبۂ متحدہ کے سات بڑے
شہروں نے سنٹرل اسمبلی میں نمایندگی ایک رامپوری بزرگ کے
حوالہ کی۔ جنہوں نے ان شہروں کے باشندوں سے زیادہ
ان کی حمایت کی۔ کیا یوپی کی اس فراخ دلی کا جواب رامپور
تعصب و تنگ دلی سے دے گا۔ ؟

رامپوری صاحبان جن سے برٹش انڈیا میں تعصب نہیں برتا جاتا ہے

اپنی محدود واقفیت کی بنا پر میں ذیل کے نام گنا سکتا ہوں جو رامپور کے باشندے ہوتے ہوئے برٹش انڈیا میں یا دیگر ریاستوں میں
ملازمت کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں اور جن کی قدر وہاں کے
دیسی باشندوں سے کم نہیں کی جاتی اور کسی قسم کا دیسی اور پردیسی کا
تعصب اُن سے نہیں برتا جاتا۔

مسٹر عبدالرشید خاں آئی۔ سی۔ ایس۔ خان بہادر مولوی
مقصود علی خاں ریٹائرڈ کلکٹر پیلی بھیت چیف منسٹر بنارس۔
مسٹر محمود خاں ڈی۔ ایس پی۔ مسٹر عبدالجمیل خاں ڈی ایس پی
مسٹر عبدالجلیل خاں ڈپٹی کلکٹر حال ہوم منسٹر رامپور

مسٹر مسعود خاں کوتوال بدایوں - صاحب زادہ محمود علی خاں سابق دیوان سچین - خان بہادر رمضان اللہ خاں ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر۔
خان بہادر فدا علی خاں صاحب مرحوم پروفیسر - سر عبدالصمد خاں بہادر منسٹر کشمیر - سر حشمت اللہ خاں بہادر ممبر کونسل گوالیار۔
کرنیل شہامت اللہ خاں صاحب افسر فوج گوالیار۔
مسٹر نیاز احمد خاں ڈی - ایس - پی - مسٹر وجاہت حسین پروفیسر
سید اشرف شاہ صاحب انسپکٹر پولیس - بابو رادھکا بہاری لعل صاحب پروفیسر - مسٹر جیتر بہاری لال صاحب سول جج۔
بابو کنور بہاری لال صاحب تحصیلدار - مسٹر مہابیر پرشاد صاحب پوسٹماسٹر - مسٹر کشن سروپ صاحب کورٹ انسپکٹر -
مسٹر کنور بہاری لال صاحب اکونٹنٹ پرائیویٹ سکریٹری ہز اکسلینسی گورنر یو - پی - مسٹر مہادیو سہائے لائبریرین لکھنؤ یونیورسٹی -
مولوی شمس الغنی خاں صاحب ایم - اے - ایل - ٹی سابق پرنسپل ٹیچرس ٹرننگ کالج اجمیر - حال وکیل اجمیر - مولوی عزیز احمد خاں ایڈوکیٹ -
شمس العلماء مولوی منور علی مدرسہ عالیہ کلکتہ و ڈھاکہ -

ان مخصوص ہستیوں کے علاوہ صدہا رامپوری صاحبان چھوٹی ملازمتوں پر برٹش گورنمنٹ میں ہیں - یو - پی کے ضلعوں میں کوئی ضلع

غالباً ایسا نہ ہوگا جہاں رامپور کے جوان پولیس میں نہ ہوں۔ مرادآباد بریلی، بدایوں میں تو بڑی تعداد میں پولیس کانسٹبل رامپور والے ہیں علاوہ ملازمت کے دیگر قسم کے تعلقات بھی رامپوری صاحبان کے اضلاع متصلہ سے ہیں۔ وکالت و تجارت۔ زمینداری و کاشتکاری کے ذریعہ اہل رامپور ان ضلعوں میں کافی فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ جب یوپی اور خصوصاً اضلاع متصلہ رامپور سے اپنی موالست و اتحاد کا ایسا زبردست ثبوت دے رہے ہیں تو رامپور کے اندر دیسی و پردیسی کی بحث پیدا کرنا نہ منطق کے موافق ہے نہ قانون کے نہ اخلاق کے اور نہ اصول معاملت کے۔ یہ جذبات چھیڑ چھاڑ جس قدر جلد ترک کی جائے فریقین کے لیئے بہتر ہے۔ صرف سنجیدگی سے غور کر کے رائے قائم کرنے کی ضرورت ہے

میرا مطلب یہ نہیں کہ رامپور میں ہر جگہہ پر بیرونی شخص بھر دیئے جائیں بلکہ قابلیت اور خیر طلبی سرکار کو معیار بنائیے ہوئے بلا امتیاز وطن کی ملازمت ملنا چاہیئے۔

شیعہ و سنّی کی بحث

دیسی و پردیسی کے امتیاز سے زیادہ تکلیف دہ بحث شیعہ و سنّی کی ہے جو رامپور میں کچھ عرصہ سے سننے میں آئی۔ سنّی و شیعہ کے

اختلافات ہر جگہ قابل افسوس ہیں خصوصاً رام پور میں۔ رام پور ایسی جگہ ہے جہاں کم از کم حکمراں خاندان میں تشیع و تسنن مخلوط رہا ہے۔ اور ساری ریاست میں دونوں فرقوں کے مابین اختلاف کبھی نہیں رہا۔ ایک دوسرے کے محسوسات کی وقعت کرتے رہے اور معاشرتی تعلقات نہایت خوب رہے۔ منجملہ فرمانروایان سابق کے نواب سیّد احمد علی خاں بہادر۔ نواب سیّد محمد سعید خاں بہادر و نواب سیّد یوسف علی خاں بہادر شیعہ تھے اور اپنے مذہبی ارکان بھی آزادی سے ادا کرتے تھے۔

اخبار الصنادید کے صفحات ۸۱ و ۹۲ و ۱۲۳ پر ان کے عقائد کی تفصیل درج ہے۔ دیگر نوابین میں بعض کے اہل تشیع ہونے کا یقین کیا جاتا ہے۔ ان صاحبان کی اولاد میں اور ازواج میں شیعہ بھی تھے اور سنی بھی۔ لیکن مذہبی اختلافات کبھی نمایاں نہیں ہوئے۔ جناب جنت مکان ایسے غالی شیعہ تھے کہ اپنے مذہبی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے بسا اوقات مناظرہ تک پہنچ جاتے تھے۔ ہمارے موجودہ سرکار کبھی کسی معاملہ میں کسی کی دل شکنی گوارا نہیں فرماتے اور مذہبی چھیڑ چھاڑ کے قریب نہیں آتے بلکہ مذہبی امتیاز و مغائرت کو حتی الامکان مٹانا چاہتے ہیں۔ میں نے امسال محرم میں دیکھا کہ زمانہ سابق سے جو مخصوص شیعہ مراسم امام باڑے میں ہوتے تھے ان میں بھی ترمیم کر کے وسیع الخیالی کو رواج دیا گیا۔ ہز ہائنس کے کسی فعل سے مذہبی بنیاد پر ترجیح یا تخصیص کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔ امسال ۸ محرم کی حاضری کے دسترخوان پر قلعہ کے اندر

امام باڑہ میں شیعہ و سنّی صاحبان کو یکجا دسترخوان پر بٹھانا عدیم المثال کارروائی ہز ہائنس کی ہے

ملازمت سرکاری میں شیعہ

عموماً لوگ تحقیق کی تکلیف گوارا نہیں کیا کرتے اور کوئی بات خواہ کیسی ہی بے بنیاد ہو ایک مرتبہ شہرت پذیر ہو جائے تو اُس شہرت میں ترقی ہوتی جاتی ہے تاوقتیکہ اُس کی باقاعدہ تردید نہ کیجاوے۔ رامپور میں تحریک سیاسی بعض مخصوص لوگوں نے کرائی اور اب کچھ عرصہ سے خود اُن صاحبان نے تو اپنے طریقہ میں تبدیلی کر لی لیکن دوسرے اُن کی جگہ پر آ گئے۔ تحریک دلچسپ اور مقبول بنانے کے لئے بعض باتیں تراشی گئیں۔ اُن میں سے ایک شیعوں کے ساتھ ترجیحی برتاؤ کی شکایت بھی تھی۔ چنانچہ عام خیال پیدا ہو گیا کہ ملازمت سرکاری میں شیعوں کو غیر واجبی حصہ ملتا ہے۔ یہ قطعاً غلط ہے اور اُس کے متعلق مجھے اندیشہ ہے کہ مخالفین ریاست کی طرف سے بالقصد غلط پروپیگنڈا کیا گیا۔ چنانچہ ایک مطبوعہ کتاب میں از سرتاپا بے بنیاد باتیں درج کر دی گئیں۔ میں نے ۱۹۳۰ء کے یعنی ہز ہائنس نواب سر سید حامد علیخاں بہادر جنت مکان کے آخر عہد کے اور نیز عہد موجودہ کے شیعہ ملازمین کی فہرستیں حاصل کی ہیں حال کی فہرست جو نومبر ۱۹۳۹ء تک کی ہے ضمیمہ ۲ میں درج کر دی ہے۔ جس سے نام بنام شیعہ ملازمین کی تفصیل تنخواہ و عہدہ و مدت معلوم ہوتی ہے۔ عہد سابق میں یعنی ۱۹۳۰ء میں ملازمین ریاست کی تعداد بلحاظ مذہب کے حسب ذیل تھی:۔

اہلسنت	شیعہ	ہنود	میزان
۷,۶۳۵	۳۲۸	۲,۹۶۴	۱۰,۹۲۷

عہد موجودہ میں ۱۹۳۹ء میں تعداد ملازمین تقریباً گیارہ ہزار کی بجائے چھ ہزار بیاسی ہے حکومت موجودہ نے کفایت شعاری پر عمل کر کے غیر ضروری محکمے شکست کر دیئے اور مختلف محکمہ جات میں ملازمین کی تعداد گھٹا دی ہے ان ۶۰۸۲ میں صرف ۱۲۹ شیعہ بوقت تیاری فہرست تھے اور اب تخفیف مزید کے بعد صرف ۱۲۶ رہ گئے ہیں گویا فی الحال تقریباً ۲½ فیصدی شیعہ ہیں! کیا یہ خفیف تعداد کسی طرح قابل لحاظ ہے؟ ان ۱۲۶ شیعہ ملازمین میں ۱۸ مخصوص اداراتِ مثل مقبرہ و امام باڑہ وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جملہ ملازمین میں ۸۷ عہد سابق سے ہیں۔ موجودہ ملازمین میں صرف ۳۹ شیعہ ایسے ہیں جو عہد موجودہ کے زمانہ دس سال میں ملازم ہوئے ہیں۔!!

بلحاظ حیثیت کے انہیں سے ۱۰۳ چھوٹی ملازمتوں پر ہیں جنکی تنخواہ پچاس روپیہ سے متجاوز نہیں ہے۔ ان میں سے زیادہ تر چپراسی۔ فراش۔ خدام امام باڑہ وغیرہ ہیں۔ کُل ریاست میں ۲۳ ملازمین قابل ذکر شیعہ ہیں اور ریاست میں کل آبادی ساڑھے چار لاکھ سے زیادہ ہے یعنی ۴۶۴۹۰۹ ہے جن میں شہر و مفصلات میں شیعہ بھی آباد ہیں۔!!!

یہ حقیقت ہے شیعوں کی ملازمت کی رامپور میں یوں تو مذہب کو بنیاد استحقاق ملازمت بنانا بالکل غلط ہے کسی شخص کو عقائد مذہبی کی بنا پر نہ ملازم رکھنا چاہئے اور نہ ملازمت سے محروم کرنا چاہئے۔ معیار ملازمت ذاتی قابلیت اور سرکاری اعتماد ہو سکتا ہے ذرا غور سے دیکھا جائے تو رامپور کے دور حاضر میں شیعہ ملازمین میں حد سے زیادہ کمی کر دی گئی ہے۔ نواب جنت مکان کے عہد میں شیعہ ملازمین کی تعداد ۲۸۳ تھی اور کل ملازمتوں میں ان کی نسبت ۳ فیصدی تھی۔

اب اس تعداد میں ۲۰۲ کی کمی ہوگئی ہے اور موجودہ میزان ملازمین میں شیعوں کا تناسب ڈیڑھ فیصدی کے قریب ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ امر واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ بہت سے شیعہ ملازمین جنھوں نے نمایاں خدمات ریاست میں کیں اور بوجوہ مختلف ماضی قریب میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے انکی جگہ پر یا اس جیسے کسی دوسرے عہدہ پر شیعہ کا تقرر نہیں ہوا۔ چند نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

منشی شبیر علیخاں صاحب (ڈپٹی سکریٹری چیف منسٹرس آفس) کپتان آغا ذاکر حسین صاحب (اے۔ ڈی سی) مولوی محمود حسن صاحب (پروفیسر مدرسہ عالیہ) خان بہادر سید ابو محمد صاحب (ریونیو منسٹر) خان بہادر سید محمد عباس زیدی صاحب (ریونیو سکریٹری) سید معقول احمد صاحب (سکریٹری کونسل آف اسٹیٹ) سید حامد حسین صاحب (افسر جنگلات) سید تنویر حسین صاحب (سپرنٹنڈنٹ باغات) مسٹر باقر علیخاں (سپرنٹنڈنٹ ڈیولپمنٹ) منشی شوکت علی صاحب (محافظ دفتر)

جب کوئی گروہ پہلے ہی سے ملازمت میں کم ہو تب مزید کمی اسکو زیادہ محسوس ہوتی ہے اسی وجہ سے رامپور میں شیعوں کو کچھ عرصہ سے شکایت ہے کہ انکو خواہ مخواہ نظر انداز کیا جارہا ہے بہرحال ملازمت میں شیعوں کی زیادتی واقعہ کے خلاف ہے اور اس کو وجہ شکایت نہیں بنانا چاہیئے۔

مسٹر زیدی کی چیف منسٹری اور دیگر ریاستوں میں منسٹر و عہدہ داران

کوئی گورمنٹ بھی ہو منسٹروں کا تقرر صرف ایک اصول کے ماتحت ہوتا ہے یعنی یہ کہ اس گورمنٹ کی پالیسی و طریقہ عمل سے پوری ہمدردی وزیر کو ہو۔ فرمانروا و وزراء

کے مابین مکمل اتحاد عمل اگر نہ ہو اور عہدہ داران کو فرمانروا سے خلوص و وفاداری نہ ہو تو گورنمنٹ کا جاری رہنا محال ہے۔ ہر سلطنت ہر صوبہ ہر ریاست میں یہی ایک طریقہ حکومت کا ہے کہ معتمد ترین شخص وزیر اعظم ہوگا۔ اور اس سے متحد الخیال چند اشخاص اسکے مددگار ہو کر کیبنٹ بنائینگے۔ اگر باہمی اتحاد و خلوص مفقود ہو تو وہ گورنمنٹ سکون کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔ قدم قدم پر اس کو مصیبت کا سامنا ہوگا۔

زیدی صاحب کا تقرر چیف منسٹری پر اس وجہ سے ہوا کہ وہ سرکار کے معتمد ترین شخص ہیں اُن کا شیعہ ہونا باعث ملازمت نہیں ہے اور انکی حکومت کو شیعہ حکومت کہنا سخت غلطی ہے زیدی صاحب خاص مذہبی رجحانات نہیں رکھتے اور کسی معاملہ میں کبھی بھی مذہبی تعصب کے قریب نہیں آتے بلکہ تعلیم یافتہ لوگوں میں جیسی وسیع الخیالی ہوتی ہے ان میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ انکی رفیقۂ حیات بھی حنفی المذہب ہیں۔ اس لئے اُن سے مذہبی تعصب کا اندیشہ کرنا بیجا ہے۔ زیدی صاحب کو اس منصب پر انکی غیر معمولی ذہانت و قابلیت نے اور اس سچے خلوص نے جو انکو سرکار سے ہے پہنچایا ہے۔ کوئی فرمانروا تقرر وزراء کے وقت وزیر کے عقائد مذہبی کا لحاظ نہیں کرتا۔ میسور جیسی وسیع و عظیم ہندو ریاست کے چیف منسٹر سر مرزا محمد اسمٰعیل شیعہ ہیں۔ بنارس اسٹیٹ میں جسکا دارالحکومت ہنود کا مقدس ترین تیرتھ ہے خان بہادر سید علی ضامن مسلمان و شیعہ چیف منسٹر ہیں کشمیر جیسی ہندو ریاست میں سر عبدالصمد خان بہادر منسٹر ہیں۔ اور خیرپور سندھ شیعہ ریاست کے چیف منسٹر خان بہادر مولوی حاجی سید اعجاز علی صاحب اہلسنت ہیں۔ ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست حیدرآباد کے وزیر اعظم سر سکر

اکبر حیدری شیعہ ہیں۔ غرضکہ منسٹری پر یا کسی عہدہ پر تقرر کے وجوہات دوسرے ہوتے ہیں وہی اصول رامپور میں ہے اور ہونا چاہئیے شیعہ ہونا یا نہ ہونا نہ باعث ملازمت ہو سکتا ہے اور نہ مانع ملازمت۔

شیعوں میں عموماً خواندہ و ملازمت پیشہ لوگ زیادہ رہتے ہیں اس لئے حیدرآباد و کشمیر و پٹیالہ و گوالیار و بھرتپور میں بہت سے شیعہ اعلیٰ عہدوں پر موجود ہیں برٹش انڈین اضلاع میں بھی ملازمت میں شیعوں کا حصہ بلحاظ تناسب آبادی زیادہ ہے اور بہت زیادہ ہے جتنے مسلمان کسی ضلع میں ملازم ہوتے ہیں اسمیں تناسب آبادی سے کہیں زیادہ شیعہ ملازم ہوتے ہیں اسکے مقابلہ میں رامپور میں شیعہ ملازمین کی تعداد اسقدر کم ہے کہ اس ضمن میں نکتہ چینی بالکل فضول ہے بعض معترضین بلا وجہ ڈھول میں قلعہ بناتے ہیں اور بغیر تحقیق کئے ہوئے بے بنیاد باتیں زبان و قلم سے نکال دیتے ہیں۔ اگر رعایا کے مذہب کی بنیاد پر ملازمتوں کی تقسیم ریاستوں میں ہو تو حیدرآباد جیسی اسلامی ریاست میں ہندو کو پچانوے فیصدی حصہ سرکاری ملازمت میں دیدیا جائے۔ اور تمام وزراء ہندو ہوں اور شاید حکومت وہاں کے عالی دماغ فرمانروا کے منشا کے موافق نہ چل سکے۔ کسی حکومت میں دخیل ہونے کے لئے اس سے تعاون پیدا کیجئے اور اسکا اعتماد حاصل کیجئے ورنہ آستین میں سانپ کوئی نہیں پالتا ہے۔

ممالک اسلامی میں شیعہ و سنی

ساڑھے تیرہ صدی کے پرانے اختلافات عقیدہ کو کوئی مٹا نہیں سکتا لیکن اختلافات کو جداگانہ قومیت کی بنیاد قرار دینا سخت غلطی ہے۔ اور شجر اسلام کو کھوکلا کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ ہر ہوشمند قوم

اس قسم کے امتیاز مذہبی کو ہلکا کر رہی ہے۔ عرب ایرانی کی زبان سے آجکل ایسے اختلاف عقائد کا تذکرہ آپ سن نہیں سکتے۔ مسلم سلاطین اپنے عمل سے اس اختلاف کو نیست و نابود کر رہے ہیں۔ دنیا کی اسلامی سلطنتیں اب ایک متحدہ محاذ پیدا کر رہی ہیں۔ ترکی و عرب و مصر و ایران و افغانستان و عراق باہم متحد ہو کر اپنی قوت و سطوت کو غیروں پر ثابت کر رہے ہیں۔ حال میں ایک تجویز درپیش ہے کہ ان سلطنتوں کو اس درجہ متحد ہو جانا چاہیئے کہ انکی مشترکہ فوج قائم ہو جائے۔

بادشاہ مصر یعنی شاہ فاروق سنی ہیں اور ایسے سنی کہ عنقریب ہیں انکو خلیفۃ المسلمین منتخب کیا جاتا تھا۔ انکی ملکہ شیعہ ہیں۔ اور شاہ کی ہمشیرہ شہزادی فیضیہ کی شادی کتخدائی شیعہ شاہزادہ ولیعہد ایران سے ہوئی ہے اور ان دو ممتاز سنی و شیعہ سلطنتوں میں رابطہ اتحاد مستقل قائم ہو گیا ہے۔ سلطنت ایران میں اگر کوئی شخص شیعہ و سنی کا امتیاز ظاہر کرے تو وہ قانونی جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسلامی ممالک میں شیعہ و سنی کے مابین یکجہتی ترقی کر رہی ہے اور ان کا باہمی اتحاد غیروں کو مرعوب کر رہا ہے۔ دنیا ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہنچ گئی مگر ہندوستان میں مسلمانوں کے یہ دو عظیم الشان فرقے پارینہ اختلافات کو دہرا کے اور آپس میں کٹنے مرنے میں مصروف ہوں اور قوت و حیثیت کو فنا کرنا چاہیں۔ یہ کسقدر دلخراش ہے۔ کسی اور غرض سے نہیں تو شان اسلام قائم رکھنے کی خاطر اس خانہ جنگی سے بچنا چاہیئے

فرمانروا کے مذہب سے رواداری

ظاہر ہے کہ ہز ہائنس شیعہ ہیں اور اپنے عقائد کے پابند ہیں۔ مگر بعض اوقات امور میں ایسی ایسی خفیف باتوں پر اعتراضات شائع کیے جاتے ہیں کہ بیرونی اہل الرائے انکو سنکر مضحکہ بنائیں۔ مثلاً

یہ کہ افطار کے وقت وہ توپیں چلتی ہیں اول اہلسنّت کی اطلاع کی غرض سے اور اس سے چند منٹ بعد شیعوں کے لئے۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ شیعوں والی توپ تیز آواز سے ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بات ذرا بھی صحیح نہیں ہے۔ مگر پروپیگنڈہ میں داخل ہوگئی ہے۔ اسی طرح یہ کہا جاتا ہے کہ یوم عاشور کو مقامی کربلا میں میلا کیوں نہیں لگتا ہے اور بازار کی دوکانیں کیوں بند رہتی ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے عرض کرنا یہ ہے کہ معمولی اخلاق کا تقاضہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے اعتقادات و محسوسات سے رواداری برتیں تو فرمانرواکے جذبات دینی کا احترام بدرجہ اولیٰ لازم ہے۔ مذہبی معاملات میں رواداری اور وسیع الخیالی ہونا چاہیئے۔ ہمارے والیئے ملک شیعہ ضرور ہیں مگر اپنے کسی عمل سے مختلف العقائد اشخاص کو کسی شکایت کا موقعہ نہیں دیتے ہیں۔ عزاداری اور شیعوں کے دیگر مراسم مذہبی رامپور میں ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں اور عزاداری تو ایسی چیز ہے جس میں بعض اہلسنّت شیعوں سے آگے ہیں۔

سابق مہاراجہ صاحب گوالیار تو ہندو ہو کر تعزیہ داری وغیرہ پر ہزارہا روپیہ خرچ کرتے تھے اور برہنہ پا جلوس کے ساتھ جاتے تھے۔ گوالیار میں اب تک ریاست کی طرف سے ہزاروں روپیہ سالانہ عزاداری میں صرف ہوتا ہے۔ ہز ہائنس نواب سیّد احمد علی خاں بہادر کی مجالس و تعزیہ داری کی تفصیل آثار الصنادید جلد اوّل صفحہ ۱۸۷ پر مذکور ہے اور نواب جنّت مکان کی عزاداری ہم سب نے دیکھی ہے۔ اب ریاست نے اس مد میں بہت کمی کردی ہے۔ ان امور کو وجوہ شکایت اور بنیاد اختلاف نہیں بنانا چاہیئے۔

شیعہ و سنی کا چولی و دامن کا ساتھ ہے | بعض مقامات ایسے ہیں جہاں اختلاف
عقیدہ مسلمانوں کے درمیان وسیع خلیج پیدا کر سکتا ہے۔ تاہم روہیلکھنڈ میں اکثر جگہوں
پر ایک ہی خاندان میں شیعہ و سُنی مخلوط نظر آتے ہیں اور میرا تو مستحکم خیال ہے کہ شیعہ و
سُنی کی مناکحت حقیقی اتحاد ان دونوں فرقوں میں پیدا کرے گی میں خود اس پر عامل ہوں
اور اس کے خوش گوار نتائج دیکھتا ہوں۔ ہمارے زیدی صاحب بھی عملاً اس اصول
کے معترف ہیں۔ رامپور میں شیعہ فرماں روایان کے معتمدین اکثر اہل سنت رہے اور
سُنی نوابان صاحبان کی ملازمت میں بہت سے شیعہ رہے۔ ہندوستان کی سلطنت
اسلامیہ میں شیعہ وزراء نام آور رہے شہنشاہ اکبر کی حکومت کے درخشاں ستارے
فیضی و ابوالفضل تھے۔ بیرم خاں کا اثر و تدبر اور خدمات سلطنت مشہور ہیں شہنشاہ اورنگزیب
جیسے پابند مذہب حنفی کے دست راست نعمت خاں عالی شیعہ تھے۔ سید حسین و سید عبداللہ
(سادات بارہہ) کے ناموں کے ساتھ بادشاہ گر" کا لقب چسپاں ہو گیا تھا۔ یہ
صاحبان ایک طرح سے ڈکٹیٹر تھے۔ دورِ حاضرہ میں بھی مسلمانوں کی پبلک لائف
شیعہ و سنی میں کوئی امتیاز نہیں کرتی۔ ہز ہائی نس سر آغا خاں مسلمانان ہند کے مسلم الثبوت
رہبر عرصہ تک رہے اور چالیس سال سے کیا کیا خدمتیں اسلام کی کر رہے ہیں مسٹر
سید امیر علی۔ سر سید علی امام۔ سید حسن امام۔ مہاراجہ صاحب مرحوم محمود آباد کے ساتھ
جو حُسنِ سلوک عامہ مسلمین کا رہا وہ ظاہر ہے۔ آج سارے ہندوستان کے مسلمانوں کی
رہبری جو ذات واحد کر رہی ہے وہ قائدِ اعظم مسٹر محمد علی جناح ہیں۔ اور ہمارے صوبہ

کے اندر راجہ صاحب محمود آباد۔ راجہ صاحب پیرپور اور سر سید رضا علی و سر سید وزیر حسن مسلمانوں کی خدمت میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں اور صدہا شیعہ اہل سنت کے ساتھ مل کر مختلف مقامات پر قوم و ملک کی خدمت کر رہے ہیں۔ غرضکہ سیاسیات میں یا سوشل تعلقات میں باہم شیعہ و سنی کے کوئی تفریق نہیں ہے تو رامپور میں اس مسئلہ کو کیوں تکلیف دہ صورت دی جاتی ہے۔

رامپور کے قدیم تعلقات شیعوں سے تاریخ بتاتی ہے کہ ریاست رامپور کے قیام و استحکام میں بھی شیعوں کا ہاتھ رہا ہے۔

صفحات ۳۳ لغایت ۷۰ کے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ رامپور کی ریاست نواب شجاع الدولہ بہادر والی اودھ نے کس طرح قائم کی اور بعد ازاں نہایت نازک موقع پر نواب آصف الدولہ والی اودھ نے رامپور کو مصائب سے بچا کر نواب سید احمد علی خاں بہادر کو سند مسند نشینی عطا فرمائی اور نو برس کی عمر میں ان کو تخت نشین کیا۔ اخبار الصنادید صفحات ۲۵۶ و ۲۷۶ پر تفصیل مذکور ہے۔ یہ والیان اودھ ابتدائً نواب وزیر کہے جاتے تھے اور حقیقتاً شاہان اودھ تھے۔ بعد کو شاہ کے لقب سے ملقب بھی ہو گئے۔ ریاست رامپور کی بنیاد قائم کرنے اس کو استحکام دینے اور قائم رکھنے میں شاہان اودھ کی کارگزاری نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔

تعصب کی وبا سے اندیشہ رامپور بہر حال روہیل کھنڈ کے ایک ضلع کی مثل ہے

یہاں جو عمل آپ کر رہے ہیں اُس کی تقلید یا تردید ضلاع متصلہ میں ہونا ضروری ہے مذہبی چھیڑ چھاڑ نے جن مقامات پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے وہیں تک اس وبا کو محدود رہنے دیجئے۔ اور خدا کے واسطے تعصب کی اس زہر لی گیس کو ہمارے روہیلکھنڈ سے دور رکھئے ہماری نازک حالت کو نازک تر نہ بنائیے۔

مسلمانوں کو بہت سی نئی اور پُرانی طاقتوں سے مقابلہ کرنا ہے۔ کیا کوئی ذی عقل مسلمان پسند کرے گا کہ خانہ جنگی کی مصیبت میں ہم پھنس جائیں۔ ایک اللہ پر ایمان رکھنے والے اور ایک رسول کے کلمہ گو بہر حال ایک اُمت میں ہیں اور نسلی امتیاز بلحاظ شیعہ و سُنی کے اُن میں نہیں ہے۔ زبان ایک۔ تمدن و معاشرت ایک اور اکثر اوقات خاندان تک ایک ہے وہ ایک دوسرے سے حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ اُن میں دو محاذ کیوں قائم ہوں مجھے اُمید ہے کہ رامپور جہاں آج کل تعلیم ترقی کر رہی ہے مذہبی رواداری میں زیادہ وسیع النظری اختیار کرے گا۔ ذرا نظر غائر سے ملاحظہ فرمایا جائے تو رامپور کی حکومت سے اگر شکایت کا موقع ہے تو شیعوں کو ہے۔ لیکن ہمیں اس بحث سے محترز رہنا چاہیئے۔

ماحصل | غرض کہ میں نے تین امور عرض کیے جن سے رامپور میں تحریک سیاسی کو پاک رکھنا چاہیئے۔ یہ تینوں تخریبی پہلو ہیں یعنی حکومت سے مخالفت، پردیسیوں سے بیزاری اور شیعوں سے تعصب۔ ان تینوں نقائص کی موجودگی میں سیاسی جدوجہد اہل رامپور کو فائدہ نہیں پہونچا سکتی۔ رامپوری اہل سیاست اپنے

طرز عمل پر توجہ کر کے ضروری اصلاح کریں۔ اور اپنے وطن کو حقیقی فائدہ پہونچانیوالی تدابیر اختیار کریں۔

محض ذاتی اغراض قابل قدر نہیں اس سلسلہ میں یہ بھی قابل گزارش ہے کہ سیاسیات میں رہبری کا حق صرف اُن صاحبان کو ہونا چاہیئے جو اپنی ذاتی غرض نہ رکھتے ہوں پبلک اور حکومت دونوں کا فرض ہے کہ خود غرض لوگوں کی ابلہ فریبی سے محفوظ رہیں یہ حقیقت بالکل آشکارا ہے کہ طالبان اصلاح میں بعض صاحبان ایسے ہوتے ہیں جن کے ذاتی اغراض ریاست سے وابستہ ہوں اور وہ دیگر طریقوں سے اپنی کوششوں میں ناکام ہو چکے ہوں یہی صاحبان شورش انگیزی کو حکومت پر دباؤ ڈالنے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ ان صاحبان کے مقاصد ذاتی جس وقت حاصل ہو جاتے ہیں وہ حکومت سے اتحاد عمل کر لیتے ہیں۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ زبردست پوسٹر شایع کرنیوالے دھواں دھار تقریریں کرنے والے اور بعض محرکین ابتدائی رشتہ کہ ایک شاندار مخالف کتاب کے ظاہری و باطنی مصنفین ریاست سے وابستگان کی صف میں آ گئے اور انکی رفتار و کردار میں زمین و آسمان کا فرق ظاہر ہو گیا۔ بالکل ممکن ہے کہ ان کی خیالات میں انقلاب ہو گیا ہو۔

میری ناچیز رائے میں حکومت کا یہ عمل بھی صحیح نہیں ہے کہ خطرناک لوگوں کو ملازمت میں قایم رکھے ۱۹۳۹ء کے بلوہ میں عام طور پر شکایت سُنی جاتی تھی کہ بعض نمک خوار ان سرکاریوں کو باقاعدہ مدد دے رہے تھے یعنی سرکار کے روپیہ سے بلوہ و فساد کا سامان مہیا کیا جاتا تھا! تاہم بظاہر یہ لوگ سرکاری ہوا خواہ ہوتے ہیں!!

میری یہ صاف گوئی ضرور ناگوار ہوگی لیکن میں کسی کی ذات سے بحث نہیں کرتا اصول پر پبلک و حکومت کو

متوجہ کرتا ہوں میری یہ صاف گوئی بعض صاحبان کو بُری معلوم ہوگی۔ راست گوئی ضرور تلخ ہوتی ہے تاہم واقعات خود بولا کرتی ہیں اور عوام کے دل سچی بات کو خواہ مخواہ قبول کرتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنی جائز یا ناجائز خواہشات کی تکمیل کیلئے حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں تو بھولے بھالے کم سمجھ لوگوں کو کیوں آلہ کار بنایا جاتا ہے سرکار کی عام رعایا کو کسی کی ہاں میں ہاں ملانے اور دوسروں کی آواز پر اپنا خون بہانے سے قبل اپنے نشیب و فراز پر نظر ڈالنا اور بھلائی برائی میں امتیاز کرنا ضروری ہے۔

نوجوانانِ رامپور سے خطاب | سیاسیات کا باب ختم کرنے سے قبل رامپور کے نوجوانوں سے دو لفظ بھی عرض کرتا ہوں ریاست کی آئندہ فلاح آپ پر منحصر ہے۔ آپ کے بزرگوں نے ۱۹۳۰ء تک ایک خاص قسم کی زندگی بسر کی جو استبدادی حکومت میں ہر جگہ ہوا کرتی ہے۔ ہز ہائی نس نواب سر سید رضا علی خان بہادر کی دس سالہ حکومت نے آپ کے سامنے ترقی کیلئے میدان کھول دیا ہے۔ آپ جدید دور کشمکش سے گزر رہے ہیں۔ قدرت نے آپکو عمدہ قویٰ اور صحیح دماغ عطا کیا ہے۔ آپکا فرمانروا اس دھن میں ہے کہ آپکو بام ترقی پر پہنچا دے اپنے نیک و بد میں تمیز کیجئے مواقع سے فائدہ اُٹھایئے سیاست و پالیٹکس کے صحیح معنی سمجھیے۔ اپنی اور اپنے وطن کی عزت میں مستقل اضافہ کیجئے رامپور کو اپنا سمجھیے اور حقیقی ترقی کی فکر کیجئے۔ دل آزار مباحث اور تباہ کن حرکات سے پرہیز کیجئے۔ بے بنیاد شکایات بے محل ہیں گریز کر کے ذاتی جوہر پیدا کیجئے۔ خود اعتمادی حاصل کر کے اپنی سرکار اور وزراء سرکار سے تعاون کر کے حالات موجودہ سے فائدہ اُٹھایئے۔ زمانہ کے ساتھ چلئے اور رامپور کو حقیقی عروج پر پہونچائیے۔ آج سے رامپور کی تاریخ کا ایک جدید باب کھول دیجئے اور دنیا کو دکھا دیجئے کہ رامپور اپنی والی ملک سے یکجہتی کر کے کیا کچھ کر سکتی ہے۔ مستقبل کو صحیح بنانا آپکے اختیار میں ہے

تکیہ کم کن از سپہر لاجورد   جز بگرد آفتاب خود مگرد
عالم موجود را اندازہ کن   در جہاں خود را بلند آوازہ کن
درگزر از رنگ و بوہائے کہن   پاک شو از آرزوہائے کہن
ایں کہن ساماں نیرزد با دو جو   نقشبند آرزوئے تازہ شو
باتو گویم اے جوانِ سخت کوش   چیست فردا؟ دختر امروز و دوش
ہر کہ خود را صبح امروز کرد   گرد او گردد سپہر گرد گرد
او جہاں رنگ و بو را آبروست   دوش ازو امروز و فردا ازوست   (اقبال)

باب چہارم

رام پور کا دورِ قدیم۔ اور دورِ جدید

رام پور کے نظم و نسق کی شان زمانہ سابق میں

اس بات کے معلوم کرنے کے لیئے کہ رامپور میں انتظامی حالت کیا ہے اور ہونا کیا چاہیئے۔ ہم کو والیان سابق کی حکومتوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے اور نیز برٹش ضلاع قریبہ کی حالت کا مقابلہ کرنا مناسب ہے۔ اُمیدیں وہی باندھنا چاہئیں جو قابل حصول ہوں ورنہ فردوس بریں کو اس دُنیا میں لے آنا کسی کے امکان میں نہیں ہے۔ رام پور میں شہریت کا آغاز نواب سید احمد علی خاں بہادر کے زمانہ کے آخر حصّہ میں یعنی آج سے تقریباً ایک صدی قبل ہوا۔ نواب صاحب موصوف کو جو خلوص دربار شاہ اودھ سے تھا۔ اس کی وجہ سے لکھنوی تمدّن کو رام پور میں دخل ہوا مگر شخصی حکومت کے جبر و تشدّد کی صحیح مثال وہاں نظر آتی تھی۔ اُس عہد کے نائب الریاست منشی دھوکل سنگھ کا قہر و استبداد ایسا تھا کہ اُس کے سُننے

سے آج بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک سید ذکریا شاہ نامی ساکن باغ کرم خاں نے بازار کا ٹھیکہ لیا۔ جب ان پر روپیہ ٹوٹا اور باقی کی سبیل نہ ہوسکی تو دھونکل سنگھ نے زرمطالبہ وصول کرنے کے لیے بہت سختی کرائی۔ یہانتک کہ گھڑے میں چونے کی گٹی بھروا کر ان کے سر پر رکھوایا۔ اور کھوپڑی پر ایک پیسہ رکھا۔ اور گٹی میں پانی ڈلوا دیا اور وہ پکنے لگی۔ حرارت سے پیسہ سر میں گھس گیا اور سید کی روح قالب سے پرواز کرگئی۔ اسی طرح کی صدہا مثالیں تواریخ میں اور عوام کی زبان پر ہیں۔ (اخبار الصنادید

نواب سید احمد علی خاں کی وفات کے بعد نواب محمد سعید خاں بہادر جو برٹش گورنمنٹ میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور دنیا کے نشیب و فراز سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ سریر آرائے حکومت ہوئے۔ آپ نے محکمہ جات قائم کئے۔ انتظام مالیہ کی نئی تدابیر کیں اور شہر کی درستی و صفائی پر بھی توجہ فرمائی۔ لیکن جابرانہ حکومت کی یہ شان تھی کہ "آہستہ آہستہ تمام خوانین و سرکردگان کو نیست و نابود کر دیا۔ اور ان کے بازو اس طرح توڑے کہ ہلنے کے قابل نہ رہے جلد ۲ صفحہ ۴۔

ان کے بعد نواب سید یوسف علی خاں بہادر کی حکومت ہوئی جن کے زمانہ میں ۱۸۵۷ء کا ہولناک غدر بھی واقع ہوا اور خیرخواہی غدر میں نواب صاحب کو نیا ملک اور جانشین کے انتخاب کا اختیار حاصل ہوا۔ یہ حصہ ملک علاقہ جدید

کے نام سے مشہور رہے۔

نواب یوسف علی خاں بہادر نے بڑی آن بان کے ساتھ حکومت کی لیکن خود مختاری کی یہ شان تھی کہ اپنی طبیعت کے خلاف کسی کی زبان سے ایک حرف سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

نواب ممدوح کے قائم مقام نواب سید کلب علی خاں بہادر ہوئے جنھوں نے صدہا بیرونیوں کو اپنی ملازمت میں رکھا۔ لیکن تنک مزاجی کی یہ حالت تھی کہ ایک مصاحب خاص کو خیرخواہانہ مشورہ دینے کے صلہ میں تنزل اور بعدہٗ قتل تک کے لیے آمادہ ہو گئے۔

اخبار الصنادید میں ذکر ہے کہ ایک بار اپنے خاص رفیق کار اور جان نثار اہلکار محمد عثمان خاں کو بہت دھمکایا اور فرمانے لگے کہ اگر تمھارا مزاج درست نہ ہوا تو یہ غرور کا اسباب تم سے الگ کرلیں گے تاکہ بگڑا ہوا مزاج اور مغرور دماغ ٹھیک ہو جائے اور تم اصلی حالت پر آجاؤ۔ نواب سید مشتاق علی خاں بہادر کا دور ایک ڈکٹیٹر شپ کا زمانہ رہا ہے جس میں نواب صاحب کے ذاتی ارادوں کو بہت کم دخل تھا۔ حقیقی کام کوئی اور کرتے تھے۔ تاہم جبر و تشدد کی کوئی حد نہ تھی۔ اس سے اگلا دور زیادہ تفصیل کا محتاج ہے۔ یہ عہد نواب سر سید حامد علی خاں بہادر جنت مکان کا عہد تھا جس کے دیکھنے والے موجود ہیں۔

جناب جنت مکان کا عہد حکومت اور آزادی

سچ کہا جاتا ہے کہ پبلک کا حافظہ ضعیف ہوتا ہے۔ لوگ گذشتہ باتوں کو بھول جاتے ہیں اور موجودہ زمانہ کو خواہ کتنا ہی اچھا ہو بُرا سمجھتے ہیں۔ حافظ شیرازی نے آج سے سات سو سال قبل بھی ؎

این چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم

تحریر کرکے اپنے زمانہ کی ایسی بدترین تصویر کھینچی ہے کہ بقول اُن کے بھائی کو بھائی سے محبت نہیں تھی۔ بیٹے اپنے باپوں کے بدخواہ اور لڑکیاں اپنی ماؤں سے جنگجو تھیں، باپوں کو اولاد سے شفقت نہیں تھی، نا اہلوں کی قدر تھی۔ اور قابلِ قدر لوگ مردود تھے۔ غرضکہ بقول حافظ جس زمانہ میں وہ بسر کرتے تھے بدترین تھا۔ اسی طرح ہر شخص اپنے زمانہ سے نالاں نظر آتا ہے عموماً زمانۂ ماضی کو حال سے بہتر کہا جاتا ہے۔ مگر بدیہات کو جھٹلانا عقلا کا کام نہیں ہو سکتا۔

جناب جنت مکان کے عہد کو نو سال کے قریب ہونے آئے۔ اس عہد کے واقعات عوام کے حافظہ میں تازہ ہیں۔ تقرر یا موقوفی، بخشش ضبطی، جزا یا سزا، حتیٰ کہ زندگی یا موت، ریاست رامپور کے اندر ایک شخص واحد کی رائے پر منحصر تھی۔ کوئی شخص علانیہ یا خفیہ حکومت

کے خلاف بلکہ ہز ہائینس کے ذاتی منشاء کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکال سکتا تھا۔ آزادی تقریر و تحریر تو درکنار رپرائیویٹ صحبتوں میں بلکہ اپنے گھروں کے اندر بھی کوئی شخص حق نہیں رکھتا تھا کہ رئیس یا ریاست کے خلاف کچھ بھی کرسکے یا کہے یا وہم بھی کرسکے۔

"گلے ہے بسلامے برنجند دگاہے بہ دشنامے خلعت دہند" کی صحیح تصویر رام پور میں نظر آتی تھی

نواب سید حامد علی خاں بہادر نہایت اولوالعزم ہا بڑے مدبّر اور اعلیٰ درجہ کے مُخیّر تھے۔ اور اونھوں نے قدرت کی طرف سے خاص دماغ پایا تھا۔ لیکن ان کی حکومت کو آزادی سے اتنا بھی قرب نہ تھا جتنا کہ آسمان کو زمین سے ہے۔

عہد جنت مکان میں خودمختاری کی شان

جناب جنت مکان کے عہد میں کسی کی مجال نہیں تھی کہ اُن کی شخصی رائے اور ذاتی خوشنودی کے خلاف کچھ کرسکے اور رام پور میں رہنے والوں کو ہر لحظہ اپنی جان و آبرو کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ دو واقعات جو اُس عہد کے جبر و استبداد کے حقیر نمونے ہیں عرض کرتا ہوں۔ میرے ایک عزیز دوست نے جو رام پور کے قدیم ساکن تھے انگریزی علاقے کے ایک شہر میں جہاں وہ سکونت پذیر تھے سیاسی تقریر کی جو ایسی نہ تھی کہ برٹش حکام خود گرفت کرسکتے

اِن حکّام نے ہز ہائنس کو شکایت لکھ بھیجی - اِس تقریب کا کوئی بعید ی تعلق بھی رام پور سے نہ تھا - ہز ہائنس مرحوم نے ان صاحب کو بلا بھیجا اور بغیر وجوہات بتلائے ہوئے اور بغیر جواب لیئے ہوئے اُن کے رویہ پر اظہار ناراضگی فرماکر حکم دیا کہ "مُکّے لگائے جاؤ" ایک فوجی افسر تعمیل حکم کرانے پر متعین کر دیا گیا یہ بیچارے حکماً و جبراً پتھر کے فرش کو دونوں ہاتوں سے برابر کوٹتے رہے - اس حکم کی نہ کوئی اپیل تھی نہ نگرانی، نہ میعاد سزا معیّن تھی - گھنٹوں کے بعد حکم صادر ہوا کہ اِن کو بُرج میں داخل کر دو - اس قید خانہ میں ایک تعلیم یافتہ بی - اے ایل - ایل - بی - عرصہ تک رہا - نہ کوئی فرد جرم لگائی گئی نہ صفائی کا موقعہ ملا - آخر کار بعض ذی اثر حضرات کے توسّل سے رہائی کی نوبت پہنچی - خود مجھ پر جو گزری وہ بھی کم حیرت انگیز نہیں ہے - میں بدایوں کی سب ججی میں ایک مقدمہ میں گواہ سے جرح کر رہا تھا - اثنا ء جرح میں مجھے ایک ایسی ذات کے متعلق چند سوالات کرنے پڑے جن سے ہز ہائنس مرحوم کو خاص وابستگی تھی مقدمہ کا ذرہ بھر تعلق ہز ہائنس سے نہ تھا - اور میں نے کوئی ایسا سوال نہ کیا تھا کہ قانوناً قابلِ اعتراض ہوتا - خدا نخواستہ ریاست یا رئیس کے خلاف کوئی حرکت مجھ سے سرزد نہیں ہوئی تھی - تاہم کسی کارمرج سے ایک صاحب نے مخبری کردی کہ میرے سوالات جرح حدِ تہذیب تک پہنچتے تھے - بغیر تفتیش کیئے اور بغیر جواب لیئے مجھ پر عتاب نازل ہوگیا

میرا داخلہ ریاست میں ممنوع فرمایا گیا۔ اور میرے ایک رشتہ دار جو برسوں سے ملازم تھے اور سلامت روی و وفاداری کے ساتھ، خدمت کر رہے تھے یک قلم موقوف کر دیئے گئے۔ ایسے واقعات ہزاروں کی تعداد میں آج بیان کئے جا سکتے ہیں۔ میں نے محض "مشتے نمونہ از خروارے" عرض کیا ہے۔ عموماً ذرا سے عتاب میں جائداد و عزت و آبرو و ملازمت سے کسی کو محروم کر دینا بالکل آسان تھا۔ لاتعداد ایام تک مقید رہنا اور بعض اوقات معمولی قصور کا عوض اتلاف جان کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ جو خاندان یا افراد ریاست یا رئیس کے خلاف ہوتے تھے وہ خواہ فنا کر دیئے جاتے یا ریاست کے حدود سے باہر پھینک دیئے جاتے تھے

جنت مکان اپنی مرضی کے خلاف ریاست کے اندر کوئی کام دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اِن کی حکومت صحیح معنی میں شخصی حکومت تھی اور رامپور میں رہ کر کوئی شخص آزادی کا خیال و گمان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مولانا شوکت علی صاحب مرحوم اور میرے محترم مولانا محمد علی صاحب مغفور کو بوجہ حریت پسندی کے جنت مکان کے زمانہ میں جو دقتیں آئے دن پیش آتی رہیں وہ مرحومین کی زبانوں سے لوگوں نے سنی ہیں اور مجھے بھی کچھ معلوم ہیں۔ اگر برٹش انڈیا کے وہ مقامات جن سے آج اہلِ رامپور غیریت کا اظہار

کرتے ہیں ان دونوں بزرگوں کو اپنے ہموطنوں سے زیادہ نہ سمجھتے تو **محمد علی شوکت علی** کے نام ہندوستان کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک مشہور نہ ہوتے۔ ان رامپوری بزرگوں کو اُن "پردیسیوں" ہی نے چار چاند لگائے۔

دورِ جدید

۲۰ر جون ۱۹۳۰ء کو جناب جنّت مکان نے رحلت فرمائی، اور ہز ہائینس نواب سیّد رضا علی خاں بہادر سریر آرائے حکومت ہوئے۔ آپ کا سن اُس وقت صرف ۲۴ر سال کا تھا۔ نوعمری و ناتجربہ کاری کی وجہ سے عموماً خود مختار نوجوان میانہ روی سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور افراط و تفریط میں مبتلا ہو جاتے ہیں معمولی اُمرا اور وسا کے لڑکوں کو دیکھا گیا ہے کہ اختیارات حاصل ہونے پر حد سے تجاوز کرنے لگتے ہیں جس کی ذمہ داری اون کے گرد و پیش کے لوگوں پر بھی ہوتی ہے۔

ولیعہدی کے زمانہ میں تحصیل علوم اور سفر ممالک متمدنہ کے وہ مواقع جن کے آپ مستحق تھے آپ کو نہیں مل سکے تخت نشینی کے بعد آپنے یورپ وغیرہ کا سفر کیا ہے باوجود اس کے اپنی خداداد جفاکشی، انہماک و ذہانت کی بدولت ہز ہائینس نے اپنے والد ماجد کے آخر عہد میں ریاست کے کاموں کا بہت بار اپنے شانوں پر اوٹھا لیا تھا۔

ذی اختیار ہونے کے بعد ایک دور انقلاب ہونا چاہیئے تھا۔
اور ہوا۔ ہز ہائنیس کی حکومت کے ابتدائی تین سال اوتنے درخشاں
نہیں تھے جتنے کہ سالہائے مابعد ہوئے۔ سرکار نے ابتداء دور میں مصارف
میں زیادتی کی اور بعض احکام ایسے صادر ہوئے جن کی اصلاح بعد کو کرنا
ضروری ہوئی۔ لیکن ہز ہائنیس نے خود ہی اپنے طریق کار میں جلد تبدیلی کرلی
اور ۱۹۳۴ء سے اس وقت تک ہز ہائنیس کی پرائیویٹ و پبلک لائف اور
ریاست کا انتظام اعتراضات سے مُبرا ہے۔ اس کی تفصیل عرض کی جاتی ہے۔

ہز ہائنیس کی پرائیوٹ لائف

سرکار کی پرائیویٹ زندگی بہ لحاظ اپنے مرتبے کے
سادہ ہے۔ آپ کی پوشش و طریق ماندو بود نمایش سے بالکل بری ہے
اور آپ کی گفتگو سے وہ سادگی اور خلوص ٹپکتا ہے جو خواہ مخواہ لوگوں کو
متاثر کرتا ہے۔ ہر وقت کام کرنے کا آپ کو شوق ہے اور ہر چھوٹے و بڑے
معاملہ میں خود دخل دیتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ ہر معقول بات کو قبول
کرنے کے لیئے تیار رہتے ہیں۔ یوں تو قلعہ معلیٰ کی ہر عمارت بہ لحاظ آراستگی
وخوشنمائی کے قابلِ تعریف ہے اور جدید تہذیب کے موافق بہترین فرنیچر
سے مزین ہے۔ لیکن سرکار کا پرائیوٹ کمرہ جس میں بیٹھنے کی عزت مجھے
حاصل ہوئی ہے سادگی کا نمونہ ہے۔ میں حیرت میں تھا کہ ایک والیِ ملک

کی سادگی اس حد تک ہوسکتی ہے۔ اس کمرہ میں ایک سفید چاندنی کا فرش تھا اور ایک سمت کو دو سفید گاؤتکیئے قدرے امتیازی شان نمایاں کرتے تھے۔ نہ کوئی قالین یا غالیچہ تھا، نہ سنہرے و روپہلے کام نظر آتے تھے۔ نہ دیواروں پر تصویریں یا کتبے تھے۔ ایک چارپائی تھی اور اس کے ایک طرف اُگالدان اور دوسری طرف چھوٹی سی میز رکھی ہوئی تھی جس پر دو تین کتابیں تھیں، البتہ تقریباً نو عدد الماریاں اس کمرہ میں تھیں جو کتابوں سے لبریز تھیں اور سرکار کے ذوق علمی کا ثبوت دے رہی تھیں۔

سرکار کو اپنی اولاد کی تعلیم سے بہت دلچسپی ہے۔ ہر ہائی نس بیگم صاحبہ سے سات اولادیں ہیں جن میں سے ایک صاحب زادہ ولیعہد بہادر یورپ میں تعلیم پا رہے ہیں بقیہ اولاد کی تعلیم و تربیت رامپور میں بہترین طریقہ پر ہو رہی ہے۔

جناب جنت مکان کے عہد میں "ارباب نشاط" کے صیغہ پر زر کثیر صرف ہوا کرتا تھا۔ اب اس مد میں بہت تخفیف کر دی گئی ہے بلکہ تقریباً ختم کر دی گئی۔ بہت سے گویئے، طوائفیں، ڈومنیاں و نقال موقوف کر دیئے گئے۔ سرکار کو گاہے گاہے تھیئٹر ملاحظہ فرمانے کا شوق تھا وہ بھی سال گزشتہ سے بند فرما دیا گیا اور اب رامپور میں تھیئٹر کا وجود نہیں رہا۔ سرکار نے اپنے مصارف کے واسطے چھ لاکھ روپیہ سالانہ مقرر فرما لیا ہے بقیہ تمام آمدنی ریاست

کے کاموں میں صرف ہوتی ہو اور ذاتی رقم میں سے بھی امور خیر میں بسا اوقات صرف فرماتے رہتے ہیں۔

ریاست کا کانسٹی ٹیوشن نظام ریاست دسمبر ۱۹۳۴ء سے اس طریقہ پر ہوکہ جملہ نظم و نسق کی ذمہ دار ایک اسٹیٹ کاونسل قرار دیدی گئی ہی جسمیں سات ممبران معہ اسسٹنٹ ایڈوکیٹ کے ہیں اور جملہ انتظام زیر نگرانی چیف منسٹر صاحب ہوتا ہی۔ ہر صیغہ کا ذمہ دار ایک منسٹر ہی۔ اس کاونسل کا اجلاس کم از کم مہینہ میں ایک مرتبہ ہوتا ہی۔ اسٹیٹ کاونسل کے علاوہ ایک مجلس قانون ساز یعنی لیجسلیٹو اسمبلی ہی جسکے اراکین ابتک نامزد شدہ ممبر زیادہ تر ہوا کرتے تھے یکم جنوری ۱۹۴۰ء سے جدید مجلس مقننہ قایم فرمائی گئی ہی جسمیں کثرت پبلک کے اراکین کی ہوگی باب ہشتم میں صفحہ ۱۸۱ پر فرمان مبارک شایع کیا جاتا ہی جسمیں دستور اساسی کا خلاصہ موجود ہی۔

جملہ آمدنی و مصارف کا میزانیہ یعنی بجٹ فائنانس منسٹر صاحب مرتب کرتے ہیں اور ایک سال سے زیادہ دوسری سال کفایت ملحوظ رکھی جاتی ہی محض عطا جاگیر و معافیات کا تعلق براہ راست سرکار سے ہی۔ سکریٹریٹ کی شاندار عمارت میں منسٹروں سکریٹریوں کے دفاتر موجود ہیں اور بلحاظ صفائی و سلیقہ و باقاعدگی کے کوئی دفتر انگریزی حکومت کے دفتروں سے کم نہیں ہی۔ جو قاعدے مقرر کر دیئے گئے ہیں ان کے بموجب کام ہوتا ہی اور ہر منسٹر تقریباً خود اختیاری کے ساتھ کام کر رہا ہی۔

عدالتہائے دیوانی و فوجداری نفاذ عدل و انصاف کی غرض سے ایک ہائیکورٹ قایم ہی

جس میں ایک چیف جسٹس اور دو پیونی جج ہیں۔

ہائی کورٹ کے ماتحت مقدمات دیوانی کے لیئے سول جج و ایڈیشنل جج اور عدالتہائے فوجداری میں چیف مجسٹریٹ و اڈیشنل مجسٹریٹ و دیگر مجسٹریٹان ہیں۔ یہہ سب اپنی جگہ پر بلا روک ٹوک کے کام کرتے ہیں۔ عموماً نہ فرماں روائے ملک کو نہ منسٹر صاحبان کو عدالتوں کی رائے میں پرائیویٹ دخل اندازی کا موقعہ ہوتا ہے۔ حال کے دو واقعات خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں جن سے رامپوری عدالتوں کے کام کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

ہزہائینس کے ایک سابق استاد جو بی۔ اے۔ ایل ایل بی تھے عہد موجودہ میں مجسٹریٹ منصف بنا دیے گئے تھے۔ ان کے پیشکار کے متعلق چھوٹے چھوٹے نذرانے لینے کی شکایت سرکار میں پہنچی اس کی جانچ کی یہ تدبیر کی گئی کہ ایک پولیس افسر کو نشان کردہ روپئے دے کر تحقیقات کے لیے متعین کیا گیا۔ روپیہ کسی اہلِ معاملہ کے ذریعہ سے پیشکار کے پاس بھجوائے گئے اور اس رقم کو قبول کر لینے کے بعد پیشکار کی تلاشی لی گئی اور اس کا مقدمہ چلا اور وہ وہاں سے علٰحدہ کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد حاکم عدالت جو نہایت قابل و نہایت ایماندار تھے۔ مگر اپنے عملہ کی نگرانی جزئیات میں نہیں کر سکتے تھے۔ ریٹائر کر دیے گئے اور ہزہائینس نے شاگردی و استادی کے تعلقات کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک سرکاری مصاحب جو نہایت مقرب تھے اُن کے بھتیجے پر قتل عمد کا الزام اور خود اون پر اعانت کا الزام قائم کرکے مقدمہ فوجداری چلا۔ دور سابقہ میں پولیس ایسے لوگوں پر مقدمہ چلانے کی ہمت ہی نہ کرتی اور اگر مقدمہ ہوتا بھی تو انجام کار وہ بری ہو جاتے۔ لیکن یہاں باوجود انتہائی منت وسماجت کے سرکار نے کسی قسم کی مداخلت مقدمہ میں نہیں کی اور عدالت سے ان سب کو سزا ملی

عدل گستری کا طریق کار اور عدالتی زبان

عدالت ہائے رامپور کا منظر بڑا دلچسپ ہے اور عدل طلبی میں وہ طوالت وصرفہ نہیں ہوتا جو برٹش اضلاع میں ہوا کرتا ہے۔ وہ تکلیف وہ صورت یہاں مفقود ہے جو انگریزی کے ہر ضلع میں روزانہ نظر آتی ہے کہ اہلکار کو ایک روپیہ اور پیشکار کو رقم کثیر اہل معاملہ دیا کریں اور کاربرداری جا و بیجا کرائیں۔ عدالتوں کی زبان اردو ہے۔ حتیٰ کہ مسٹر آر ایچ سیلووے۔ آئی۔ سی ایس کے جوڈیشل کمیٹی تک کے فیصلے اردو میں ہوتے ہیں بجائے انوار جمعہ کو تعطیل ہوتی ہے جدید تقرر جن لوگوں کے ہو رہے ہیں وہ عموماً بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ہیں۔ اور تمام حکام عدالتی نہایت محنت و دیانت سے کام کرتے ہیں۔ بعض اوقات سرکار بنفس نفیس معائنہ فرماتے ہیں۔

عدالتوں کا سلسلہ اور قوانین مجریہ

عدالتی سلسلہ اور قوانین کے بارہ میں اب رامپور مثل دیگر ریاستوں کے برٹش انڈیا کی تقلید کرتا ہے۔ جنت مکان کے عہد میں مفتی دیوانی کا اجلاس قابلِ دید تھا۔ اب دیوانی کی ابتدائی عدالت سول جج کی ہے اس کے بعد ہائی کورٹ ہے اور مال میں ابتدائی عدالتیں تحصیلداروں کی ہیں۔ اون سے بالاتر ناظم صاحبان اور اُن سے اوپر ہائی کورٹ ہے۔ اسی طرح فوجداری میں علاوہ تحصیلداروں کے مجسٹریٹوں کے اجلاسوں میں ابتدائی مقدمات ہوتے ہیں اور اُن سے بالاتر اجلاس ہائی کورٹ کا ہے۔
خالص شرعی معاملات میں شرع اسلام کے موافق مقدمات طے کیے جاتے ہیں۔ دیگر معاملات میں ریاست کے اپنے قوانین مرتب ہیں جو قوانین برٹش انڈیا کے مطابق ہیں
رامپور کی کچہریوں کا وقت کا غذ پر ایک اور عمل میں دوسرا ہوا کرتا تھا ہز ہائینس بنفس نفیس کتنی ہی مرتبہ عدالتوں میں پہونچے اور نکتہ چینی کرکے اور جواب طلب فرما کر حکام کو صحیح وقت پر کام کرنے کا عادی بنادیا۔ یہہ کوئی راز نہیں ہے کہ زمانہ سابق میں رامپور میں مقدمات کا فیصلہ رئیس کی مرضی کے ماتحت ہوا کرتا تھا مگر اب عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ آزادی کے ساتھ حکام عدل گستری کرتے ہیں۔

بیشتر زیادہ تر ذاتی پرورش کے خیال سے عہدہ دار بنائے جاتے تھے لیکن اب موزوں قابلیت کے لوگ ملازم رکھے جاتے ہیں۔ ذمہ دار افسروں میں اب زیادہ تر وہی ہیں جو اپنے عہدہ کے اہل ہیں:۔

جنت مکان کے زمانہ میں عجیب وغریب تقرر وتبادلے ہوا کرتے تھے۔ ایک بزرگ جو پیشی کا کام کرتے ہوں۔ ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم بنائے جاسکتے تھے۔ بعد چندے وہی ڈسٹرکٹ جج ہو سکتے تھے۔ اور کچھ عرصہ بعد آڈٹ افسری کی خدمات پر وہ مامور نظر آتے تھے۔

عہدہ کے موافق تقرر نہیں ہوتا تھا بلکہ آدمی کے لیے جگہ پیدا کی جاتی تھی

اُس زمانہ میں مجسٹریٹ رامپور کے قانونی تبحر کے متعلق ایک لطیفہ مثل چشم دید واقعہ کے یاد آگیا اُس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ایک خاندانی صاحب زادہ کے ملازم رمضانی نے کسی کو زدوکوب کیا۔ اور واقعہ کی رپٹ کوتوالی میں لکھائی گئی۔ صاحب زادہ صاحب کو رمضانی کی خاطر بہت عزیز تھی خود کوتوالی تشریف لائے کہ کوتوال صاحب سے سفارش فرمائیں۔ منشی امداد حسین مرحوم کوتوال تھے جو نہایت ذہین و مزاح پسند تھے۔ کوتوالی کے پھاٹک سے صاحب زادہ صاحب کو داخل ہوتے دیکھکر تاڑ گئے کہ ابھی ان کے ملازم پر رپٹ لکھائی گئی ہے۔ اسی سلسلہ میں تشریف آوری ہے۔ کوتوال صاحب نے اپنے دبوانجی

(ہیڈ محرر) سے کچھ مشورہ کرکے آپس میں کوئی بات طے کرلی ۔ اور دونوں اشخاص صاحب زادہ کے استقبال میں مصروف ہوئے۔ تکلیف فرمانے کی وجہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رمضانی کی سعی میں آئے ہیں ۔کوتوال صاحب نے دیوان جی سے پوچھا کہ صاحبزادہ صاحب کے ملازم پر کوئی رپٹ لکھائی گئی ہے ۔ رجسٹر لایا گیا اور بڑے غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ رپٹ تو لکھی جا چکی ہے ۔کوتوال صاحب حیرت و افسوس میں غرق ہو گئے اور دیوانجی پر خفا ہوئے کہ بغیر ہماری اطلاع کے صاحبزادہ صاحب کے ملازم پر رپٹ کیوں لکھی ۔ آخر صاحب زادہ صاحب سے کہا کہ مقدمہ تو بڑا سخت ہو گیا ۔ دیوانجی سمجھے نہیں کہ رمضانی کون ہے ۔ دفعہ ۱۲۰۰ کا مقدمہ قائم ہو گیا ۔ میں کیا کروں کچھ ہلکا کرتا ہوں ۔ اور دو چار سو کی کمی کردوں گا ۔ صاحب زادہ صاحب نے یہ دیکھا کہ یکلخت دفعات گھٹ گئیں اپنے اثر کا احساس فرمایا ۔ اور اصرار فرمانے لگے کہ رمضانی کو بالکل بری کردیا جائے ۔ ایک صاحب اور بیٹھے تھے انہوں نے بھی صاحب زادہ صاحب کی ہم زبانی کی اور دیوانجی نے تجویز کیا کہ معاملہ نصف کر دیا جائے بجائے دفعہ ۱۲۰۰ کے دفعہ ۶۰۰ کردی جائے واضح رہے کہ رامپور کے تعزیری قانون میں بھی صرف ۵۱۱ دفعات ہیں مگر صاحب زادہ صاحب اتنی مختصر تخفیف پر رضامند نہیں ہوئے ۔

درمیانی صاحب نے تجویز کیا کہ ۶۰۰ کا نصف ۳۰۰ کر دیا جائے مگر دیوانجی دفعہ ۳۰۰ پر راضی نہیں ہوتے تھے۔ تھوڑی سی کسر کو نوال صاحب نے بڑھا کر سوا تین سو رکھا اور میاں رمضانی پر دفعہ ۳۲۵ (ضرب شدید) کا الزام درج رپٹ ہوا اور صاحب زادہ صاحب اپنی سفارش کی کامیابی پر شاداں و فرحاں واپس گئے کہ ۱۲۰۰ سے ۸۷۵ درجے گھٹا دیئے۔ یہی صاحب زادہ صاحب اگلے مہینہ میں بعض اتفاقات کی بنا پر مجسٹریٹ مقرر ہو گئے! تب معلوم ہوا ہوگا کہ تعزیرات کے قانون میں ۵۱۲ سے زیادہ دفعات نہیں اور عدد کی زیادتی و کمی سے الزام کی شدت یا خفت کو کوئی واسطہ نہیں۔ اور رمضانی غریب پر جو الزام دفعہ ۳۲۵ کا ابتداً قائم کیا گیا تھا اُس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

کیا آج بھی رام پور میں اس قانونی قابلیت کے کوئی مجسٹریٹ مقرر کیئے جا سکتے ہیں۔ آج رام پور فخر کر سکتا ہے کہ اُس کے حکام معمولاً کسی برٹش ضلع کے حکام سے کمتر قابلیت کے نہیں ہیں، مجھے برٹش حکومت اور ریاست رام پور کے اہلکاروں کا پورا تجربہ ہے۔ ریاست رام پور میں کم از کم صدر میں رشوت ستانی معدوم ہے۔ برٹش اضلاع کے مقابلہ میں زمین و آسمان کا فرق یہاں معلوم ہوتا ہے۔ دفتروں کے اہلکار برٹش ضلعوں میں کتنا پریشان کرتے ہیں۔ مگر یہاں ان حرکات کی کئی سال سے بیخ کنی

کردی گئی ہے۔ پولیس کا محکمہ ہر جگہ زیادہ بدنام ہے مگر رامپور میں مستثنا مخصوص حالات کے پولیس بھی پاک ہے۔

عدالت ہائے اپیل

سول جج و مجسٹریٹوں کے احکام کی اپیل ہائیکورٹ میں جج واحد کے اجلاس میں ہوتی ہے اور ان کے فیصلوں کی اپیل ہائی کورٹ بنچ میں پہونچتی ہے۔ بنچ کے فیصلہ کے خلاف دادخواہی جوڈیشل کمیٹی میں ہوتی ہے جس میں چیف منسٹر و ریونیو و فنانس منسٹر صاحبان اجلاس فرماتے ہیں۔ جوڈیشل کمیٹی کی بجائے سماعت ہزہائینس خود بھی فرما سکتے ہیں:-

سرکار کے حضور میں سماعت مقدمات

جب جوڈیشل کمیٹی میں مقدمات کی کثرت ہو جاتی ہے تو بجائے منسٹر صاحبان کے خود سرکار سماعت اپیل و دادرسی فرماتے ہیں۔ ہزہائی نس بالکل اسی طرح پر سماعت مقدمات فرماتے ہیں جیسے کہ معمولی تنخواہ دار ملازم کو کرنا چاہیئے۔ پابندی اوقات۔ صبر و تحمل، تیاری مسل، غور و فکر، نکتہ چینی ایک تجربہ کار جج کی مانند نمایاں ہوتی ہے۔ اجلاس سرکاری اجلاس ہمایوں کے نام سے موسوم ہے۔

حال میں کثرت مقدمات اپیل کی وجہ سے سرکار نے مسلسل تقریباً

دو ماہ تک اجلاس عدالت فرمایا اور ایک بیرونی وکیل جن کو اجلاس ہمایوں میں بحث کرنے کا پہلا اتفاق ہوا تھا۔ میرے سوال کے جواب میں ان مختصر لفظوں میں اظہار خیال کرتے تھے کہ "جتنے اوصاف ایک جج میں ہونا چاہیئں ہز ہائینس میں موجود ہیں"

یہ ریمارک بالکل حقیقت کے موافق ہے۔

ہز ہائینس نواب سید رضا علی خاں بہادر کی ایک خصوصیت فطری ہے یعنی انہماک۔ وہ جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں پوری دلچسپی اور ہمہ تن توجہ سے انجام دیتے ہیں۔ جب پولیس کے افسر اعلیٰ کی حیثیت سے انسداد جرائم پر متوجہ ہوئے تو ڈاکوؤں سے مقابلہ کرنے میں باک نہیں کیا۔ فوج کے کرنل کی حیثیت میں جس وقت ہوں تو ۲۰۔۳۰ میل تک گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر گیایپ کرنے سے تکان نہیں محسوس کرتے۔ ایروپلین کی سواری کی طرف توجہ ہو تو دہلی سے رام پور آنا جانا کوئی بات نہیں۔ محکموں اور کارخانوں کی مسلیں معائنہ فرمائیں تو لگاتار ۴۔۴۔۵۔۵۔ گھنٹے دفتر میں مصروف کار رہ سکتے ہیں۔ اسی انہماک نے فیصلہ مقدمات اپیل میں اپنا رنگ ۱۹۳۵ء کے آخر میں دکھایا۔ مسٹر بیلو وی ریونیو منسٹر علیل ہو کر رخصت پر گئے۔ اُن کا کام سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ مسٹر بیلو وے جوڈیشل کمیٹی میں بہمراہی چیف منسٹر صاحب،

سماعت اپیل بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن منسٹر صاحبان کو اپنے کار ہائے منصبی اس کثرت سے ہیں کہ اُن کو اپیل سماعت کرنے کا موقع کم ملا کرتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۳۷ء تک کے اپیل غیر منفصلہ جمع ہو رہے تھے۔ نومبر و دسمبر ۱۹۳۷ء کے مہینے سرکار نے اس کام کے لیے مخصوص فرما دیئے مچھی بھون کی کوٹھی میں اجلاس ہوتا تھا۔ ٹھیک ساڑھے دس بجے ہز ہائینس رونق افروز ہو جاتے تھے۔ پیشکار اجلاس ہمایوں اور نیز اسسٹنٹ گورنمنٹ ایڈووکیٹ جو تجربہ کار بی۔ اے۔ ایل ایل بی ہیں پیشی کرتے تھے۔ اکثر ایڈووکیٹ صاحبان باہر سے آئے تھے۔ چنانچہ بریلی۔ و مراد آباد کے وکلاء نے اکثر اوقات اور دہلی و لکھنؤ دیگر مقامات کے بیرسٹروں اور ایڈووکیٹوں نے حاضری دی اور زور و شور سے بحثیں ہوئیں جس میں قانونی موشگافیاں کی گئیں۔ ہز ہائینس پوری تیاری و توجہ کے ساتھ بحث سماعت فرماتے اور فیصلے صادر فرماتے رہے۔ جس میں انصاف و عدل حقیقی نمایاں تھا۔

میں ذاتی تجربہ کی بنا پر عرض کرتا ہوں اور بیرونی و رامپوری وکلاء کو اس بارہ میں مجھ سے اتفاق ہے کہ کوئی تنخواہ دار جج جس صورت سے مقدمات فیصل کرتا اوس طرح پر سرکار نے فیصلے صادر کئے۔ بحث کے دوران میں صبر و تحمل قابلِ حیرت ہوتا تھا۔ واقعات و قانون میں گرفت زبردست ہوتی تھی اور جذبات انصاف پسندی اور ترحم انتہا درجے نمایاں تھے غرض کہ دو سال کا

پڑا ہوا کام چند ہفتوں میں ختم کر دیا - اور میں نے تو یہ دیکھا کہ کامیاب و ناکامیاب دونوں فریق مطمئن معلوم ہوتے تھے - سرکار کا یہ انہماک عدیم المثال ہے - اور دیگر والیان ملک کے لیئے لائق تقلید ہے -

پولیس

ہر جگہ پولیس عموماً رشوت ستانی کے لیئے بدنام ہے لیکن رامپور کی پولیس میں یہ عیب کم ہے جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ پولیس افسروں کی کثرت ہے اور انسپکٹر و ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور سپرنٹنڈنٹ و انسپکٹر جنرل اور منسٹر انچارج اور خود والی ملک سب ایک جگہ پر موجود ہیں یہ شہر کے اندر تو رشوت ستانی پوشیدہ نہیں رہ سکتی - اس لیے تقریباً مفقود ہے - مگر مفصلات و دیہات میں بھی مقابلتاً کمتر واقعات رشوت ہوتے ہیں -

ہز ہائینس اور سرپرستی تعلیم

مسلمانان ہند کی سب سے بڑی درس گاہ جس پہ مسلمانوں کو ناز و فخر ہے مسلم یونیورسٹی علیگڈھ ہے اس کے چانسلر ہز اگزالٹیڈ ہائینس حضور نظام ہیں جو انتظامی امور میں کمتر دخل دیتے ہیں - اصل ذمہ دار پرو وائس چانسلر سر آغا خاں تھے جن کے بجائے ہز ہائینس نواب صاحب رامپور کا انتخاب بہ اتفاق رائے کیا گیا ہے - گویا مسلمانان ہند نے اپنی تعلیمی کشتی کی ناخدائی ہز ہائینس کے حوالہ کی - ہز ہائینس نے ہندو یونیورسٹی بنارس کو ایک لاکھ روپیہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ایک لاکھ ایک سو روپیہ عطا فرما کر

اپنی تعلیمی دلچسپی کا عملی ثبوت دیا ہے۔ علمی تفوق کی بڑی سے بڑی ڈگریاں جو ہندوستان میں کسی کو نصیب ہو سکتی ہیں سرکار کو حاصل ہیں۔ یعنی ڈاکٹر آف لا: (حکیم قانون) اور ڈاکٹر آف لٹریچر (حکیم علوم ادبیہ)

عربی و فارسی کی انتہائی تعلیم رامپور میں اب بھی اوسی شان کے ساتھ جاری ہے جیسے زمانۂ سابق میں تھی۔ بنگال، صوبۂ سرحد، افغانستان، و دیگر ممالک و مختلف اطراف ہند کے طلبا کثرت سے رامپور میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ چنانچہ سو پردیسی طلبا بغیر کسی صرفہ کے دولت علم حاصل کر رہے ہیں۔

اسٹیٹ ہائی اسکول موجود ہے جس کے ہیڈ ماسٹر ایک انگریز تھے اور پھر ایک انگلینڈ کے تعلیم یافتہ ہیں سائنس اور آرٹس دونوں کی تعلیم ہوتی ہے۔

ایک اسکول کو ناکافی سمجھکر سرکار نے انگریزی کا دوسرا اسکول از نام رضا ہائی اسکول حال میں جاری فرمایا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اہل رامپور کی برسوں کی تمنا پوری ہوئی اور اب رامپور میں کالج قائم ہو رہا ہے جس میں حسب دستور ریاست بغیر فیس کے مفت تعلیم دی جائیگی۔

زنانہ تعلیم کی طرف ہز ہائینس اور ہر ہائینس دونوں نے توجہ فرمائی ہے گرلس انگلش اسکول قائم ہو گیا ہے اور اعلیٰ پیمانہ پر چل رہا ہے۔

جملہ مدارس زنانہ میں سند یافتہ استانیاں موجود ہیں اور گرلس انگلش اسکول عنقریب ہائی اسکول ہونے والا ہے۔ ہر تحصیل کے صدر مقام پر ایک

زنانہ مدرسہ موجود ہے۔ ہر ہائینس بیگم صاحبہ خصوصیت کے ساتھ لڑکیوں کی تعلیم پر متوجہ ہیں۔ خسرو باغ کی عالیشان عمارات جو کئی بیگہ زمین کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اور جن کے ارد گرد بہت بلند دیواریں پردہ داری کر رہی ہیں گرلس اسکول کے واسطے نامزد کر دی گئی ہیں اسی جولائی کے مہینے سے مدرسہ زنانہ وہاں پہنچ جائے گا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں جنت مکان کے عہد حکومت میں مینابازار کے زنانہ میلے ہوا کرتے تھے وہاں نہر اور فوارے بھی موجود ہیں اور لڑکیوں کو تیراکی بھی سکھائی جا سکتی ہے۔ ورزشی کھیلوں کے لیے نہایت کشادہ قطعات ہیں اور بہ لحاظ آب و ہوا کے شہر کے کنارے پر یہ مقام منتخب ہے۔ انشاءاللہ کچھ عرصہ بعد خسرو باغ کے اندر بڑا شاندار زنانہ بورڈنگ ہاؤس قائم ہوگا اور یہ مدرسہ یو۔ پی میں آپ اپنی نظیر ہوگا۔

تعلیم بالغان

ابھی مئی ۱۹۳۹ء کے آخر ہفتہ میں ہز ہائینس نواب صاحب بہادر نے مسوری روانہ ہونے سے قبل ریاست کے ممتاز سرکاری و غیر سرکاری اشخاص کو قلعہ معلّٰی میں مدعو کیا اور اُن سہولتوں کا ذکر فرمایا جو فی الحال لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے متعلق رامپور میں پیدا ہو گئی ہیں لیکن تعلیم بالغان کے متعلق کوئی کوشش نہ ہونے پر اظہار افسوس فرمایا۔

سرکار کا ارشاد تھا کہ "میری تمام رعایا کو بلا لحاظ قوم و مذہب کے تعلیم بالغان کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے ہم میں سے جن لوگوں کو تعلیم کی برکات حاصل ہیں ان کو لازم ہے کہ غیر تعلیم یافتہ لوگوں کے کام آئیں۔ اگر ایسا ہو تو مجھے یقین ہے کہ زمانہ قلیل میں رامپور میں بہت کم آدمی ایسے ملیں گے جو کچھ پڑھے لکھے نہوں۔ تعلیم کی سعی عمل میری جملہ رعایا کی خود اختیاری کوشش اور اتحاد سے شروع ہونا چاہیئے۔ آج سے میں خود اس کا آغاز کرتا ہوں اور اپنے پرائیویٹ ملازمان کو میں سبق دیا کروں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ صاحبان جو یہاں موجود ہیں میری تقلید کریں گے" ہز ہائینس نے انسپکٹر جنرل پولیس اور ملٹری سکریٹری سے ارشاد فرمایا کہ اپنے اپنے فوجوں اور دستوں میں تعلیم کا انتظام شروع کردیں اور امید ظاہر فرمائی کہ ایک سال کے عرصہ میں فوج اور پولیس میں کوئی ناخواندہ نہیں رہے گا۔ سرکار نے محکمۂ جیل میں بھی حکم صادر فرمادیا ہے کہ جن قیدیوں کی میعاد سزا چھ ماہ سے زیادہ باقی ہے ان کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

سرکار نے تربیت جسمانی پر بھی بہت زیادہ اصرار فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ہم میں سے جو لوگ انگریزی کھیل نہیں کھیل سکتے ہیں وہ کبڈی۔ بنوٹ۔ کشتی وغیرہ کی طرف متوجہ ہوں جو کبھی اس ملک میں مرغوب خاص و عام تھے۔ اور جن کی وجہ سے ہماری تندرستی حیرت انگیز

رہتی تھی۔ ہزہائینس نے دو کمیٹیاں مقرر فرمائیں جن میں سے ایک تعلیم بالغان کی نگرانی کرے گی اور دوسری تربیت جسمانی کی اشاعت کرے گی۔ دونوں کمیٹیوں کو حکم فرمایا گیا ہے کہ وسط جون تک اپنی تجاویز خدمت ہمایوں میں پیش کریں۔

چیف منسٹر صاحب موجودہ

ریاست رامپور کے دور جدید کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر سید بشیر حسین زیدی بی۔ اے کینٹب۔ بار ایٹ لا کا تذکرہ لازمی ہے جو آجکل چیف منسٹر ہیں۔

آپ میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں چند خامیاں بھی ہیں اور سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ آپ کبھی اپنے متعلق بدگمانیاں رفع کرانے کی کوشش نہیں کرتے اور "عوام کو خوش کرنے" کی فکر سے آزاد ہیں۔ میرا یقین ہے کہ اہلِ رامپور نے ابھی زیدی صاحب کو صحیح طور پر نہیں سمجھا ہے اور شاید زیدی صاحب نے بھی رامپور والوں کے متعلق ٹھیک رائے نہیں قائم کی ہے۔ باہمی غلط فہمی دفع کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیئے زیدی صاحب کے حالات ذرا تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔

مسٹر بشیر حسین زیدی کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد ہے آپ کا وطن ضلع مظفر نگر ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم عربک اسکول دہلی میں ہوئی۔

آنریبل مسٹر سید بشیر حسین زیدی بی اے (کینٹاب) بار-ایٹ لا
چیف منسٹر رامپور اسٹیٹ

جہاں سے ۱۹۱۵ء میں آپ نے میٹرک پاس کیا اور ۱۹۱۹ء میں سینٹ اسٹفن کالج دہلی سے بی۔اے کیا۔ اور اُسی سال انگلینڈ بغرض حصول تعلیم چلے گئے کیمبرج میں تعلیم حاصل کی اور بی اے کی ڈگری لینے کے بعد لنکنس اِن سے بیرسٹری کی سند حاصل کی۔

زیدی صاحب کو قدرت نے ایسا دل و دماغ عطا کیا ہے کہ وہ کسی جگہ پر کسی صیغہ میں رکھے جائیں یقیناً ترقی کریں گے۔ طالب علمی کی حالت میں آپ نے اپنی ہونہاری کے علامات ظاہر کر دیے تھے۔ دہلی کی سوشل سروس لیگ کی بنا اسی زمانہ میں آپ نے ڈالی تھی۔ یہ لیگ آج تک قائم ہے اور مدارس شبینہ و شفاخانوں اور غریب بچوں کے کھیل کود کا انتظام کرتی ہے۔

۱۹۲۱ء میں جناب زیدی صاحب کیمبرج میں پڑھ رہے تھے جب کہ انٹرنیشنل اسٹوڈنٹس موومنٹ نے اپنا نمایندہ منتخب کر کے آپ کو طلبار کی بین الاقوامی کانفرنس میں بمقام ٹرنوو ملک چیکوسلوکیا بھیجا اور آپ نے اس انتخاب کو صحیح ثابت کیا۔ اگلے سال ہالینڈ کی انجمن طلبار نے اپنی کانفرنس میں بمقام ملبٹ ہوون (ہالینڈ) لکچر دینے کے لیے زیدی صاحب کو منتخب کیا اور آپ نے ہندوستان کے متعلق صحیح نظریہ پیدا کرنے کی بابت تقریر کی۔ کیمبرج کے قیام کے دوران میں آپ وہاں کے یونین کے نمایاں مقرر رہے اور ہر حیثیت سے وہاں کے طلبار میں سر برآوردہ تھے۔ صاحب زادہ

آفتاب احمد خاں صاحب مرحوم ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۲ء تک بحیثیت ممبر انڈ
کونسل انگلینڈ میں مقیم رہے۔ مختلف اجتماعات میں اس ہندوستانی طالبعلم
کو پیش پیش دیکھکر ان کے متعلق تحقیق کیا اور رفتہ رفتہ ان کو اپنا بنا لیا صاحب
صاحب کا قاعدہ تھا کہ علی گڑھ میں طلبا ءعلم میں سے چند کو مخصوص کر کے
اپنے یہاں بکثرت باریابی کا موقع دیتے تھے۔ گویا سیکڑوں طلبا میں سے
چند ہونہار کو منتخب کر کے ٹرننگ دیا کرتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ یہی لوگ
آیندہ ہماری قوم کے درخشندہ ستارے ہوں گے۔ انگلینڈ میں بھی صاحب
صاحب نے یہی طریقہ غالباً قائم رکھا اور بشیر حسین صاحب اُن کے انتخاب
میں آ گئے۔ صاحب زادہ صاحب نے زیدی صاحب کو علی گڑھ کی
خدمت پر بہ اصرار مجبور کیا۔ ۱۹۲۳ء میں زیدی صاحب انگلینڈ کی تعلیم
سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اوسی زمانہ میں مسلم یونیورسٹی اسکول کے لیے
ایک ہیڈ ماسٹر کی ضرورت تھی۔ سر راس مسعود نے طے فرمایا تھا کہ کسی
انگریز کو جسے انگلش پبلک اسکولوں کا تجربہ رہ چکا ہو ہیڈ ماسٹری پر مقرر
کریں لیکن آخر کار مسٹر بشیر حسین زیدی یونیورسٹی اسکول علیگڈھ کے
ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ یونیورسٹی اسکول کی ہیڈ ماسٹری معمولی
ہائی اسکولوں کی ہیڈ ماسٹری سے بہت زیادہ مشکل اور اہم ہوتی
زیدی صاحب نے ۶-۷ سال تک یہہ فرائض بڑی خوش اسلوبی

سے ادا کیئے اور قوم کی ایک نسل کی تربیت بوجوہ احسن انجام دی یہ ہے
اصابیت اور "سابق مدرسی" کی جس کا ذکر کسی مضمون مطبوعہ میں تھا -

زیدی صاحب قومیت و مذہب سے بیگانہ نہیں ہیں بلکہ ایسے
جذبات کافی حد تک اُن میں موجود ہیں - انگلینڈ سے واپسی کا زمانہ
آپ نے دو تجویز کیا جو حج کا موقعہ تھا - چنانچہ چند روز آپ نے فریضۂ حج ادا
کرنے میں صرف کیئے اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہو کر حجاز کا
سفر بھی کیا - کم لوگوں کو معلوم ہے کہ زیدی صاحب حاجی بھی ہیں -

سنہ ۱۹۲۹ء میں زیدی صاحب ہمراہی خواجہ غلام السیدین صاحب
و چند دیگر اساتذہ ایران و عراق میں کئی ہفتہ تک رہے اور زیارت عتبات
عالیہ سے بھی شرف اندوز ہوئے -

زیدی صاحب رامپور میں !

زیدی صاحب کے تعلقات رام پور سے جناب
جنّت مکان کے زمانہ سے تھے - سادات بارہ
سے نواب صاحب بہادر کی رشتہ داری کی
وجہ سے زیدی صاحب رامپور سے غیر نہیں تھے - آپ کی آمد و رفت رامپور
میں رہتی تھی اور سرکار مرحوم آپ پر اس قدر عنایت فرماتے تھے کہ
بعض اوقات دو دو ماہ تک آپ سرکاری مہمان رہے - اسی زمانہ سے
ولی عہد بہادر (سرکار موجودہ) عنایت فرمانے لگے -

تخت نشینی کے چند ہی روز بعد جولائی ۱۹۳۰ء میں سرکار نے زیدی صاحب کو اپنی خدمت کے واسطے منتخب فرمایا۔ چند ماہ آپ نے ہائی کورٹ کی ججی کے فرائض انجام دیئے۔ بعدہٗ پرائیویٹ سکریٹری ہو گئے اور ازاں بعد ہاؤس ہولڈ منسٹر مقرر ہوئے۔ سر عبدالصمد خاں چیف منسٹر بوجہ خرابی صحت ۱۹۳۱ء سے ہر سال یورپ تشریف لے جانے لگے اور اُن کی قائم مقامی زیدی صاحب کرتے تھے۔ اس طرح پر ریاست کے مختلف شعبوں سے زیدی صاحب کما حقہ واقف ہو گئے۔

آخر ۱۹۳۴ء میں سر عبدالصمد خاں ریٹائر ہوئے اور خان بہادر مسٹر مسعودالحسن چیف منسٹر قرار پائے لیکن اُن کی صحت نے دو سال بعد جواب دے دیا۔ اور دسمبر ۱۹۳۶ء سے سرکار نے اُن کو پنشن عطا فرمائی اُس وقت سے مسٹر زیدی چیف منسٹر ہیں۔

چیف منسٹر صاحب کے اختیارات

ریاست کا سب سے اہم صیغہ یعنی پولیٹکل ڈپارٹمنٹ چیف صاحب کے حوالہ ہے اسٹیٹ کونسل کے صدر آپ ہیں اور اسی طرح مجلس واضع قوانین کی صدارت بھی اُن کے ذمہ ہے اور کونسل اہلِ خاندان بھی آپ کے تحت میں ہے۔ ان ذمہ داریوں کے علاوہ بہت سے محکمہ جات مثلاً تعمیرات عامہ۔ بجلی۔ واٹر ورکس اور بیسیوں کارخانہ جات کے

آپ انچارج ہیں اور جو لوگ زیدی صاحب کو کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ صبح سے رات کے گیارہ بجے تک مشکل سے کچھ اوقات آپ کو اپنی ذاتی اور خانگی ضروریات کے لئے ملتے ہیں۔ آپ حقیقی دلچسپی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے ہیں اور باوجود انتہائی مصروفیت کے شاذونادر ہی آپ کے مزاج میں چڑچڑا پن نظر آتا ہے۔ زیدی صاحب غیر معمولی ذہین و معاملہ فہم ہیں اور فراخ دل، ہمدرد، اور سلجھی ہوئی طبیعت رکھنے والے ہیں اور ریاست کے اکثر اوصاف آپ میں موجود ہیں۔

چیف صاحب کے خدمات بیرون رام پور

مسٹر زیدی ۱۹۳۲ء میں تیسری راونڈ ٹیبل کانفرنس میں نمایندگان ہند میں شامل ہو کر لندن گئے تھے چیمبر آف پرنسس کی کارگزاریوں میں زیدی صاحب نمایاں حصہ لیتے رہے ہیں۔ ۱۹۳۶ء کے آخر میں بمبئی میں والیان ریاست اور منسٹران کی جو کانفرنس ہوئی اس میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ زیدی صاحب نے لیا۔ ۱۹۳۷ء سے تقریباً پچاس ریاستوں نے ایک جماعت از نام سنٹرل انڈیا اینڈ ادر اسٹیٹس گروپ

Central India and other States Group

قائم کیا ہے۔ اس کی اسٹینڈنگ کمیٹی کے رکن رکین زیدی صاحب ہیں۔ ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل اور نیز وائسرائے وغیرہ سے جو گفت و شنید ہوتی ہے

وہ زیدی صاحب کے توسل سے ہوتی ہے۔ اور نیز دیگر ریاستوں سے تعلقات قائم رکھنے اور ان کو ترقی دینے میں زیدی صاحب کی کوششیں قابل تعریف ہیں۔ آپ کے عہد چیف منسٹری میں رام پور میں والیانِ ملک اور منسٹران کے کئی اجتماع ہو چکے ہیں۔ سنٹرل انڈیا گروپ کی کانفرنس بھی رام پور میں ہوئی اور مئی ۱۹۳۹ء میں پندرہ ریاستوں کے جوڈیشل افسران کی مجلس مشاورت رام پور میں کئی دن تک ہوتی رہی۔ غرضکہ رام پور کے تعلقات دیگر ریاستوں سے محض سوشل رہا کرتے تھے۔ اب رام پور ایک حد تک بہت سی ریاستوں کی سرگروہی کرتے ہوئے ان کی اجتماعی زندگی میں نمایاں حصہ لے رہا ہے۔ اور یہہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ رام پور کو ان ریاستوں میں حق سربرآوردگی ہے۔

مسٹر سید بشیر حسین زیدی حقیقتاً سرکار کی صحیح منشا کے موافق حکومت کر رہے ہیں اور جو اصلاحات سرکار کی منظور نظر ہوتی ہیں۔ اُن کو بہت خوبی کے ساتھ انجام تک پہونچاتے ہیں۔ جدید اصلاحات کی تفصیل آیندہ اوراق میں عرض کی گئی ہے۔ ان جملہ ترقیات میں مسٹر زیدی کی کارگذاری نمایاں رہی ہے۔ اور سرکار کے ارادوں کی تکمیل زیادہ تر آپ کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

دیگر منسٹران

دیگر منسٹر صاحبان میں خصوصیت سے مسٹر آر۔ ایچ بیلوٹ آئی۔ سی۔ ایس ریونیو اینڈ فنانس منسٹر قابل ذکر ہیں۔

آنریبل مسٹر آر-ایچ سیلووے-آئی-سی-ایس
فائنینس اینڈ ریوینیو منسٹر رامپور اسٹیٹ

آپ پبلی بھیت وغیرہ میں کلکٹر رہنے کے علاوہ - یو - پی بورڈ آف ریونیو کے سکریٹری رہ چکے ہیں۔ اس طرح پر مالیات کا کافی تجربہ آپ کو ہے ہر معاملے کی تہہ کو پہونچنا اور جزئیات پر حاوی ہونا آپ کے اصول میں داخل ہے۔ ریاست کے بجٹ کی تیاری میں خاص دلچسپی آپ کو رہتی ہے اور چند سال سے آپ ہی کی کوشش کی بدولت ریاست کو باوجود فصلوں کی خرابی کے ہر سال کچھ نہ کچھ پس انداز ہوتا ہے۔ برٹش گورنمنٹ سے آپ کی خدمات مستعار لی گئی ہیں۔ اسی طرح صاحب زادہ عبد الجلیل خاں بہادر ہوم منسٹر۔ خان صاحب مسٹر ضمیر احمد ہاشمی ڈپٹی ریونیو منسٹر اور مسٹر امام احمد ڈائرکٹر زراعت بھی ملازمین برٹش گورنمنٹ ہیں اور رام پور میں بطور مستعار کام کر رہے ہیں۔ اور اپنے اپنے محکموں میں دلچپی اور نام آوری کے ساتھ مصروف کار ہیں۔

دورِ جدید کی صحیح صورت

دورِ جدید کی صحیح صورت اُس وقت پہچانی جا سکتی ہے۔ جب کہ اُن اصلاحات کو اور خاص کر صنعت وحرفت کی اوس ترقی کو ملاحظہ کیا جائے جو رام پور نے ان چند سال میں کی ہے اس کا تذکرہ علیحدہ باب میں کرنا میں نے مناسب سمجھا۔ باب ششم ملاحظہ طلب ہے۔

میونسپل بورڈ

شہر رام پور میں بازار اور بازار کے ترتیب کی سڑکوں پر دکانات اور دوکانیں ایک طرز کی اور سرخ رنگ کی

بہت خوب صورت و دل کش ہیں۔ شہر کی صفائی و روشنی اور حفظ صحت کا
انتظام پیشتر سرکاری ملازمین کیا کرتے تھے۔ اب میونسپل بورڈ قائم ہے اور ہر وارڈ
سے ممبر منتخب ہیں۔ اور ممبران اپنا صدر منتخب کرتے ہیں۔ سارے شہر رامپور کی
ہر قسم کی صفائی اور روشنی وغیرہ کا انتظام اس بورڈ کے ذریعہ ہوا کرتا ہے۔
علاوہ آمدنی چنگی وغیرہ کے سرکار سے وقتاً فوقتاً رقوم کثیر بورڈ
کو عطا کی جاتی ہیں اور سرکار کا منشا ہے کہ شہر کی سب بڑی سڑکیں ڈامری
پتھر اور کولتار سے تیار شدہ ہو جائیں۔ اس غرض خاص کے لئے سال حال میں
بھی سرکاری عطیہ کے پچاس ہزار روپیہ موجود ہیں۔ اور گذشتہ سرکاری سالگرہ
کے زمانہ میں میونسپل بورڈ کے ایڈریس کے جواب میں ہز ہائینس نے بورڈ سے
اصرار کے ساتھ دریافت فرمایا کہ سڑکوں کی درستی منشاء ہمایوں کے موافق
کیوں نہیں جلد مکمل کی جاتی اور اس رقم عطا شدہ کا صحیح مصرف اب تک
کیوں نہیں کیا گیا۔ شہر کی عام خوب صورتی کسی نو وارد پر خاص اثر ڈالتی ہے
تاہم محلوں کے اندر کی گلیاں زیادہ صفائی کی محتاج ہیں۔

ریاست کی وسعت اور مالی حالت

ریاست کی وسعت ۹۲۵ء۴ مربع میل ہے
اور آبادی چار لاکھ چونسٹھ ہزار نو سو انیس
نفوس ہے۔ جس کی تفصیل بلحاظ شہر و
قصبات و دیہات کے حسب ذیل ہے۔

میزان	آبادی		رقبہ میل مربع	تعداد دیہات	نام تحصیل
	مونث	مذکر			
۷۲۰۸۰	۳۲۵۳۶	۳۹۵۴۴	۲۶٫۵۴	۔	شہر رامپور معہ کنٹونمنٹ
۹۶۳۰۳	۴۴۴۶۸	۵۱۸۳۵	۱۷۳	۲۵۴	حضور تحصیل
۴۵۷۸۴	۲۱۰۱۷	۲۴۷۶۷	۲۰۵	۲۳۹	بلاسپور
۷۶۴۹۵	۳۴۹۵۶	۴۱۵۳۹	۱۶۶	۲۱۰	شاہ آباد
۸۶۳۹۶	۳۹۷۹۸	۴۶۵۹۸	۱۵۵	۲۰۵	ملک
۵۸۶۷۳	۲۷۱۸۰	۳۱۴۹۳	۱۳۹	۱۶۲	سوار
۲۷۱۸۸	۱۲۷۰۹	۱۴۴۷۹	۴۲	۱۰۴	ٹانڈہ
۴۶۴۹۰۹	۲۱۴۶۱۴	۲۵۰۲۵۵	۸۹۲٫۵۴	۱۱۷۴	میزان

ریاست کی مالی حالت

چند سال قبل ریاست کی مالی حالت قابلِ اطمینان نہیں تھی ہر زمیندار و کاشتکار پر عام اقتصادی اثر سارے صوبہ بلکہ ہندوستان میں ہو رہا ہے رامپور بھی اس سے مستثنےٰ نہیں ہے لیکن حکومت رامپور نے رفتہ رفتہ ریاست کی مالی حالت صحیح کر لی اور سرکار نے گذشتہ چار سال میں غیر معمولی حُسن انتظام کا ثبوت اس بارہ میں دیا ہے۔ مسٹر سیلو وے خاص طور پر قابل مبارکباد ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ریاست کسی طرح کسی کی مقروض نہیں ہے کئی سال سے متواتر بچت ہو رہی ہے۔ سال گذشتہ کی بچت ایک لاکھ چھیالیس ہزار روپیہ ہے۔ سال حال کی آمدنی کا اندازہ باوجود ملک کی عام اقتصادی خرابی کے چون لاکھ چونسٹھ ہزار ایک سو دس (۵۴۶۴۱۱۰) روپیہ ہے اور تخمینی خرچ باون لاکھ اکسٹھ ہزار ایک سو چھیاسی (۵۲٫۶۱٫۱۸۶) روپیہ ہے گویا امسال انشاء اللہ مبلغ دو لاکھ دو ہزار نو سو چوبیس (۲۰۲۹۲۴) روپیہ بچت ہو گی۔ آمدنی اور خرچ کا توازن قائم رکھنے کے لیے فائنس منسٹر صاحب کے کئی کئی ہفتہ صرف ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ ریاست کے پاس تقریباً پونے دو کرور کا سرمایہ مستقل محفوظ ہے جو گورنمنٹ سیکیورٹیز اور کارخانوں میں لگا ہوا ہے۔ تقریباً ساڑھے چھ لاکھ روپیہ سال کی آمدنی اس سے ریاست کو ہوتی ہے اور مقام شکر ہے کہ اس سرمایہ میں ہر سال کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ہندوستان میں بہت کم ریاستیں ایسی ہیں جن کی مالی حالت اس قدر مستحکم ہو۔

اہلِ رامپور کی خصوصیات اور عام خوشحالی

مولوی حکیم نجم الغنی صاحب نے اپنے ہم وطنوں کی عادات و خصائل کا ذکر اخبار الصنادید میں ایسے برے الفاظ میں کیا ہے اور ان کو ایسے کم زور کیرکٹر کا دکھلایا ہے کہ ان الفاظ کا نقل کرنا بھی میں رام پور کی توہین سمجھتا ہوں میرے تجربہ و مشاہدہ نے مجھے حکیم صاحب سے مختلف رائے قائم کرنے کا موقع دیا

اہل رام پور عموماً صاف دل صاف گو ہمدرد. خلوص پسند دجری ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ جو شخص نیک سلوک کرے اوس کی قدر کرتے ہیں۔ پرانے لوگوں میں وضعداری حد درجہ موجود ہے۔ مکاری و دغابازی و زمانہ سازی عموماً ان میں نہیں ہوتی۔ دورنگی و حیلہ سازی سے نہیں بلکہ خلوص و محبت سے آپ جو کام ان سے لیں وہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ ایک اور خاص بات یہ ہے کہ رام پور کا شریف مسلمان جھوٹی شان بھی بنانا نہیں چاہتا وہ اپنی ٹال میں لکڑی چیرنے اور توت بازو سے پیسہ پیدا کرنے میں عار نہیں سمجھتا۔ اسی کے ساتھ رام پور میں تعلیم کی کمی ہے۔ اور تعلیم کی زیادتی کے ساتھ رام پور بہت زیادہ ترقی کریگا۔ مولنا محمد علی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ رام پور بنجر زمین ہے۔ اس کو اچھی طرح جوت کر تخم ریزی کی جائے تو سبزی حاصل ہوگی۔ بہت سے قدیمی روایات اور قابلِ قدر چلن رام پور میں موجود ہیں۔ حکام رام پور سے میری التجا ہے کہ رام پوریوں کے مزاج کو ٹھیک طور پر سمجھیے

اور باہمدگر بدگمانی رفع کیجئے۔ نئی جھول کے چند نوجوانوں کے اطوار و خصائل سے آپ کو سارے رامپور کے متعلق رائے قائم کرنا نہیں چاہیئے۔ ہزارہا بندگانِ خدا رام پور میں ایسے موجود ہیں جو سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور جن سے مل کر اور گفتگو کر کے حقیقتاً دل کو مسرت ہوتی ہے۔ لیکن ان لوگوں کو نہ اربابِ حکومت کے دروازے کھٹکھٹانے کی ضرورت ہے اور نہ پوسٹر بازی اور گمنام خطوں سے ان کو واسطہ ہے۔ ان میں ایسے صاحبان ہیں جن پر مختلف اوصاف کے لحاظ سے رام پور فخر کر سکتا ہے اور ان کی قدر کرنا حکومت کا فرض ہے۔

مخالفین حکومت نے ایک عام خیال پیدا کر دیا ہے کہ رامپوری مفلس ہیں، نادار ہیں، اُن کی ضروریات پوری نہیں ہوتی ہیں۔ نظرِ تحقیق سے دیکھا جائے تو یہ خیال غلط ہے۔ شہر رام پور میں عام خوشحالی کسی معمولی برٹش انڈین ضلع سے زیادہ ہے۔ اول تو قلعۂ معلی کے اندر اور باہر سرکار میں اور اہلِ خاندان میں ادنیٰ طبقے کے مرد اور عورتیں کثرت کے ساتھ ملازم ہیں۔ پھر سرکاری فوج میں، دفاتر میں، کارخانوں اور مختلف ادارات میں ہزاروں آدمی ملازم ہیں۔ کسی ضلع کو پیش نظر رکھیئے، اس کثرت سے وہاں کے باشندے آپ کو سرکاری ملازمت میں نہیں دکھائی دیں گے۔ چھوٹی اور بڑی ملازمتوں سے ریاست کے اندر اور ریاست کے باہر ہزارہا انسانوں کے پیٹ پل رہے ہیں۔ میں نے کوشش کی کہ صحیح اعداد میسر آسکیں مگر میں مجبور رہا۔ لیکن اس میں کوئی

شک نہیں کہ ملازمت کے صیغہ میں رام پور قرب وجوار کے شہروں سے کہیں آگے ہے - بلکہ یہہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ملازمت کی زیادتی نے رام پور کو دوسرے شعبوں سے مستغنی بنا دیا ہے -

تجارت میں بھی رام پور پڑوس کے شہروں سے کم تر نہیں ہے - مسلمانوں کے ہاتھوں میں عموماً جو کاروبار روہیل کھنڈ میں ہر جگہ ہیں وہ رام پور میں بھی ہیں اور دوکان داری اور ٹھیکہ داری میں رام پوری لوگ خوب روپیہ پیدا کر رہے ہیں -

زمیں داری خاص ریاست رام پور میں کم ہے - تاہم علاقہ جدید کی زمینداریوں کے علاوہ اضلاع بریلی و مراد آباد و بدایوں میں اہلِ رام پور کی بڑی بڑی زمینداریاں ہیں -

اہلِ رام پور کی خوش لباسی و تندرستی و خوش طبعی خود دلیل واضح اُن کی خوشحالی کی ہے - بریلی یا مراد آباد میں مسلمانوں کے کسی محلہ میں پہونچ جائیے اور اندرونی حالات کی تحقیق کیجیئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ افلاس کسے کہتے ہیں - وہ صاحبان جو نواب صاحب و قاضی صاحب و مولوی صاحب کہے جاتے ہیں - بعض اوقات کپڑوں کا ایک جوڑے سے زیادہ نہیں رکھتے - انکو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا - رام پور میں افلاس اس حد تک ہرگز نہیں ہے - رام پور کی مالی حالت کا اندازہ کرتے وقت ہمیں یہ ہرگز نظرانداز

نہیں کرنا چاہیئے کہ آج کل دنیا میں ہر جگہ اقتصادی مصیبتوں کا سامنا ہے۔ خصوصاً ہندوستان میں کئی سال سے دولت کی کمی ہو رہی ہے۔ گذشتہ چند سال سے فصلیں خراب ہو رہی ہیں اور غلہ کی پیداوار کم ہونے سے ہمارے صوبہ میں پریشانی پھیلی ہوئی ہے۔ کمی پیداوار کا اثر تجارت وصنعت و حرفت پر پڑتا ہے۔ یقیناً رام پور ان حالات سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ لیکن برٹش حکومت اپنی رعایا کی مالی دقتوں کو رفع کرنے کی تدابیر اس قدر نہیں کرتی ہے۔ جتنی کہ رام پور میں آج کل ہو رہی ہیں۔ ان کی تفصیل باب ششم میں میں نے عرض کی ہے۔ رام پور کی جدید اصلاحات اور مختلف صنعتوں کے کارخانے ہمیں امید دلا رہے ہیں کہ چند سال کے بعد اہل رام پور کی خوش حالی میں بہت زیادہ اضافہ ہوگا۔

باب پنجم

رعایا کی شکایات حکومت رامپور سے

جہاں تک ہوسکا میں نے ریاست کے صحیح حالات بلا مبالغہ بیان کئے ہیں اور جو قابلِ اعتراض بات خیال میں آگئی اس کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ لیکن باب ہذا میں خصوصیت کے ساتھ اُن امور کو عرض کروں گا جو موجب شکایت ہوئے۔ اس امر واقعہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ رعایائے رامپور میں حکومت کے خلاف ایک پارٹی ہے اور کچھ عرصہ سے اُس پارٹی کے اندر تفریق ہوکر دو فریق قائم ہوگئے ہیں جو ایک دوسرے کی نیت پر حملہ کرتے ہیں اور باہم خود غرضی کا الزام لگاتے ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے۔ جناب جنت مکان کے عہد میں والیٔ ملک یا حکام کے خلاف کوئی شخص ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکال سکتا تھا۔ لیکن عہد حاضرہ میں آزادی تحریر و تقریر خوب حاصل ہوئی اور لوگوں نے حکومت کو دل کھول کر گالیاں دیں، رسالہ جات شائع کئے اور وقتاً فوقتاً پوسٹر چھاپے گئے حتیٰ کہ ۱۹۳۴ء میں ایک مرتبہ خان بہادر مسٹر مسعود الحسن کی چیف منسٹری کے زمانہ میں اور دوسری

مرتبہ ۱۹۳۲ء میں بلوہ ہوا۔

اس بیچینی کے وجوہ پر غور کرنا، اصل شکایات کو معلوم کرنا اور اُن کا علاج سوچنا ہمارا فرض ہے۔ مخالفین کی روش کو غلط کہکر معاملات کو خفیف نہیں بنایا جاسکتا میری ناچیز رائے میں ابتدا بددلی ظاہر کرنے میں اہل رامپور حق بجانب تھے لیکن اُن شکایات کو وقت پر رفع نہیں کیا گیا اور مادہ پکتا رہا۔ جس کی وجہ سے ظاہر ظہور اعلان مخالفت ہوا۔ بہرحال اون حالات واسباب کو عرض کیا جاتا ہے۔

رامپوری رعایا کی بیچینی کے اسباب

نواب سر سید رضا علی خاں بہادر کا زمانہ ولیعہدی محض تعطل و تفریح میں نہیں گذرا۔ آپ ذمہ داری کے ساتھ فرائض مفوضہ انجام دیتے تھے اور بسا اوقات لوگوں کو شکایت پیدا ہوتی تھی آپ کی مسند آرائی کے بعد چند مقربین نواب جنت مکان کے مراتب میں کچھ کمی واقع ہوئی اور اُن کو مزید تکدر پیدا ہوا۔ اِدھر سرکار کی یہہ کیفیت رہی کہ آپ تصنع و زمانہ سازی سے بری رہکر کام میں مصروف رہے۔ کام کرنے کی دُھن اُن کو ہمیشہ سے تھی اور یہی خصوصیت اُن کے مزاج کی رہی ذی اختیار رئیس ہونے کے بعد اُن کے ذوق عمل نے ترقی کی اور چند باتیں ایسی ظہور میں آئیں جن سے عوام کو شکایت ہونا لازمی تھا۔ اُن کو نمبروار عرض کرتا ہوں۔

۱۔ سرکار کی حکومت شروع ہوتے ہی سنہ ۱۹۳۰ء و سنہ ۱۹۳۱ء میں کثیر التعداد

معافیات وجاگیرات وپنشنیں ضبط ہوگئیں۔ظاہر ہے کہ ایسے حقوق کی ضبطی کا اثر ان اشخاص پر پڑا جو رامپور میں برسر اقتدار تھے۔کیونکہ جاگیریں اور پنشنیں عوام الناس کی نہیں ہوا کرتیں۔اور اثر بھی کیسا؟ مالی اثر۔

گر جاں طلبی مضائقہ نیست

ور زر طلبی سخن در نیست

ان ضبطیوں سے اہل رامپور کے ایک طبقہ میں سرکار کی مخالفت کی آگ بھڑک گئی اور طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔اس تمام کارروائی کو ہز ہائینس کی ذاتی طمع اور سوء تدبیر سے منسوب کیا گیا۔حالانکہ واقعہ یہہ ہے کہ کمیٹی منسٹران کی متفقہ سفارش پر ضبطی کی کارروائی شروع ہوئی تھی۔منسٹر صاحبان نے اور بالخصوص مسٹر پانڈے نے اپنی قانونی موشگافی سے یہ نکتہ واضح فرمایا کہ معافی وپنشن کسی رئیس کی حیات تک اثر رکھتی ہے لہذا جنت مکان کی وفات کے بعد اون کی عطا کردہ جاگیرات ومعافیات وپنشنوں کی میعاد ختم ہوگئی اور یہی حالت عطیات والیان سابق کی بتائی گئی۔سرکار کو قاعدہ کے موافق اپنے وزراء کے متحدہ فیصلہ کو ماننا چاہیئے تھا۔چنانچہ ضبطیاں عمل میں آئیں۔حقیقتاً یہہ غلطی ان مشیروں کی تھی اور جب سرکار نے ان احکام کی غلطی کو محسوس کیا تو ۱۹۳۲ء میں وہ تمام مضبطہ حقوق واپس دیے گئے۔تاہم بدمزگی پیدا ہوچکی تھی اور باقی بھی رہی۔

۲- ہز ہائینس نے ابتدائے حکومت میں صدہا ملازمین ریاست کو بسلسلہ تخفیف یک لخت موقوف کر دیا۔ جنت مکان کے عہد میں بہت سے لوگ پرورشاً ملازم رہتے تھے۔ اور بعض ایسے تھے کہ ملازمت کی امید میں یا کسی مرتبہ کی وجہ سے مہینوں اور برسوں سرکاری مہمان تھے۔ اور رفتہ رفتہ مہمان داری کی خوراک کے عوض میں زرِ نقد مہمان خانہ سرکاری سے لیا کرتے تھے۔ سرکار موجودہ نے جن لوگوں کو بیکار سمجھا برخاست کر دیا۔ ان میں زیادہ تر کم تنخواہ والے ملازم تھے۔ اور بہت سے ایسے تھے کہ جن کو موقوفی کے بعد کوئی ذریعہ بسر اوقات کا نہیں رہا۔ ان برخاست شدگان کی تعداد ڈھائی تین ہزار کہی جاتی ہے۔ احکام موقوفی نے ایک طوفان عظیم برپا کر دیا۔ اور سارے شہر میں بددلی و بے اطمینانی طاری ہو گئی۔ ایک موقوف شدہ کے ساتھ سہ۔ ۵ گریہ و ماتم کرنے والے تھے اور جو لوگ ملازمتوں پر قائم رہے وہ بھی اپنی حالت کو مخدوش سمجھنے لگے۔ غرضکہ یہ دوسری زبردست شکایت عوام کو سرکار سے ہوئی اور حکومت سے مخالفت کا تخم بو دیا گیا۔ حکومت کی طرف سے جو ابکہا جاتا ہے کہ چونکہ غلّہ کی ارزانی اور عام اقتصادی انقلاب نے آمدنی میں کمی کر دی تھی لہذا مصارف میں کمی کرنا لازم سمجھا گیا۔

۳- رامپور میں ملازمت سرکاری کے ساتھ ساتھ اور علیحدہ بھی ایک

بڑا ذریعۂ آمدنی متاجری تھی یعنی جو دیہات سرکار کے انتظام میں براہ راست ہیں اور جن میں زمیندارہ نہیں ہے اُن کا ٹھیکہ میعاد معیّن اور جمع مقررہ پر رامپور کے معززین کو دے دیا جاتا تھا۔ اکثر متاجرین پیشہ ور ہوتے تھے یعنی وہ محض یہی کام کرتے تھے اور اس میں سیکڑوں اور ہزاروں روپیہ پیدا کرتے تھے۔ لیکن ان پیشہ وروں کے علاوہ بکثرت عہدہ دار اور حضور رس بھی متاجری کرتے تھے۔ ایک شخص جو سو روپیہ کا ملازم ہوتا پانچ سو روپیہ مزید متاجری سے پیدا کرتا۔ بڑے بڑے ذمہ دار حکام خود ٹھیکے لیتے تھے۔ سرکار کے رشتہ دار و خاندانی بھی متاجر ہوتے تھے اور وثیقوں سے بدرجہا زیادہ آمدنی ان صاحبان کو ٹھیکوں سے تھی حقیقت یہ ہے کہ رامپور کے طبقۂ اعلیٰ کی حیثیت متاجری سے قائم تھی۔ اور ہر متاجر کے ساتھ اس سلسلہ میں درجنوں وابستگان کے پیٹ پلتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ذی اقتدار متاجرین رعایا پر سختیاں بھی کرتے تھے۔ اور ناجایز نفع بھی حاصل کرتے تھے۔ لیکن متاجری کا سلسلہ رامپور میں قدیم تھا۔ اور ہزارہا آدمیوں کی قوت بسری کا وسیلہ یہی تھا۔

۱۹۳۳ء میں یک لخت کثیر التعداد دیہات خام کر لیے گئے اور صدہا اشخاص کو بے روزی کر دیا گیا۔ یہ مار سب سے زیادہ ناقابلِ برداشت تھی اس کی تاب اہلِ رامپور نہ لا سکے۔

شاید عام طور پر یہ معلوم نہیں ہے کہ مستاجری کے خلاف جو کارروائی شروع ہوئی وہ سر عبدالصمد خاں بہادر چیف منسٹر خان بہادر سید ابو محمد صاحب ریونیو منسٹر اور خان بہادر منشی محمد حسن خاں فنانس منسٹر کی متحدہ عرضداشت پر ہوئی۔ ایسے تجربہ کار، ذمہ دار وزرا کی متفقہ تحریک کو منظور نہ فرمانا بھی سرکار کے لیے موزوں نہ تھا۔

منسٹران ذمہ دار نے شکست مستاجری کی تجویز اس طرح پیش کی۔ کہ سرکاری عہدہ داروں اور اہلِ خاندان کو مستاجری سے محروم کردیا جائے اور اس کے وجوہ یوں بتائے جاتے ہیں :۔ "۱۹۲۹ء تک ملک میں غلہ کی گرانی رہی لہذا کاشتکار ہر قسم کی سختی جھیل سکتا تھا۔ ۱۹۳۰ء سے غلہ کے نرخ میں ارزانی ہوگئی اور کاشتکار کے ہاتھ میں پیسہ مقابلتاً کم آنے لگا۔ وہ مستاجرین جن کو اپنی عہدہ داری یا رشتہ داری پر ناز ہوتا تھا کاشتکاروں کو بہت پریشان کرتے تھے۔ انھوں نے طرح طرح کے خودخواستہ ٹیکس کاشتکاروں پر قائم کر رکھے تھے۔ حتیٰ کہ کوئی کاشتکار اپنے لڑکے یا لڑکی کی شادی بغیر مستاجر کو نذرانہ دیئے ہوئے نہیں کرسکتا تھا۔ عموماً مستاجر کو اضافہ لگان کا حق حاصل تھا مگر کاشتکاروں کو موروثی یا قانونی حقوق حاصل نہیں تھے۔ ارباب حکومت چاہتے تھے کہ عہدہ داروں اور اہل خاندان کا تعلق مستاجری قائم نہ رہے۔ اور ان لوگوں کی قابلِ اعتراض

مثالیں دوسروں کے لیئے نمونہ بنیں" یہ سب کچھ صحیح لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب ایک میعاد معین کے لیے آپ گانوں کسی کے حوالہ کر چکے تو قبل انقضائے مدت مقررہ بہ یک اشارہ چشم کس قانون وانصاف میں آپ اس معاہدہ کو فسخ کر سکتے ہیں۔ پھر ایک معمولی مکان یا دوکان خالی کرانے کے لیئے قانون لازم قرار دیتا ہے کہ پیشتر سے اطلاع دی جائے۔ آپ صدہا دیہات پر فی الفور قبضہ کیسے لے رہے ہیں۔ علاوہ بریں کوئی معاوضہ کسی نوع کا ان ٹھیکہ دارں کو نہیں دیا گیا۔ جن کی روزی کو سلب کر لیا گیا۔ میری رائے میں یہ شدید سیاسی غلطی ارکان حکومت کی تھی اور جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا اس سے رامپور والوں کے دل دکھ گئے۔ اگر یہی کارروائی۔ رفتہ رفتہ ہر معاہدہ کی میعاد کے اختتام کے ساتھ کی جاتی تو قابل اعتراض نہیں ہوتی۔

ان تین بڑی وجوہ کے ساتھ چند چھوٹی شکایات جو زیادہ تر ذاتی و انفرادی حیثیت رکھتی تھیں شامل ہو گئیں اور رامپور میں جہاں کہ والی ملک کو واقعی ظل اللہ سمجھا جاتا تھا ایک مستقل سیاسی پارٹی قائم ہو گئی۔ جو علانیہ حکومت سے اختلاف کرنے لگی اور پوسٹر بازی اور پمفلٹ نویسی رام پور کا معمولی مشغلہ ہو گیا۔ یہ اختلاف بہت سی ناگوار و ناروا صورتوں میں ظاہر ہوا اور دبا دیا گیا۔ میں نے ان حالات کا غور کے ساتھ اور دل سوزی سے مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ سیاسی

اختلاف کرنے والے بھی ہزہائینس کی قدر و محبت دل میں رکھتے ہیں اور آپ کے خلوص کے قائل ہیں۔ رامپور کا یہ اختلاف بہت آسانی سے دور ہو سکتا ہے۔

رام پوری سیاسیات میں جہاں جہاں خود غرض لوگ نظر آئیں اُن کو درمیان سے ہٹا دیجے اور مختلف فیہ مسائل بہت کم رہ جاتے ہیں۔ جن کا حل نہایت آسان ہے۔

شورش میں ترقی کے وجوہ

وجوہ مذکورۂ بالا سے سیکڑوں رامپوری دل شکستہ ہو گئے۔ اِن شکایت کرنے والوں کو دو طرف سے مدد ملی یا یوں کہیے کہ اِن حالات سے دو گروہوں نے فائدہ اوٹھایا۔ ایک وہ جو زمانہ جنت مکان میں عروج پر تھے۔ لیکن اب اون کے اثرات میں کمی ہوگئی تھی۔ اِن لوگوں میں سے اکثر درپردہ اور بعض علانیہ شورش میں شریک ہوئے۔ دوسرے اُن اشخاص نے فائدہ حاصل کیا جو دیگر ذاتی اغراض مدنظر رکھتے تھے اور اس تحریک میں شامل ہو کر اپنی ذاتی وجاہت و اہمیت ہزہائینس کو جتانا چاہتے تھے اور جن کا اصل مقصود اپنی ذاتی منفعت تھی غرضکہ تین قسم کی مختلف الاغراض جماعتیں حکومت کی مخالفت میں متحد ہو گئیں۔ اور طرہ یہ کہ اُن کی رہبری کے لیے ایک دولتمند و

وذی حیثیت شخص مل گیا جس کو (جہاں تک میری تحقیقات ہے) اپنی کوئی
ذاتی غرض بجز اس کے نہ تھی کہ وہ اپنے وطن میں ممتاز اور اہل وطن کا
محبوب رہنما ہو جائے۔ ادھر ارباب حکومت نے اپنی روش
غیر معمولی طور پر نرم کر دی۔ اگر ابتدا میں ٹھیک طور پر علاج کر لیا جاتا
تو ہرگز یہ سیلاب بڑھتا نہیں یہ بد دلی صرف مسلمانان شہر کے طبقۂ
اوسط تک محدود تھی۔ لیکن حکومت نے کچھ عرصہ تک ان باتوں کو لائق
اعتنا نہ سمجھا اور جب احساس ہوا تو منسٹر صاحبان نے ادعائے حریت
پسندی کے خلاف عمل اختیار کرنے سے اپنی ذلت محسوس کی۔ اگر ابتدا
میں مناسب تدابیر سے یہ آگ دبا دی جاتی تو نہ شورش کا دائرہ پھیلتا
اور نہ قانون کی حرمت کرنے والوں اور سرکار کے فدائیوں کو بلوائی
اور باغی سمجھنے کا موقع پیدا ہوتا۔ لیکن برتاؤ وہ کیا گیا جس کے رام پور
والے عادی نہیں تھے۔

اس طرح پر شورش بڑھتی گئی اور بھیڑ چال ہو کر کچھ عرصہ میں حکومت کے
خلاف ایک محاذ قائم ہو گیا۔ توجا و بیجا تمام الزامات حکومت پر عائد کئے
جانے لگے۔ بہت سی وہ باتیں جن کو لکھنے والے خود غلط سمجھتے تھے
حکومت کے سر تھوپی گئیں۔ اور اکثر جوشیلے نوجوانوں نے ریاست
و رئیس کی ہر اچھی اور بری بات کو شبہ اور عیب جوئی کی نظر سے دیکھنا

شروع کیا اور بغیر غور و فکر کئے حکومت کو گالیاں دینا اہل رام پور کی فیشن میں داخل ہوگیا۔ یہہ حالت اُس وقت تک قائم رہی جب تک معمولی قانونی گرفت نہیں برتی گئی۔ اس کتاب کی طباعت کے دوران میں ۱۹۳۹ء کا بلوہ ہوا جسکی تفصیل صفحہ ۱۴۲ کے بعد ملیگی۔

شکایات کی تفصیل

انفرادی شکایت ہر شہر و قصبہ حتیٰ کہ ہر خاندان میں مقابلہ منتظمین کے ہوا کرتی ہیں اور اُن پر کوئی خاص توجہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ان تحریرات کو جو کتابی یا اشتہاری صورت میں ریاست کے خلاف شائع ہوتی رہتی ہیں غور سے مطالعہ کیا اور اعتراضات و شکایات کو نمبروار قائم کر کے اُن کی حقیقی کیفیت کچھ عرض کروں گا۔

اعتراض	اصلی کیفیت
(۱) خاص باغ پیلس پر بہتر لاکھ روپیہ صرف کیا گیا۔	اگرچہ اس رقم کے تعین میں مبالغہ کیا گیا ہے لیکن اس اعتراض سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ صرفہ یقیناً حد سے متجاوز ہے۔ لیکن یہہ آغاز حکومت موجودہ کے زمانہ کا واقعہ ہے اور ہر رئیس کوئی نہ کوئی عمارت اپنے مذاق کے

موافق قابل یادگار تیار کرتا ہے

(۲) مبلغ آٹھ سو روپیہ یومیہ پیلس کو موسم گرما میں سرد بنانے کے لیئے اور موسم سرما میں گرم رکھنے کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔

اس مد کا تقریباً پچاس روپیہ روز صرف ہے - مگر سوائے اس کے کہ ۳۳ء میں چند ماہ تک اس قسم کا انتظام رہا - اب سال بھر میں معدود چند دن سے زائد نہیں ہوتا - اور وہ بھی کسی نہایت ممتاز مہمان کی آمد کے موقع پر۔

(۳) سفر و سیاحت پر خرچ کثیر

ہز ہائینس غیر معمولی سیاحت کے کبھی عادی نہیں ہوئے - البتہ یورپ وغیرہ کا ایک دورہ کیا جو لازمی تھا - اور اب صرف گرمی کے چند ماہ مسوری قیام فرماتے ہیں - اس میں بھی ہر جزوی خرچ میں مثلاً قیام گاہ اور تعداد ہمراہیان میں بہت کفایت شعاری برتی جاتی ہے اور مصارف ذات خاص سے ادا کیئے جاتے ہیں سفر کے معاملہ میں

کفایت شعاری کی حد ہوگئی کہ بعض اوقات اوقات بجائے اسپیشل ٹرین کے صرف سرکاری گاڑیاں معمولی ریلوے ٹرین میں لگا دی جاتی ہیں۔

(۴) سرکار کے رشتہ داروں اور مخصوص اشخاص کے وظائف میں زیادتی۔

سال ہائے حال میں کوئی مثال مشکل سے ملے گی کہ کوئی جدید وظیفہ مقرر کیا گیا ہو یا کسی میں اضافہ ہوا ہو۔ اس سال خصوصیت سے ایسے جدید وظائف بند کر دیئے گئے ابتدائے حکومت میں ضرور بعض واقعات ہوئے۔

(۵) مصارف بلا لحاظ بجٹ کے ہوتے ہیں۔

پانچ سال گزشتہ کے متعلق یہ قطعاً غلط ہے بجٹ کی پابندی سختی سے کی جاتی ہے۔ ان کی تفصیلی بحث کی جا چکی ہے ورنہ ہر سال بچت نہیں ہو سکتی تھی۔

(۶) جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔
(۷) مشاجری کا خاتمہ
(۸) موقوفی ملازمان

صفحات ۱۲۵ لغایتہ ۱۲۹ قابل ملاحظہ ہیں۔ ضبط شدہ جائدادیں سب واپس ہوگئیں۔

(۹) ملازمین ریاست کی تنخواہوں میں نامناسب کمی اور ناموزوں اضافہ

یہ اعتراض بھی موجودہ انتظام میں وارد نہیں ہوتا کئی سال سے ملازمتوں میں درجہ بندی کردی گئی ہے اور وہ پرانا طریقہ کہ ہر شخص کی تنخواہ ذاتی بلا لحاظ عہدہ کے ہو متروک کردیا گیا ہے۔ عہدوں کو استقلال دیا گیا ہے گریڈ مقرر ہو گئے ہیں۔ پنشن رائج کردی گئی ہے اور ملازمین کا پراویڈنٹ فنڈ قائم فرمادیا گیا ہے۔

(۱۰) محصولات درآمد و برآمد قائم کرنا۔

برخلاف اکثر و بیشتر ریاستوں کے رامپور میں درآمد و برآمد اشیا پر قطعاً کوئی محصول نہیں حالانکہ اس مد سے بعض معمولی ریاستیں چار یا پانچ لاکھ روپیہ سال حاصل کرتی ہیں۔ مثلاً سنٹرل انڈیا ایجنسی کی ریاستیں۔ رامپور میں صرف میونسپلٹی کی طرف سے معمولی چنگی مقرر ہے لیکن اس سے ریاست کا کوئی

تعلق نہیں۔

(۱۱) عدل گستری میں پولیس کا اثر۔

یہ شکایت بھی کلیتاً مفقود ہے اور اگر کبھی تھی تو ابتدائی زمانہ میں ہو گی۔
اب مجسٹریٹ صاحبان اور ہائی کورٹ ججان ہرگز پولیس کا رعب و اثر نہیں مانتے ہیں۔

(۱۲) مقدمات عدالتی میں سرکار کی ذاتی خواہشات کا دخل

موجودہ دور اصلاح میں یہ الزام سراسر غلط ہے۔ سرکار کسی قسم کی مداخلت حکام عدالت کے فیصلوں میں نہیں فرماتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنی عدالت کے فیصلوں میں بھی کسی کی سفارش پر عمل نہیں فرماتے
اس سلسلہ میں ایک واقعہ میرے علم میں ہے جو قابل گزارش ہے۔ ایک ملزم سرکاری مصاحب تھے۔ مجوزہ ان کو قید کا حکم صادر کرتے ہوئے۔ بہ لحاظ اون کی حیثیت مصاحبی کے

قید سخت کے بجائے قید محض کا حکم دیا
سرکار نے اس پر سخت باز پرس
فرمائی اور عملاً اظہار ناخوشی
فرمایا معافی شاہانہ کا استعمال سرکار
کے ترحم پر موقوف ہے۔

---

(۱۳) جوڈیشری کا یعنی حکام عدالت کا ذی لیاقت نہونا۔

ایمان داری سے نظر ڈالی جائے تو
یہہ اعتراض آج کل وارد نہیں
ہوتا ہے۔ ہائی کورٹ کے تینوں جج
صاحبان بیرسٹر ہیں اور مجسٹریٹ صاحبان
میں چیف مجسٹریٹ انگریزی کے تجربہ کار
ڈپٹی کلکٹر ہیں۔ مولوی فیاض علی خان
مجسٹریٹ درجہ اول نہایت تجربہ کار
اور قابل و معتبر مجسٹریٹ ہیں۔ جو
کارگزاری میں ریاست کے دیگر
ہم پلہ مجسٹریٹوں سے کہیں بہتر ہیں
بقیہ مجسٹریٹ بی۔ اے ایل ایل بی ہیں

سول جج صاحب حالانکہ ڈگری یافتہ
نہیں ہیں مگر ریاست کے ممتاز و نامور
وکیل تھے اور اُن کی پُرانی قطع کی تعلیم
اور وسیع تجربہ ایسا ہے کہ جدید
ڈگری یافتہ لوگوں سے بہتر کام کرتے
ہیں۔ ایڈیشنل سول جج بھی بی۔ اے
ایل۔ ایل۔ بی ہیں۔

(۱۴) فوج اور جیل میں ناروا برتاؤ

فوج انگریزی افسر کے ماتحت ہے۔
اور بہترین حالت میں ہے۔ لفظی
اعتراض کر دینا آسان ہے مگر
حقیقت یہ ہے کہ رام پور کی
فوج بالکل انگریزی فوج کا مقابلہ
کرتی ہے۔ جیل جب سے کرنیل
قریشی کی ماتحتی میں آیا ہے
نہایت قابلِ اطمینان حالت میں ہے
اور کوئی بے قاعدگی کسی قسم کی
نہیں ہوتی۔

۱۵۔ برٹش انڈیا سے ملازمین اور افسران ریاست میں لیے جاتے ہیں

جب ریاست میں اصلاحات کئے جائیں گے تو تجربہ کار اور تعلیم یافتہ اشخاص کو ملازم رکھنا کسی طرح قابل اعتراض نہیں۔ یہہ میں بھی مانتا ہوں کہ بعض اوقات برٹش گورنمنٹ کے ملازمین کو تنخواہیں زیادہ دینا پڑتی ہیں وہ ایک حد تک مستغنی سے رہتے ہیں اور اُن پر سرکار کا دباوٗ اوتنا نہیں رہتا جیسا کہ براہ راست اپنے ملازمین پر ہوتا ہے۔ تاہم ان میں سے اکثر نہایت خوب کام کر رہے ہیں

(۱۶) شیعوں کا تقرر

اس بارہ میں میں مفصل بحث کر چکا ہوں۔ رامپور میں یہہ مذہبی امتیاز نہیں ہونا چاہیئے تاہم ضمیمہ سے ظاہر ہوگا کہ شیعوں کو ملازمت میں جتنا حصہ ملنا چاہیئے

وہ نہیں مل رہا ہے۔
خان بہادر سید ابو محمد صاحب۔
خان بہادر سید محمد عباس زیدی و
سید ناصر حسین صاحب ناظم و
سید معقول احمد صاحب کے واپس
جانے کے بعد اعلیٰ عہدوں میں شیعوں
کی کمی قابل لحاظ ہے۔

(۱۷) سرکار کے بعض قریبی رشتہ داروں کے ساتھ ناروا سلوک۔

ہز ہائینس اپنے کسی عزیز کے ساتھ
ایسا سلوک نہیں فرما رہے ہیں جو
اخلاقاً یا قانوناً قابل گرفت
ہو۔ معمولاً کسی عزیز کی اندرونی
شکایات کا علاج آسان نہیں
ہوتا۔ فرماں روایان کے
بھائی بہن بسا اوقات غیر مطمئن
رہتے ہیں۔ معترضین ایسی کھلی ہوئی
مثالوں کو بھول جاتے ہیں جیسے
کہ ہز ہائینس نواب سید حامد علی خاں

بہادر کے اکلوتے بھائی اُن کی زندگی
بھر ہندوستان نہیں آئے۔
صاحب زادہ حیدر علی خاں صاحب
نے مستقل سکونت ضلع بدایوں میں
اور صاحب زادہ کاظم علی خاں صاحب
نے مستقل سکونت بریلی میں اختیار
کرلی۔ اور رئیس سے علیحدہ رہے۔
ذاتی تعلقات کو ریاستی انتظام سے
مخلوط نہیں کرنا چاہیئے۔

(۱۸) رعایا کی شرکت حکومت میں
اور ذمہ دارانہ آئینی حکومت۔

اس ضمن میں مکمل بحث ابتدا میں
کر چکا ہوں صفحہ ۱۴ ملاحظہ ہو۔
۔ عہد سابق میں کسی قسم کے حقوق
رعایا کو حکومت میں حاصل نہیں تھے۔
آج میونسپل بورڈ بھی ہے اور لیجس لیٹو
کونسل بھی ہے اور کونسل کو عنقریب وسیع
کر کے مزید اختیارات ملیں گے۔
شہر "روم" ایک دن میں

نہیں بنا تھا

غرض کہ جتنے اعتراضات میرے ذہن میں آسکے اون سب کو میں نے جمع کرلیا اور اُن کی حقیقت ظاہر کردی - رام پور بھی آخر اسی دنیا میں ہی۔ آپ اوس کو معمولی معائب سے بھی پاک و صاف اور جملہ ہم حیثیت مقامات سے بہت بالا تر کیوں دیکھنا چاہتے ہیں۔ رام پور کی عام زندگی دوسری جگہوں سے اچھی ہے اور ریاست کا انتظام بہت سی ریاستوں سے بہتر ہے - اور ہماری کانگریسی حکومتوں سے جو جان و مال کی حفاظت نہیں کرسکتیں بدرجہا عمدہ تر ہے - اور دن بہ دن بہتر ہونے کی امید ہے - جیسا کہ باب ششم سے معلوم ہوگا سرکار اور منسٹروں سے تعاون کرکے اہل رام پور اپنے وطن کو دنیوی جنت بنا سکتے ہیں - طالبان حقوق کے خیال میں جو امور لائق اصلاح ہیں اُن کے لیئے وہ روش اختیار کی جائے جو رام پور کو حقیقی فائدہ پہونچائے میں نے اس کتاب کے آخری حصّے میں حکومت سے بھی کچھ گزارشات کی ہیں شاید وہ لائق توجہ ہوں -

واقعہ سب انسپکٹر جھرمل سنگھ اور شورش ۳۹ء

نواب جنت مکان کے عہد تک رامپور میں جماعتی شورش معدوم تھی لیکن دورِ جدید میں جس قدر زیادہ آزادی تقریر و تحریر عوام کو حاصل ہوئی اُسی قدر شدت سے مطالبات کیئے گئے اور مختلف حیلے تلاش کر کے حکومت سے ناراضگی کا اظہار وسیع پیمانہ پر کیا گیا ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۸ء میں بلوے ہوئے اور اس میں شک نہیں کہ ان دونوں موقعوں پر حکومت نے تشدد سے اتنا کام نہیں لیا جتنا کہ حکمت عملی اور دلجوئی کو روا رکھا گیا لیکن ۱۹۳۹ء کا بلوہ نوعیت اور نتائج کے لحاظ سے مختلف ہے۔

واقعہ یوں شروع ہوا کہ خانقاہ صابریہ سے متصل محلہ شتر خانہ میں ایک مسجد ہے۔ بعض مسلمانان محلہ نے شکایت کی کہ مسجد کے حجرہ میں جرم خلاف وضع فطری کا ارتکاب ہوا۔ سردار جھرمل سنگھ سب انسپکٹر انچارج تھانہ تفتیش کی غرض سے مسجد میں گئے اور جوتہ پہنے ہوئے داخل ہوئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ صحن میں جوتہ پہن کر چلتے پھرتے رہے اور باوجود امام مسجد کی ممانعت کے باز نہیں آئے۔ سب انسپکٹر کا قول ہے کہ کنارے کنارے گئے تھے اور منع کرنے پر منفعل ہو گئے۔ بہرحال بات

بڑھ گئی اور سب انسپکٹر کی فوری برخاستگی کا مطالبہ مسلمانوں نے کیا
پولیس کے حکام نے معاملہ کو اس قابل نہیں سمجھا کہ زیادہ بازپرس
کی جائے لیکن حکام بالا نے سب انسپکٹر کو شہر سے باہر تبدیل کر دیا۔
سرکار اس وقت منصوری تشریف فرما تھے واقعات کی اطلاع ہونے
پر سرکار نے سب انسپکٹر کے درجہ میں بھی تنزل فرما دیا اور آخرکار
وہ رخصت لے کر ریاست سے باہر چلا گیا لیکن شہر کے مسلمانوں
میں بددلی بڑھتی گئی اور رام پور کے سیاسی حضرات نے اپنے مقاصد
کو پیش نظر رکھ کر اس معاملہ میں خاص دلچسپی لی۔ واقعہ سے آٹھویں دن
جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد اس مسئلہ پر تقریریں ہوئیں اور
ہفتہ بھر سے جو آگ سلگ رہی تھی اُس کے شعلے بھڑکنے لگے۔ سب انسپکٹر
کی فوری برخاستگی پر اصرار کیا گیا ورنہ کالی جھنڈیوں کے جلوس
نکالنے اور ہڑتال کرنے کی دھمکی دی گئی۔ جب تک عدالتی طور پر
ثابت نہ ہو جائے کہ سب انسپکٹر نے عمداً مسلمانوں کی دل آزاری
کی غرض سے یہ حرکت کی اُس وقت تک حکومت رام پور سب انسپکٹر
کو موقوف کرنا خلاف قاعدہ اور خلاف انصاف کہتی تھی دونوں طرف
سے پوری ضد کے ساتھ اصرار رہا اور حکومت نے احکام امتناعی متعلق
جلوس و تقریر وغیرہ جاری کیے لیکن اُن کی خلاف ورزی کر کے جلسے

کیے گئے اور جلوس نکالے گئے اور نہایت مکمل ہڑتال ہوئی یہاں تک
کہ ہنود نے بھی مسلمانوں کی ہم آہنگی کی۔ گو کہ خفیہ طور پر ہنود کے ڈپوٹیشن حکام
کے پاس پہونچتے تھے کہ ہم خوف و مجبوری کی وجہ سے ایسا کر رہے
ہیں اگر ہماری دوکانیں بلا خطرہ کھلوا دی جائیں تو ہم تیار ہیں۔ مگر
شورش کرنے والوں کی ہمدردی زبان سے اور روپیہ سے ہنود
کر رہے تھے۔ ہڑتال کئی دن تک جاری رہی۔ شہر کے کنارہ پر ایک خانقاہ
میں سیکڑوں شورش کنندگان مجتمع تھے اور نعرے لگاتے تھے جلوس
بھی نکلتے تھے اور اُن پر لاٹھی چارج بھی ہوتا تھا۔ ایک دو دفعہ فوج
کی طلبی کی ضرورت ہوئی۔ اور پبلک کو شکایت ہے کہ گھوڑا چارج
کیا گیا۔ عوام تو سلامت روی سے متجاوز ہو جایا کرتے ہیں لیکن اس موقع پر
رام پور پبلک کے اہل دماغ نے تدبر سے کام نہیں لیا۔ اُنکو چاہیئے
تھا کہ خوبصورتی کے ساتھ معاملہ کو سلجھاتے لیکن ہوا یہ کہ پرانے سیاسی
مطالبات کا اعادہ اور بھی زور و شور سے کیا گیا۔ اس ابتدائی غلطی کے
بعد جب لیڈروں نے عوام کو اپنے قابو میں رکھنا چاہا تو کسی نے اُن کی
مانی نہیں۔ انجام یہ ہوا کہ وہ صاحبان خود عامتہ الناس کی ہاں میں ہاں
ملانے لگے اور جیل کی عمارتیں رام پور کے شریف سیدوں اور پٹھانوں
سے بھرنے لگیں۔

ان حالات سے متاثر ہو کر مرادآباد اور بریلی سے بعض ہمدرد رام پور پہنچے اور ہماری صوبہ مسلم لیگ کے صدر نواب محمد اسمٰعیل خاں صاحب رامپور میں اور راجہ صاحب محمود آباد بریلی میں تشریف لائے اور تحقیق حالات کی اور گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی جو زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہوئی۔ شورش شروع ہونے کے وقت سرکار اور چیف منسٹر صاحب رام پور تشریف نہیں رکھتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہز ہائی نس پر جو منصوری سے فوراً تشریف لے آئے تھے ان واقعات کا خاص اثر تھا وہ چاہتے تھے کہ قانون وضابطہ و تحکم قایم رکھتے ہوئے جس قدر مراعات فرماسکیں فرمادیں۔ راقم الحروف کی کوشش سے ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ پبلک کے نمائندوں کو انتہائی آزادی کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع خاص باغ پیلیس کے اندر سرکار کے حضور میں مل گیا اور تین گھنٹہ سے زیادہ وہ صاحبان عرض معروض وتبادلہ خیالات کرتے رہے لیکن جس بااعزاز طریقہ پر معاملات حل ہو رہے تھے ان صاحبان نے منظور نہیں کیئے اور جو کچھ یہ لیڈر صاحبان منظور کر بھی لیتے اُس پر عوام آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ میں تو اس نتیجہ پر پہونچا کہ رام پور میں فی الحال کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کی رائے کا عامہ مخلوق تتبع کرے۔ آخر کار یہ ہوا کہ لیڈروں کو بھی سزائیں ہوئیں اور چند روز جیل میں رہ کر باستثنار

ڈوکس کے ہر ہر شخص نے تحریری معافی چاہی اور سال بھر کی نیک چلنی کے مچلکے دے کر جیل سے باہر آ گئے!!

اس ۱۹۳۹ء کے بلوہ اور اس کے انجام نے واضح کر دیا کہ شخصی حکومت کی تشدد کی پالیسی رام پور میں کامیاب ہوتی ہے آئینی جدو جہد کی صحیح طریقوں سے یہ لوگ زیادہ آشنا نہیں ہیں اس سلسلہ میں ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے ذمہ دار لوگوں سے معلوم ہوا اور نیز واقعات نے منکشف کر دیا کہ سرکار کے نمک خوار اور باقاعدہ ملازمین ریاست بھی بعض ایسے تھے کہ بلوائیوں کی مالی و اخلاقی ہمدردی کرتے تھے۔ یہ حرکت سخت حیرت انگیز و تشویشناک و قابل گرفت ہے اگر حکومت اس قدر جلد حالات پر قابو نہ پالیتی تو گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے کی مثال صادق آتی۔ ہر حکومت کے لیئے بیرونی دشمنوں کا مقابلہ اتنا مشکل نہیں جتنا اندرونی مخالفین کا ہوتا ہے۔

وفادار رامپوریوں کا فرض

رام پور میں قلیل التعداد گروہ ایسا ہے جو حکومت کی ہر بات کو بری نظر سے دیکھتا ہے۔ کچھ وہ لوگ ہیں جو معقول پسند ہیں اور اصلاحات مزید چاہتے ہیں اور زیادہ تر باشندگان شہر حکومت کے قدردان اور بے ضرر زندگی بسر کرنے والے ہیں۔

رامپوریوں سے میری استدعا ہے کہ اپنے وطن کی حقیقی خدمت اور فرماں روا سے سچی وفاداری کے جذبات کو زیادہ نمایاں کریں۔ ایک باقاعدہ منظم جماعت قایم ہونا چاہیئے جو سیاسیات کے سلسلہ میں اہل رامپور کو صحیح مسلک پر چلائے اور تضیع وقت اور تضیع قوت سے اُن کو باز رکھے مُرغی کا پیٹ چیر کر اکھٹے انڈے نکالنے کی کوشش حماقت ہوتی ہے ایک انڈا روزانہ پر اکتفا کرنا عقلمندی ہے۔

رامپور کا مستقبل بحالات موجودہ نہایت امید افزا ہی۔ اقتصادی حالات کے لحاظ سے رامپور ایک دور انقلاب میں ہی اور یہہ انقلاب زیادہ تر اس صنعتی و حرفتی ترقی کی وجہ سے ہو رہا ہی جو گزشتہ چار پانچ سال میں رامپور کو نصیب ہوئی۔ ہز ہائینس کو اس ترقی میں یہاں تک انہماک ہی کہ اگر ضرورت ہوئی تو کارخانوں کی ترقی کی خاطر سرکار اپنے ذاتی مصارف و آسایش میں کمی فرما دیں گے۔ ارشاد ہمایوں ہوا ہی کہ "ہم خود ذاتی تنگی گوارا کریں گے لیکن صنعتی و حرفتی ترقی کی رفتار کو دھیما نہیں ہونے دیں گے" مسٹر آر ایچ سیلووے ریونیو منسٹر نے اپنی بجٹ اسپیچ سال حال میں بجا طور پر فرمایا تھا کہ "سارے ہندوستان میں ریاست رامپور کے برابر کوئی اور رقبہ ارضی آپ کو نہیں مل سکتا جہاں کہ ایک ایک سال کے اندر اتنی ترقی

ہوئی ہو جیسی کہ ہمارے یہاں ہی" یہ ترقی کسی فوری جوش کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ معقول تحقیقات کے بعد سرکار نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اس بیکاری کے زمانہ میں صنعتی و حرفتی ترقی ہی ایسی شے ہی جس سے جملہ رعایائے رام پور بام عروج پر پہونچ سکتی ہے۔

دور موجودہ سے قبل رام پور کی حالت بلحاظ صنعت و حرفت

موجودہ فرماں روا کی تخت نشینی سے پیشتر رام پور میں نہ کوئی صنعتی ادارہ تھا اور نہ کوئی کارخانہ اور نہ گھریلو صنعتوں میں کسی قسم کی ہمت افزائی کی جاتی تھی۔

سنہ ۳۲-۱۹۳۱ء میں ریاست کی جو حالت بہ لحاظ صنعت و حرفت کے تھی اُس کی باضابطہ طریقہ پر ایک ذمہ دار ماہر کے ذریعہ سے سرکار نے تحقیقات کرائی اور آیندہ ترقی کے واسطے تجاویز معلوم کیں اور سنہ ۳۶-۱۹۳۵ء سے عملی کام صنعتی ترقیات کا شروع ہوگیا۔

مسٹر محمد حضور عالم کی سروے

مسٹر محمد حضور عالم بی۔ایس۔سی ایم۔ آر۔ اے۔ ایس ایف۔ آر۔ ایس۔ اے۔ (لندن) صنعت و حرفت کے ایک خاص شعبہ میں انگلینڈ و جرمنی میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور کان پور میں

ذاتی کاروبار کرنے کے بعد یو۔ پی گورنمنٹ میں لیدر انسپکٹری کے عہدہ پر اُن کا تقرر ہوا۔

ریاست رام پور کی انڈسٹریل سروے پر مسٹر حضور عالم کو ۱۹۳۲ء میں متعین کیا گیا۔ اونہوں نے مکمل تحقیقات کرنے کے بعد جو رپورٹ سرکار میں پیش کی تھی وہ بہت مفصل ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

تجارت وصنعت وحرفت کی ترقی پر ریاست کو بوجوہ ذیل بیشتر توجہ مبذول فرمانا چاہیئے

(۱) چونکہ زراعت کا انحصار غیر یقینی اور بے اختیاری حالات موسم وغیرہ پر ہوتا ہے اور زراعت سے منفعت بھی ایک حد تک محدود ہے اس لیے اس سے زیادہ وسیع ومعتبر میدان ریاست کی اقتصادی ترقی کے واسطے مہیا ہونا چاہیئے اور وہ وسعت واعتبار صنعت وحرفت و تجارت میں موجود ہے۔

(۲) زرعی پیداوار کی قیمتوں میں جو تدریجی تنزل ہو رہا ہے اس کا اثر ریاست کی مالیات پر یقیناً پڑکر رہیگا۔ لہذا اس نقصان کی تلافی کی غرض سے دیگر وسائل آمدنی کو اختیار کرلینا ضروری ہے۔

(۳) دیسی صنعتوں کی ترقی کے وسیع امکانات ریاست رام پور میں یوں

بھی ہیں۔ کہ جن خام پیداواروں سے اِن صنعتوں کو فروغ ہو سکتا ہے ۔ وہ ریاست میں دستیاب ہوتے ہیں۔ اور نیز صنّاع اور فرد وریہاں بکثرت موجود ہیں۔

(۴) سارے ہندوستان میں دیسی مصنوعات کی طلب روز بروز بڑھتی جاتی ہے

(۵) گورنمنٹ کی تجارتی پالیسی، صنعتی کارخانوں کی ہمّت افزائی کر رہی ہے

(۶) بیکاری کے سیلاب کو فی الفور قابو میں نہ لے لیا گیا اور جدید وسائل اقتصادی کاروبار کے نہ پیدا کر دیئے گئے تو اندیشہ ہے کہ رعایا کی بہبودی میں شدید خطرہ واقع ہو جائیگا ۔ اور خدا نہ کرے کہ ریاست کے استحکام پر اس کا اثر پڑے ۔

گھریلو صنعتیں یعنی کاٹیج انڈسٹریز خصوصیت سے بطریق ذیل ترقی دیے جانے کی مستحق ہیں:۔

(۱) جیسا کہ ۱۹۱۶ء کے انڈین انڈسٹریل کمیشن نے تجویز کیا ہے ہندوستان کی اکثر گھریلو صنعتیں اب بھی کامیابی کے ساتھ منظّم صنعتوں سے مقابلہ کر سکتی ہیں ۔ اس لیے کہ اول الذکر میں خرچ کم ہوتا ہے اور صنّاع کو فوری معاوضہ کی امید لگی ہوتی ہے ۔

(۲) ہندوستان کے اقتصادی اور تمدنی حالات کے لیے گھریلو صنعتیں موزوں ہیں۔ کیونکہ ان میں نہ بڑے بڑے سرمایہ جات کی ضرورت ہے اور نہ کثیر التعداد مزدوروں اور صناعوں کو اکٹھا کرنا پڑتا ہے۔

(۳) ان صنعتوں سے کاریگروں کے بال بچے تک مصروف کار رہتے ہیں حتیٰ کہ جو عورتیں پردہ نشین ہیں۔ وہ بھی باکار ہو جاتی ہیں۔

(۴) کاشتکاروں کے سال میں دو زمانے عموماً بیکاری کے گزرا کرتے ہیں۔ ان کے لیے مزید و اضافی مشغولی گھریلو صنعتوں سے ہو سکتی ہے

(۵) ہمارے دیسی صُنّاع آسانی سے فیکٹریوں میں کام کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ اگر ان صنعتوں کو زندہ رکھنا ہے تو ان صناعوں کی کاٹیج انڈسٹریز میں سرکاری مدد کے بغیر چارہ نہیں۔

(۶) جاپان کے حالات بہت کچھ ہندوستان کے حالات سے مطابق ہیں۔ جاپان نے اپنی گھریلو صنعتوں کو ترقی دیکر حیرت انگیز منفعت حاصل کر لی دیسی ریاستوں میں حیدرآباد اور ٹراونکور نے تخصیصی کامیابی اس سلسلہ میں حاصل کی ہے۔

سرکاری مدد حسب ذیل طریقوں میں دی جاسکتی ہے۔

(۱) برٹش انڈیا میں جو صنعتی مدارس موجود ہیں ان میں رام پور کے

نوجوانوں کو تعلیم کی غرض سے بھیجا جائے اور کچھ عرصہ بعد ریاست میں اس قسم کے اسکول کھولے جائیں۔

(۲) رامپوری صنّاعوں کو بہتر اوزار مُہیّا کئے جائیں اور اچھا مال پیدا کرنے کے جدید طریقے بتائے جائیں۔

(۳) جاہل و ناخواندہ صناع اس وجہ سے زیادہ نقصان اٹھاتے ہیں کہ ان کو اپنا مال فروخت کرنے اور اپنی صنعتی ضروریات کی خریداری کرنے کے لیئے موزوں بازاروں کا پتہ نہیں لگتا۔ ان کو مناسب مقامات سے واقف کیا جائے جہاں کہ وہ خرید و فروخت کرنے میں خسارہ نہ برداشت کریں اور عام تجارتی حالات سے جو خاص ان کی صنعتوں سے متعلق ہوں ان کو واقف کیا جائے۔

(۴) جہاں کہیں ممکن ہو سکے ایسے انتظامات ریاست کی طرف سے کردیئے جائیں کہ ان صنعتوں کے لیئے جن جن اشیاء کی ضرورت ہے ان کی خریداری کے واسطے اور نیز تیار شدہ مال کی فروخت کے لیئے مشترکہ انتظامات جہاں تک ہو سکیں کیئے جائیں۔

(۵) ضرورتمند صنّاعوں کو کوآپریٹو یعنی امداد باہمی کے طریقہ پر ضروری سرمایہ مہیا کیا جائے۔

(۶) جو صنعتیں رامپور میں مخصوص ہیں ان کے متعلق مزید تحقیقات سے

اطمینان کر لیا جائے کہ وہ کہاں تک خاص ریاست کی امداد کی مستحق ہیں۔ ان کے محفوظ رکھنے کے واسطے ان کی ہم جنس بیرونی اشیاء کی درآمد شدید محصولات کے ذریعہ سے روک دی جائے۔

(۵) صنعت و حرفت کا محکمہ الگ قائم کیا جائے تاکہ موجودہ صنعتوں کا نظم قائم ہو سکے اور جدید صنعتیں مناسب طرز پر شروع کی جائیں۔

ذیل کی صنعتیں ایسی ہیں جن کا مناسب طریقہ سے (Cottage System) پر انتظام کیا گیا تو اہل رام پور کے لیے ترقی کا میدان پیدا کر دیں گی

(۱) پارچہ بافی خصوصاً وہ پارچہ بافی جس کو اب تک ملوں اور کارخانوں نے اختیار نہیں کیا ہے۔ اس میں دستکارانہ جدت کا میدان موجود ہے

(۲) دھاتوں کے کام خصوصاً لوہے کے کام جن میں روز مرہ کی ضروریات کی چیزیں شامل ہیں۔ مثلاً چاقو۔ قینچی۔ سروتے۔ کرپان۔ گپتی وغیرہ۔

(۳) مٹی اور مٹی چینی کے کام۔ جیسے کہ رام پور میں اب تک ہو رہے ہیں۔ اس سے بہتر تیار کرائے جائیں مثلاً چاء کے سیٹ اور گملے اور گلدان وغیرہ۔

(۴) چمڑا۔ گائے اور بھینس کے چمڑے سے بھاری چیزیں اور بھیڑ اور بکری کے چمڑے سے روزمرہ کی ضروریات کی چھوٹی چھوٹی چیزیں تیار ہو سکتی ہیں ریاست میں بکثرت کھالیں مل سکتی ہیں اور ببول اور دیگر اشیاء جو چمڑا پکانے کے لیئے ضروری ہیں بہ افراط موجود ہیں۔

(۵) جوتے اور چمڑے کا سامان۔ جبکہ چمڑا ریاست کے اندر کافی مقدار میں پیدا ہو سکتا ہے تو چمڑے کی اشیاء کی تجارت یہاں سب سے زیادہ نفع بخش پیشہ بنائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں اب بھی یہ چیزیں خانگی طور پر زیادہ تر بنائی جاتی ہیں۔

(۶) شکر۔ جن مقامات پر ریاست کے اندر گنّا زیادہ پیدا ہوتا ہے وہاں چھوٹے چھوٹے کارخانے قائم کرکے پرائیویٹ آدمیوں کو ترقّی کے مواقع دیئے جا سکتے ہیں۔

(۷) فرنیچر۔ خصوصاً سادہ ہلکے سامان جو بانس اور بید اور لکڑی سے تیار ہو سکتے ہیں۔

(۸) مرغی کی تجارت (۹) ریشم کے کیڑوں کی پرورش اور ریشم کی تیاری	یہ کام دیہاتی رقبوں میں زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔

(۱۰) کاریگری کے وہ حبلہ کام جو بمقابلہ مشین کے ہاتھ سے بہ آسانی

تیار ہو سکتے ہوں"

یہ خلاصہ ہے اس رپورٹ کا جو مسٹر حضور عالم نے ۱۹۳۲ء میں سرکار کے حضور میں پیش کی تھی اور خدا کا شکر ہے کہ اُس وقت سے اب تک ان میں سے اکثر صنعتوں کو ریاست نے ترقی دینے کا خاطر خواہ انتظام کر لیا ہے اور بعض دیگر صنعتوں کے کاروبار شروع کر دیئے ہیں۔ جن کی تفصیل سطور آیندہ میں معلوم ہو گی۔

انڈسٹریل بورڈ اور کاٹیج انڈسٹریز

ہزہائنس کی گورنمنٹ نے باقاعدہ پروگرام صنعتی ترقی کا زور و شور سے شروع کر دیا ہے صنعتی و حرفتی اصلاحات کے سلسلہ میں جو ادارہ سب سے اول قابل ذکر ہے وہ بورڈ آف انڈسٹریز ہے۔ اس بورڈ کے ذریعہ مختلف قسم کے چھوٹے چھوٹے کاروبار یعنی گھریلو صنعتیں ایک سلسلے میں منسلک کر دی گئی ہیں۔ ایک افسر نگراں و منتظم مقرر ہیں جو باہمت اور ہونہار رامپوریوں کو سرکار کی طرف سے بعض شرائط کے ماتحت روپیہ تقسیم کرتے ہیں تاکہ خاص خاص صنعتوں کو فروغ دیا جائے۔ اب تک سروتہ سازی چاقو سازی۔ کھیس کی بُنائی۔ فردوں اور چھینٹوں کی چھپائی۔ مرغیوں کی داشت۔ جوتہ سازی۔ زین سازی۔ دری بافی۔ مراد آبادی ظروف۔

بھرت اور چاندی کی قلعی - موٹر ڈرائیوری - مرمت موٹر - فرنیچر سازی - رنگسازی
وغیرہ میں ریاست کی طرف سے مدد دی جا چکی ہے - جس کام کے کرنے کی
اہل رامپور ہمت کرتے ہیں ریاست مالی امداد سے اُن کی ہمت افزائی کرتی
ہے - درجنوں رامپوریوں کو مصروف کار بنا دیا ہے اور اب تک ہزاروں
ہزار روپیہ تقسیم کیا جا چکا ہے -

سال حال میں ایک لاکھ ۵ ہزار روپیہ اس مد میں رکھا گیا ہے لیکن یقین
ہے کہ امداد اس سے زیادہ رقم کی دی جائیگی -

شکر کے کارخانے

ریاست رامپور کی اراضی خصوصیت کے ساتھ گنّے کی کاشت کے واسطے
موزوں ہے - لیکن گنا پرانی قسم کا زیادہ تر پیدا ہوتا تھا اور اُس کا
مصرف وہی راب اور گڑ بنانا تھا - پانچ سال سے سرکار نے اس طرف
توجہ فرمائی اور سرکار کے نام نامی سے منسوب کرکے ایک کارخانہ رضا شگر
فیکٹری قائم کیا گیا - اس کارخانہ نے خاطر خواہ ترقی کی - تب دوسری
فیکٹری الز نام بلند شگر فیکٹری قائم کی گئی -

یہہ دونوں فیکٹریاں نہایت کامیابی سے چل رہی ہیں اور منافع کثیر
ریاست کو ہو رہا ہے - مشہور کاروباری فرم - گوون کمپنی کی شرکت
اس بات کی ضامن ہے کہ فیکٹریاں استحکام کے ساتھ قائم رہیں گی -

کل ریاست کا گنا ان فیکٹریوں میں آتا ہے اور اُس سے بہترین قسم کی شکر تیار ہوتی ہے اس طرح پر کاشتکار کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور ریاست کی حاصلات میں بیّن اضافہ ہے۔ علاوہ بریں ایک ہزار تین سو چھیالیس نفوس ان فیکٹریوں کی ملازمت کی وجہ سے مصروف کار رہتے ہیں۔

رضا ٹیکسٹائلز روہیلکھنڈ میں کپاس کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے یہاں کی روئی کا مصرف زیادہ تر انگلینڈ میں اور کسی قدر کانپور میں اور کچھ گاڑھا وغیرہ ہاتھ کے بُنے ہوئے کپڑے تیار کرنے میں ہوتا رہا ہے۔ روئی کی پیداوار سے صحیح طور پر فائدہ حاصل کرنے کے لیے ریاست رامپور نے ساڑھے بائیس لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے کپڑے کا کارخانہ قائم کیا ہے۔ اس نواح میں یہ خود اپنی مثال ہوگا۔ سر جوالا پرشاد سری واستو سابق منسٹر یو۔ پی گورنمنٹ جو کانپور کے مشہور کاروباری شخص ہیں اور جو کانپور اور بریلی میں کامیابی کے ساتھ کئی کارخانے چلا رہے ہیں۔ اس کمپنی کے شریک اور منیجنگ ڈائرکٹر ہیں۔ کل سرمایہ کا ایک ثلث ریاست نے لگایا ہے۔

کارخانہ کی عمارت ریلوے اسٹیشن کے بالمقابل شاندار صورت میں تعمیر ہو رہی ہے اور جب یہ کپڑے کی فیکٹری چلنے لگے گی تو دو ہزار ملازمین اس کے ذریعہ سے بسر اوقات کیا کریں گے۔

۱۹ر فروری ۱۹۳۹ء کو رضا ٹیکسٹائلز مل کا سنگ بنیاد سرکار نے نصب فرمایا اوس موقع پر جو اڈریس مسٹر جے۔پی۔سریواستوا نے سرکار کی خدمت میں پیش کیا تھا اوس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"رضا ٹیکسٹائلز لمیٹڈ بطور باقاعدہ کمپنی کے سرکار کی سرپرستی میں قائم کی گئی ہے۔ اور ریاست رامپور کی صنعتی و حرفتی کارروائیوں کے طویل سلسلے میں تازہ ترین اضافہ ہے۔ روئی اور سوت کے سامان کی قرب و جوار میں بہت طلب ہے۔ اوس کی تیاری جدید ترین مشینری کے ذریعہ سے بہم پہنچائیگی۔ ہماری کمپنی کی خوش قسمتی ہے کہ سرکار نے عظیم الشان مراعات عطا فرمائی ہیں لیکن ان مراعات سے بھی زیادہ قابلِ قدر وہ ہمت افزا توجہ اور انہماک ذاتی ہے جس کا ہم کو یقین کامل ہو۔ پبلک کو جو اعتبار اس سعی میں ہے اُس کے ثبوت کے لیے یہی کافی ہے کہ لوگوں نے حصتوں کی خریداری میں کس قدر عام دلچسپی ظاہر کی ہے۔ صرف دس دن کے عرصہ میں بارہ سو ۱۲۰۰ درخواستیں ہر گوشہ ملک سے آچکی ہیں۔ اور بمبئی اور کلکتہ کے بازارہائے حصص (شیئر مارکیٹ) میں بہت خوشس آیند طریقہ پر ہماری کمپنی کو قبول کیا گیا ہو۔

" سرکار والا اپنی ریاست کی صنعتی ترقی میں جو دلچسپی لے رہے ہیں وہ اس قدر تاباں و نمایاں ہے کہ مجھے اُس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ پانچ سال کے قلیل عرصے میں کئی صنعتوں کے کامیابی کے

ساتھ قائم ہو چکے ہیں ۔ ۔۔۔۔۔۔ سرکار نے اپنی رعایا کے اخلاقی، مادی، معاشرتی، تمدنی بہبود کی جو تدابیر اختیار کی ہیں ۔ ان میں سے ایک ایک کو شمار کرانا میرا کام نہیں ہے ۔ سرکار کو اپنی رعایا کی خوشحالی اسی حد تک ملحوظ و محبوب ہے ۔ جیسے کسی باپ کو اپنے بچوں کی ہوتی ہے ۔ اور سرکار نے بالتواتر وہ پالیسی اختیار کی ہے جس سے آپ کی محبت و قدر رعایا کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی ہے ۔

"انتظام ریاست کے لحاظ سے رامپور اسٹیٹ کسی ریاست سے پیچھے نہیں ہے ۔ وہ بیشمار اصلاحیں جو سرکار نے نافذ فرمائی ہیں سرکار کی خوش انتظامی اور ترقی سلطنت کی بین دلیلیں ہیں بیکاری کو دور کرنا اور کاشتکاروں کی حالت سدھارنا یہ دو مسائل اہم ہیں جن پر حکومت رامپور نے منجملہ دیگر مسائل کے اپنی توجہ کامیابی کے ساتھ مرکوز کی ہے ۔ ریاست کی ترقی و بہبود کی پالیسی کے سلسلہ میں سرکار نے نہروں اور ٹیوب ویلوں سے آب پاشی کے طریقے مستحکم کر دیئے ۔ اور یہ یقیناً مزارعین کے لیئے نعمت ثابت ہوں گے اب کوشش کی جا رہی ہے کہ اعلیٰ قسم کی روئی ریاست میں پیدا کی جائے جو کاشتکاروں کے لیئے نئی دولت کا ذریعہ پیدا کرے ۔ اسی روئی سے

یہ نئی پارچہ بافی کی مل فائدہ اٹھائیگی اور کاشتکاروں کی جیبیں بھر دیگی۔ ریاست کے مسئلہ بیکاری کا حل بھی ایک حد تک اسی ٹیکسٹائلز مل سے ہوگا جو سرکار کی رعایا میں سے تقریباً دو ہزار کی قوت بسری کا سامان کریگی ہماری مل کا سالانہ صرفہ مزدوری پانچ چھ لاکھ روپیہ ہوگا "

اس ایڈریس کے جواب میں سرکار عالی نے ارشاد فرمایا کہ

جیسا آپ نے اپنے ایڈریس میں بیان کیا ہے میری مسلسل کوشش رہی ہے کہ ریاست کی صنعتی و حرفتی ترقی کو وسیع کروں۔ میں خصوصیت کے ساتھ ان صنعتوں میں ہمت افزائی کرنا چاہتا ہوں جن سے نہ صرف میری رعایا باشندگان شہر رامپور کو باکار بنانے کے راستے کشادہ ہو جائیں بلکہ جن سے میری زراعت پیشہ رعایا کی پیداوار کے مصرف کے بہتر ذریعے بھی مہیا ہوں۔

اسی مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے رضا شوگر فیکٹری اور بلند شوگر فیکٹری کو قائم کرایا اور اسی طرح کی ہمت افزائی میں آپ کی بھی کر رہا ہوں "

اِن تقریروں کے تقریباً دو ماہ بعد جب کہ ٹیکسٹائلز کمپنی کے حِصّے فروخت ہو چکے تھے کمپنی کا اجلاس رامپور میں ہوا اور سرجوالا پرشاد سریواستوا نے کارکنانِ کمپنی کو اوس کامیابی پر مبارکباد دی جو حصوں کی

فروخت میں حاصل ہوئی - اور اس کامیابی کا ذمہ دار اوس قدر دمنز لت کو قرار دیا جو روپیہ لگانے والوں کی نگاہ میں اور خصوصاً کلکتہ و بمبئی کے بازار حصص (share market) میں رام پور اسٹیٹ کی ہے - آپ نے فرمایا کہ رام پور کو تھوڑے سے عرصہ میں یہہ فخر حاصل ہو گیا کہ عظیم الشان صنعتی کارخانے یہاں موجود ہیں - دو شوگر فیکٹریاں - ایک کاٹن مل ایک دیا سلائی کا کارخانہ اور ایک پھلوں کی کمپنی قائم ہو چکی ہے - اور دو نئی اسکیمیں ایک تیل کے کارخانے کی اور ایک چمڑے کے کارخانے کی مکمل ہو کر منظور ہو گئی ہیں -

سر جوالا پرشاد نے فرمایا کہ رام پور نے صنعتی ترقی میں جو عدیم المثال تیز رفتاری کر دکھائی ہے اس کی قطعی وجہ محض نواب صاحب کی عملی پالیسی ہے جس میں اون کے قابل وزرا شریک کار رہتے ہیں رامپور صنعتی کاروبار کا مرکز بن رہا ہے اور (بیرونی) اہل دول رام پور کی صنعتوں میں اپنا روپیہ لگانے کو تیار ہیں اس کا باعث زیادہ تر وہ استحکام و اطمینان ہے جو ریاست مہیا کر رہی ہے اور زمانۂ حاضرہ میں (جب کہ اقتصادی دقتیں ہر طرف نمایاں ہیں فرمانروائے ریاست کے لیے یہ حالات کم قابل تعریف نہیں ہیں -

الفاظ مذکورہ بالا اس ذمہ دار ہستی کی زبان سے نکلے ہیں جو ہمارے صوبہ

میں سب سے بڑے کاروباری اشخاص میں ہیں اور جن کو صنعت و حرفت میں دوربیں نگاہ حاصل ہے۔ یو۔ پی کے منسٹر رہ چکے ہیں زبردست سیاست دان بھی ہیں۔ ریاست رامپور کی اقتصادی وصنعتی وحرفتی کیفیت کا اندازہ سر جوالا پرشاد سریواستوا سے زیادہ کون کرسکتا ہے۔ باشندگان رامپور کے لیے یہ بات قابلِ فخر ہے کہ اُن کی ریاست کی ساکھ تجارتی حلقوں میں ایسی شاندار ہوگئی ہے یہ واقعہ اور بھی موجب اطمینان ہے کہ کارخانہ پارچہ بافی کے حصّے خرید کرنے کے خواہشمند اس کثرت سے تھے کہ سب حصّے فروخت ہوگئے اور بہت سے لوگ باقی رہ گئے۔ اب وہ ریاست کی دوسری کمپنیوں میں روپیہ لگائینگے۔

سرکاری سالگرہ کے موقع پر دیگر مراعات کے ساتھ اس کا بھی اعلان فرمایا گیا۔ کہ رضا ٹیکسٹائلز کے سلسلہ میں رام پور کے دو سو نوجوانوں کو ٹرننگ کے لیے باہر کی ملوں میں ریاست کے صرفہ سے بھیجنے کا انتظام کیا گیا ہے اور واپسی پر اون کو کارخانہ میں ملازمت دیے جانے کا انتظام ہوگا

کارخانہ دیاسلائی

رام پور میں ایک اور بڑی صنعت شروع ہو رہی ہے۔ دیاسلائی ایک روزمرہ

کی ضرورت کی چیز ہے جس میں ہر امیر و غریب کا پیسہ متواتر خرچ ہوتا رہتا ہے
لیکن بیشتر ہندوستان بھر میں دیاسلائیاں ناروے سویڈن سے
آتی تھیں اور لکھو کھا روپیہ اون ملکوں کو ہندوستان سے جاتا تھا۔ پھر
جاپان نے اس صنعت و تجارت سے برسوں فائدہ اوٹھایا۔ چند سال سے
ہندوستان میں دیاسلائی کی صنعت شروع ہوئی۔ اور روہیل کھنڈ
کی نسبت لوگوں کو معلوم ہوا کہ چراغ تلے اندھیرا تھا۔ جن درختوں کی لکڑی سے
دیاسلائی تیار ہوتی ہے وہ روہیل کھنڈ میں اور روہیل کھنڈ کے قریب کے
جنگلوں میں افراط سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ بریلی میں رائے بہادر سردار
سندر سنگھ نے دیاسلائی کا کارخانہ سب سے اول قائم کیا اور اب
اُس کی ملکیت دوسروں کو پہونچ گئی تاہم بریلی کی مشہور میچ فیکٹری دور دور
تک ضروریات پوری کرتی ہے۔ سرکار رامپور نے اس موقع کا احساس
کیا اور ایک کارخانہ دیاسلائی قائم کئے جانے کا فیصلہ فرمالیا۔ ابتدائی مراحل
طے ہو چکے ہیں اور کارخانہ کی بنا پڑ گئی ہے انشاء اللہ یہ کارخانہ بھی کئی سو
بندگان خدا کی روزی کا سامان کریگا۔

رامپور آئل مل

ہزارہا من تخم سرسوں۔ تل۔ لائی۔ دواں وغیرہ رامپور
اور اضلاع متصلہ میں پیدا ہوتا ہے لیکن اس حصۂ
ملک میں وہی پرانی قطع کے کولھو تیل نکالنے کا ذریعہ ہمیشہ سے رہے ہیں

حکومت رامپور تیل نکالنے کا کارخانہ قائم کر رہی ہے جو عنقریب کام شروع کرنے والا ہے۔

انڈوں کی جانچ کا کارخانہ سرکار کی طرف سے ایک کارخانہ رام پور میں قائم ہوگیا ہے۔ جس میں انڈوں کی جانچ ہوتی ہے اور اون کے مختلف مدارج قائم ہوتے ہیں بعد ازاں نینی تال۔ رانی کھیت المورہ و منصوری وغیرہ بھیجے جاتے ہیں۔ اور رام پور کا غریب طبقہ اس سے مستفید ہو رہا ہے۔ پولٹری کا کام بھی کئی صاحبان نے ریاست کی مدد سے پرائیوٹ طور پر شروع کردیا ہے۔

فروٹ کیننگ کمپنی مختلف اقسام کے پھل خصوصاً آم اور ناشپاتی وغیرہ رام پور کی خاص پیداوار ہیں۔ ان کے واسطے ہندوستان سے باہر بازار مہیا کرنے کے لیے ایک کمپنی برائے تحفظ اثمار قائم کی گئی ہے جدید ترکیب سے پھلوں کو ڈبوں میں بند کرکے اون کو مختلف مقامات پر ہندوستان میں اور نیز دیگر ولایتوں میں بھیجا جائے گا۔

چمڑے کا کارخانہ ریاست رام پور کو گنے کی کاشت کی وجہ سے شکر سازی کے خاص مواقع حاصل تھے۔ اور دو شکر فیکٹریاں حیرت انگیز کامیابی کے ساتھ چل رہی ہیں۔

کپاس کی عمدہ پیداوار کی وجہ سے رامپور میں پارچہ بافی کا میدان وسیع ہے۔ اس سے بھی ریاست نے فائدہ اوٹھالیا۔ تیسرا کام چمڑے کا بھی ایسی ہی کامیابی کے امکانات پیش کر رہا ہے۔

چمڑے کی صنعت کو شمالی ہند سے عموماً اور روہیل کھنڈ سے خصوصاً جو مناسبت ہے وہ عام طور پر لوگوں کے علم میں نہیں ہو اس میں شک نہیں کہ یہ خطۂ ملک ہندوستان کا منتخب علاقہ ہے جس علاقہ میں زمین کی زرخیزی کی وجہ سے جانوروں کی کثرت ہو اور چمڑا سازی کے لیے جن نباتاتی اجزا مثل ببول وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے بکثرت میسر ہوں، وہاں اس صنعت کی ترقی کے خاص مواقع ہوتے ہیں۔ رامپور میں یہ حالات موجود ہیں۔ پھر اس علاقہ کو ایک مزید خصوصیت حاصل ہے۔ اس کا ایک حصہ دوآبہ میں شامل ہے اور دوسری طرف جنگل اور ترائی موجود ہے۔ اور ریلوے کی شاہ راہ پر واقع ہونے کی وجہ سے دور دراز مقامات تک مال بھیجا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑی بات جو رامپور میں چمڑے کے کاروبار کو ترقی کا بھروسہ دلاتی ہے یہ ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے حال ہی میں رامپور کو بھی بہ لحاظ اس کی پیداوار کے چمڑے کا مرکز قرار دے دیا ہے۔ گورنمنٹی مبصرین نے رامپور میں بھی وہ خوبیاں

اور سہولتیں تحقیق کر لی ہیں جو کانپور وغیرہ میں موجود ہیں۔ اب انشا اللہ کانپور کی مثل رامپور میں چمڑے کی منڈی قائم ہو جانے کی توقع ہے ان خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہز ہائینس کی گورنمنٹ نے رامپور میں ایک ٹینری قائم کرنے کا فیصلہ فرمالیا ہے۔ اور ایک صاحب کو جو ہندوستان و انگلستان و جرمنی وغیرہ میں چمڑے کی صنعت و تجارت کا کافی تجربہ رکھتے ہیں ذمہ دار بنادیا ہے ابتدائی مراحل طے ہوگئے ہیں اور عنقریب اس کمپنی کے حصے بھی اس شدومد سے فروخت ہوں گے جیسے کہ ٹیکسٹائلز کے حصے ہاتھوں ہاتھ لیے گئے اس کارخانہ میں بھی سیکڑوں آدمی مصروف کار ہو جائینگے ۔ اور کاشتکار وغیرکاشتکار و عام رعایا و سرکار کا عظیم الشان فائدہ اس صنعت و تجارت سے ہوگا۔

حالات مذکورۂ بالا کے ملاحظہ سے قارئین کرام کو واضح ہوگا کہ بقول ہز سجے پی سریواستو کے رامپور ایک صنعتی مرکز بن رہا ہے۔ چند سال میں رامپور چھوٹا کانپور ہونے والا ہے۔ اور مسٹر آر۔ ایچ سیلوو روینو منسٹر کا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ ملک بھر میں اتنی وسعت کے کسی رقبہ میں اتنے زمانے میں ایسی صنعتی ترقی نہیں ہوئی ہے۔ اہلِ رامپور کو فخر و مباہات کا موقع ہے۔ کہ اُن کے وطن میں یہ حیرت انگیز ترقیاں

ہو رہی ہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ وہی پارینہ شکایتیں متواتر دہرائی جائیں۔ بجائے عیب جوئی اور نکتہ چینی کے حکومت کے ساتھ اتحاد عمل کرکے ترقی کا سامان کرنا چاہیئے۔

سرکاری رقم کارخانوں میں

سالِ ماقبل تک ایک کروڑ باون لاکھ ستتر ہزار چھ سو ستر (۶۷۰،۷۷،۵۲،۱) روپیہ سرکار کا گورنمنٹ سیکیورٹیز اور کارخانوں میں لگا ہوا تھا۔ امسال یہ رقم بڑھا کر ایک کروڑ پچپن لاکھ تیرہ ہزار پانچ سو ستتر (۵۷۰،۱۳،۵۵،۱) کردی گئی ہے

اب کوشش ہو رہی ہے کہ ریاست کا یہ سرمایہ مستقل ریاست کی صنعتی ترقی کے کام میں لایا جائے۔ ہندوستان میں بہت کم ریاستیں ہیں جن کے پاس اس قدر سرمایہ محفوظ ہے۔ حکومت رامپور اس روپیہ سے ریاست کی صنعتی ترقی کو کہیں سے کہیں پہونچا سکتی ہے۔ رامپور میں صنعتی ترقی کے دو بنیادی اصول رکھے گئے ہیں:۔

۱۔ بیکار لوگوں کو باکار بنانا۔

۲۔ ریاست کی خام پیداوار کو ریاست ہی کے کارخانوں میں استعمال کرکے اس کی قیمت کو بڑھانا اور اس کے لیے قریبی منڈی پیدا کرنا۔

محکمۂ زراعت

صنعتی ترقی کے علاوہ زراعتی ترقی بھی ریاست رامپور میں امید افزا ہے۔

ریاست رامپور میں حالانکہ نہریں موجود ہیں۔ تاہم جو مقامات نہروں سے دور ہیں وہاں آب پاشی بہت دشوار تھی۔ سرکار نے تین سال سے ٹیوب ویل کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ تیئس عدد ٹیوب ویل تیار ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں اور سال رواں میں سترہ عدد مزید ٹیوب ویل مناسب موقعوں پر تعمیر ہوں گے۔ جن میں ایک لاکھ اڑسٹھ ہزار تین سو پینسٹھ (۱٦٨٣٦٥) روپیہ صرف ہوگا۔ اس طرح پر کل تعداد ٹیوب ویل کی سردست چالیس ہو جاوے گی اور سرکار کا خیال ہے کہ اس میں بتدریج اضافہ ہوتا رہیگا۔ فرمان سرکاری صادر ہوا ہے کہ بنجر شگافی کی غرض سے ٹیوب ویل اور نہروں سے بھی آبپاشی مفت کی جائے۔ کوئی محصول معمولی یا غیر معمولی نہیں لیا جائیگا۔

دیہاتی ترقی میں مصارف سرکاری

سال حال میں سرکار نے انچاس ہزار (۴۹۰۰۰) روپیہ معمولی تقاوی میں بذریعہ محکمۂ مال کے کاشتکاروں کو عطا فرمایا ہے۔ مزید بران ڈائرکٹر صاحب زراعت کے ذریعہ سے ایک لاکھ سترہ ہزار (۱,۱۷۰۰۰) کی رقم تقاوی دی گئی ہے۔ اور مبلغ ساٹھ ہزار روپیہ (٦٠,٠٠٠) ترقی تمدن دیہی (ویلج آپ لفٹ) میں صرف کیا گیا ہے۔ ترتیب کا غذات دیہی (ریکارڈ اپریشن) میں

امسال اکتیس ہزار (۳۱۰۰۰) روپیہ خرچ کے لیے رکھا ہے۔ اور سڑکوں کی ترقی میں پچانوے ہزار (۹۵۰۰۰) روپیہ اور کاٹیج انڈسٹری کے لیئے ایک لاکھ پانچ ہزار روپیہ (۱۰۵۰۰۰) نامزد ہوا ہے۔

مسٹر امام احمد سابق ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت روہیل کھنڈ کئی سال سے ریاست کے مشیر زراعت تھے اور اب ۱۹۳۹ء میں ڈائرکٹر زراعت رام پور میں مقرر ہو گئے ہیں۔ یہ انتھک کوشش کرنے والے لوگوں میں ہیں۔ چنانچہ رامپور کے محکمۂ زراعت کو بیحد ترقی دے رہے ہیں۔ کپاس کی پیداوار بہترین قسم کی آپ نے پیدا کرنا شروع کر دی ہے اور ترقی یافتہ تخم نیشکر کاشتکاروں کو مہیا کر رہے ہیں۔ سال حال میں ڈیڑھ لاکھ من گنے کا بیج تقسیم کیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر اجناس کے تخم بھی سرکار کی جانب سے تقسیم کئے جا رہے ہیں۔

زراعت کے سلسلہ میں پولٹری فارم بھی قابل ذکر ہے جو شہر کے قریب قائم کیا گیا ہے اور شہری بے روزگاروں کے لیے زراعتی سہولتیں پیدا کی گئی ہیں ارشاد ہمایوں ہوا تھا کہ "ہماری شہری رعایا کے بیروزگار افراد کے لیئے جنہیں زراعت سے دلچسپی ہو مناسب موقع پر ایک خاص بلاک قائم کیا جائے صاحب ڈائرکٹر بہادر زراعت کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی جو اس بلاک میں کاشتکاری کریں ہر قسم کی زراعتی امداد کریں"

اور سرکار کا خیال ہے کہ اس سے بھی زیادہ مواقع نوجوانانِ رامپور کو زراعت کی طرف متوجہ کرنے کے مہیا کریں گے۔

معافی لگان

خشک سالی اور کمی پیداوار کی وجہ سے ہر جگہ معافی لگان اور معافی مال گزاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری یو۔ پی گورنمنٹ نے اس معافی کا عجیب و غریب طریقہ کار رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے طبقۂ زمینداران میں سخت ناراضگی و مایوسی پیدا ہوگئی ہے۔ مثال کے طور پر میں اپنے ایک موضع کی حالت عرض کرتا ہوں۔ اس موضع میں ربیع ۱۹۳۹ء کی آمدنی لگان تقریباً گیارہ سو پچاس (۱۱۵۰) روپیہ تھی ہماری گورنمنٹ نے تقریباً آٹھ سو پچاس (۸۵۰) روپیہ لگان میں معاف فرما دیا۔ مال گزاری اس فصل کی چار سو بیس (۴۲۰) روپیہ تھی جس میں نصف معاف کر دی گئی تو اب تین سو روپیہ لگان قابلِ وصول رہا اور اس میں دو سو دس روپیہ مال گزاری ادا کرنا چاہیئے۔ بقیہ نوّے (۹۰) روپیہ بشرطیکہ سب وصول ہو جائیں زمیندار کو ملیں گے۔ اس سے کہیں زیادہ کارندہ کی تنخواہ و مصارف تحصیل وصول میں صرف ہو چکے ہوں گے! گویا زمیندار کی آمدنی بالکل ختم کرکے کاشتکار کے ساتھ رعایت کی گئی۔ یہی حالت یو۔ پی کے تمام اضلاع میں معافی لگان کی ہے یعنی زمینداروں کو نقصان شدید پہونچا کر اور گورنمنٹ کا نقصان خفیف

کرکے معافی لگان کی جاتی ہے۔ سرکار رامپور سے معافی لگان براہ راست
کاشتکاروں کو عطا ہوتی ہے یعنی علاقہ قدیم میں کل معافی کا اثر سرکاری
آمدنی پر پڑتا ہے اور علاقۂ جدید میں تناسب معافی لگان و مال گذاری وپی
سے مختلف ہے اور زمینداروں کو نقصان رساں نہیں ہے۔ امسال
معافی لگان اور مالگذاری چار لاکھ (۴،۰۰،۰۰۰) روپیہ ہوئی ہے اوران
دو سال میں کل رقم یافتنی سرکار بابت لگان و مالگذاری جو رعایا کو
معاف فرمائی گئی ہے اٹھارہ لاکھ سٹھ ہزار آٹھ سو سات روپیہ
(۱۸،۶۰،۸۰۷) ہے۔

آب پاشی کی بقایا بھی ۱۳۴۴ف تک کی پندرہ ہزار اکیاسی
(۱۵۰۸۱) معاف ہوچکی ہے۔

اسکیم سی سالہ

رامپور میں یہ بات بالکل عجیب و غریب ہے
کہ سرکار کی طرف سے ان مواضعات میں
جہاں براہ راست وصول لگان کا حق سرکار کو ہے۔ حقوق زمینداری
عطا کیے جائیں لیکن ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء کے روبکار اجلاس ہمایوں میں
جہاں بہت سے جدید مراعات و اصلاحات کا اعلان فرمایا گیا ہے۔ اس
امر کو واضح کردیا گیا کہ:۔

مابدولت و اقبال بہ نظر رعایا نوازی حکم دیتے ہیں

کہ اسکیم نئی ۳ سالہ کے تحت چالیس مواضعات
کا انتظام کیا جائے تاکہ ان مواضعات میں
ہماری رعایا کے موزوں و مستحق افراد حقوق
زمینداری حاصل کر سکیں "

شرح مالگذاری جو بحیثیت ۸۰ — ۲۰ رکھی گئی تھی
اب ۵۵ - ۴۵ کر دی گئی ہے۔

آتش زدگی

سرکاری عطایا کسی خاص وقت یا خاص گروہ تک محدود نہیں ہیں بلکہ رعایا کی ہر ضرورت کے وقت مدد کی جاتی ہے۔ ۹ مئی ۱۹۳۹ء کی تاریخ رامپور کے لیے منحوس تھی کہ اس دن مسٹن گنج میں جو غلّہ کا بازار ہے یک لخت آگ لگ گئی۔ غلہ، گاڑیاں، سامان، دوکانات۔ بہت کچھ نذر آتش ہو گئے رامپور کی مقامی کوششیں کافی نہ سمجھکر بریلی اور مراد آباد سے فائر بریگیڈ طلب کئے گئے اور مسٹر آنند سروپ وال اپنا بریگیڈ۔ بریلی سے لیکر رامپور پہونچے اور آگ بجھانے میں کامیاب ہوئے سرکار بہ نفس نفیس معہ منسٹر صاحبان کے موقعہ پر تشریف فرما رہے اور بعد خاتمۂ آتش سرکار عالی نے حسب ذیل مدد مصیبت زدگان کی فرمائی۔

۱- جس قدر رقم سرکاری متعلق گنج کے ٹھیکہ کے واجب تھی معاف فرمادی گئی - اور دوکان داروں کے جملہ کرائے معاف کر دیے گئے -

۲- بجلی کے بلوں کے واجبات تا ایدم بالکل معاف فرما دیے گئے

۳- نقصان زدہ لوگوں کو- مشین والوں کو - آرٹ ہٹیوں کو- بیوپاریوں کو اور پٹری والوں کو رقوم کثیر بلا سود کے پرورشاً عطا فرمائی گئیں -

۴- کاشتکاران اور دیہاتی لوگ جن کے مال کا نقصان ہوا تھا- ان کے متعلق صیغہٴ مال سے مراعات کی رپورٹ طلب فرمائی گئی -

تقریباً پچاس ہزار روپیہ کا نقصان اہلِ تجارت کا اس آتش زدگی سے اندازہ کیا جاتا ہے - اس رقم میں سے حصہ کثیر ریاست برداشت فرمائے گی -

کیا برٹش گورنمنٹ یا زمانۂ حال کی صوبجاتی حکومت عامہ میں کوئی ایک مثال بھی اس ہمدردی اور رعایا نوازی کی مل سکتی ہے ؟ یہ ہے وہ حکومت کا صحیح جذبہ جو محض رعایا پروری پر مبنی ہے -

رعایا کے قرضوں کی ادائیگی

قرضداروں کی بھی مختلف صورتیں ہوتی ہیں - ایک طبقہ قرضداروں کا وہ ہے جسے خالص ادباری کہنا چاہیے جن کو اپنے روپیہ سے دشمنی ہوتی ہے

اور ان کا قرض دہندہ جتنی زنجیروں میں اُن کو باندھنا چاہے وہ بخوشی گوارا کرتے ہیں۔ رامپور میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔ یہاں اہلِ خاندان سرکاری کے ماہانہ وثیقے مقرر ہیں۔ ان وثیقوں کو بیچ "صاحبزادگان" گروکر کے مہاجن سے روپیہ قرض لیتے ہیں۔ ایک صاحب زادہ نے ایک ہزار روپیہ قرض لیا اور تیس ہزار روپیہ کا پرامیسری نوٹ تحریر کر دیا۔ یہ وبا اہلِ خاندان میں عام ہو گئی تھی کہ کم رقم لیکر زیادہ کا پرامیسری نوٹ بہ کفالت وثیقہ تحریر کر دیتے تھے۔ ۱۹۳۸ء میں سرکار نے احکام صادر فرمائے۔ کہ اہلِ خاندان کو مہاجن لوگ قرض نہ دیا کریں اور اگر ضرورت واقعی ہو تو سرکاری خزانہ سے قرض دیا جائیگا۔ اور اُس وقت تک کے قرضے ادا کر دیئے گئے۔ اس طرح سے خاندان والوں کو ہمیشہ کے لیئے سود خواروں کے چنگل سے نجات دلوادی

یہ امداد تو اپنے خاندان کی تھی عام رعایا کو بھی قرضہ سے سبکدوشی اس طریقہ سے دلوائی جاتی ہے کہ پٹھانوں کے معزز خاندان کے ایک فرد قرضہ کے بارے اس قدر دبے ہوئے تھے کہ عنقریب اُن کی تمام جائداد نیلام ہو کر دائنان کے پاس پہونچ جاتی ان کو سرکار کے حضور میں تقرب بھی حاصل نہیں تھا۔ لیکن وہ سرکاری عہدہ دار تھے اور چیف منسٹر صاحب کو ان کی مقروضی و پریشانی کا حال معلوم تھا۔ چیف صاحب نے

سرکار سے عرض فرمایا اور حکم ہمایوں صادر ہوا کہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) روپیہ خزانہ سرکاری سے خان صاحب موصوف کو عطا کیے جائیں اور باقاعدہ دستاویز بہ استغراق جائداد ان سے تحریر کروا لیا جائے۔ اور وہی جائیداد ان صاحب کی طرف سے وقف علی الاولاد کر دی جائے۔ تاکہ آیندہ جائداد تباہ نہ کی جاسکے۔

یہ ہے حقیقی دل سوزی و ہمدردی جو کسی غیر گورنمنٹ سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ فوج اور پولیس کے ملازمان کے لیے ہزارہا روپیہ کے فنڈ قائم کر دیئے گئے ہیں جن سے ان کو قرضہ ملتا ہے اور مہاجن قرض نہیں دے سکتا۔ علاوہ بریں ملازمان ریاست خزانہ سرکاری جائز ضروریات کے لیے قرض لے سکتے ہیں مثلاً تعمیر مکان۔ خرید سواری۔ حج بیت اللہ و زیارات عتبات عالیات۔

پارک وغیرہ شہر رامپور بہ لحاظ خوب صورتی و رونق کے نہایت عمدہ ہے لیکن اس میں کوئی پارک نہیں تھا۔ ۱۹۳۶ء میں بجلی گھر کے پاس ایک پُر لطف و خوش منظر پارک قائم کیا گیا ہے۔ جس میں ہفتہ میں ایک روز سرکاری بینڈ بجا رہتا ہے۔ مٹن گنج جس کی ہولناک آتش زدگی کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ شہر کے سب سے زیادہ آباد حصہ میں واقع ہے اور غلّہ کی گاڑیوں کی آمد و رفت سے یہاں دقت کا سامنا رہتا ہے۔ سرکار کا خیال عالی ہے کہ گنج کو کسی دوسری جگہ پر منتقل کیا جائے۔ اس خالی جگہ پر بھی شاید پارک قائم ہو جائے جس کے

تین طرف دوکانات کا سلسلہ ہوگا اور ایک سمت صدر سڑک ہوگی یہ لکھنؤ کے امین آباد کا نمونہ ہو جائے گا اور اس کے مقابل بھی اس طرز کا بازار قائم کیا جاسکتا ہے۔ ان نئے بازاروں اور پارکوں سے شہر کی خوبصورتی دوبالا ہو جائے گی۔ یہی صورت نصر اللہ خاں کے بازار میں بھی ایک موقع پر ہو سکتی ہے۔ سرکار کے اور چیف صاحب کے ذہن میں شہر کی خوبصورتی کے بہت سے ذریعے موجود ہیں۔

محکمہ طبّی سال حال میں جدید طبّی سہولتیں بہم پہونچانے کے لیے اکیتس ہزار (۳۱۰۰۰) روپیہ منظور فرمایا گیا ہے۔ اور شفاخانۂ صدر میں بہترین آلات طبی ایکس رے وغیرہ کا سامان جو بڑے بڑے ہسپتالوں میں ہوتا ہے موجود ہے۔ ڈاکٹر قریشی صاحب کی طبّی قابلیت سے رامپور کو بڑا فیض پہونچ رہا ہے اور شفاخانہ بیحد ترقی کر رہا ہے۔

کتب خانہ دس ہزار (۱۰۰۰۰) قلمی نسخے اس کتب خانہ میں موجود ہیں اور کثیر التعداد ایرانی شاہکار خوشنویسی اور تصاویر کے قرینے کے ساتھ رکھے ہوئے ہیں۔ مطبوعہ کتابیں ہر مضمون کی اور مختلف زبانوں میں کتب خانہ کے اندر ہیں۔ شمالی ہند میں یہ کتبخانہ خاص شہرت رکھتا ہے اور سرکار نے حال میں اساتذہ کے کلام کے متعلق تصانیف کا سلسلہ بھی کتب خانہ سے متعلق فرمایا ہے اور بعض یادگار

شائع ہوئے ہیں۔

باب ہفتم
میری گذارش

یہاں تک میرا روئے سخن زیادہ تر اہلِ رام پور سے اور خصوصاً اُس طبقہ سے تھا جو خواہ مخواہ حکومت سے مخالفت کو اپنا مشغلہ بنائے ہوئے ہے اب مجھے حکومت سے چند باتیں عرض کرنا ہیں۔ سب سے پہلی بات قابلِ گزارش یہہ ہے کہ حکام اور محکومین کے درمیان جو مغائرت موجود ہے اور جس میں بہت کچھ کمی ہوتی جاتی ہے۔ وہ بالکل معدوم ہو جانا چاہئے یہہ اُسی وقت ہوگا جب باہمی رواداری اور خفیفی ہمدردی کا برتاؤ کیا جائے۔

رام پوریوں کے قلوب میں ہزہائینس کی محبت

رام پور میں پُر خلوص اور وفادار لوگ کثرت سے موجود ہیں، باوجود زبانی اور تحریری اختلاف ظاہر کرنے کے اہلِ رام پور کے دلوں میں ہزہائینس

نواب صاحب بہادر کی محبت موجود ہے - ان کو شکایت ہے تو صرف حکام کی طرف سے ہے جو زیادہ تر غیر واقعی ہے - رام پور کے طبقۂ اوسط کے فیشن میں داخل ہوگیا ہے کہ حکام کی نکتہ چینی کیا کریں - خواہ وہ خان بہادر محمد حسن خان صاحب ہوں یا صاحب زادہ عبد الجلیل خاں صاحب - مسٹر محمود خاں یا مسٹر محمد اسلم خان صاحب - جن کے خالص رام پوری ہونے میں شبہ نہیں - ضرورت ہے کہ اہل رام پور سے حکام تبادلۂ خیال کرتے رہیں اور ان کی توقعات کو صحیح پیمانہ پر قائم کرائیں - حد سے گذری ہوئی توقع سے مایوسی کی شدت زیادہ ہو جاتی ہے - ادھر حکام کو اپنے وعدوں پر پوری طرح قائم رہنا چاہیئے اور کسی کو مبالغہ آمیز امیدیں نہ دلائی جائیں -

وفاداران ریاست سے بے اعتنائی اور مخالفین کی ہمت افزائی

رام پور میں بسا اوقات یہ شکایت سننے میں آتی ہے کہ جو لوگ حکومت کے سچے خیر خواہ مگر خاموشی پسند ہیں وہ نقصان میں رہتے ہیں اور ان کی خدمات کی قدر نہیں کی جاتی - برخلاف اس کے جو شخص مخالفت ریاست کو اپنا ذریعۂ نمود بناتا ہے وہ تھوڑے عرصہ میں مطالب برآری کر لیتا ہے - بہ طریق کار

قابل ترمیم ہے۔ ہر گورنمنٹ کا ہمیشہ اصول رہتا ہے کہ اپنے خیر طلبوں کی جماعت میں اضافہ کرے اور مخالفت سے مرعوب نہ ہو ورنہ مخالفین کی قدر افزائی کے معنی مخالفت کی دعوت دینے اور اپنی کوتاہی تسلیم کرنیکے ہوں گے۔ اور موافقین کی ہمت شکنی ہوگی۔

اہل کاران ریاست میں کام کا عدم توازن

ریاست میں کام کی تقسیم کچھ اس طرح پر کی گئی ہے کہ بعض صاحبان حد سے زیادہ دماغ و وقت صرف کرتے ہیں اور بعض کے پاس معمولی طور پر مصروف رہنے کے قابل کام نہیں ہے شاید بعض محکمے غیر ضروری بھی ہیں۔

چیف منسٹر صاحب کو جن لوگوں نے کام کرتے دیکھا ہے وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ مشکل سے سات آٹھ گھنٹے اُن کو اپنی ذاتی آسایش کے لئے ملتے ہیں۔

چیف منسٹری کے فرائض ہی کیا کم تھے کہ ہاؤس ہولڈ منسٹر کے خدمات بھی اُن کے سپرد فرما دیے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد پبلک ورکس منسٹر کے فرائض بھی اون سے متعلق ہو گئے۔ جس کا انجام یہ ہے کہ جن کاموں کو وہ جن اوقات پر کرنا چاہتے ہیں اُن سے مجبور رہتے ہیں

یہی کیفیت ۔ بعض دیگر منسٹران و حکام و اہل کاران کی ہے ۔ چھوٹی چھوٹی جگہوں پہ اکثر ملازمین ایسے ہیں جو دس بجے دن سے شام کے چھ بجے تک کام میں گھرے رہتے ہیں اور اس طرح پہ یہ بے چارے اپنی خودکشی کے اسباب مہیا کرتے ہیں ۔ اس کے برخلاف بعض عہدے اس قدر غیر ضروری ہیں کہ اون کے فرائض آسانی کے ساتھ دوسروں کے سپرد کئے جا سکتے ہیں ۔ غرضکہ کہیں پہ کام گھٹانے کی اور کہیں پہ کام بڑھانے کی ضرورت ہے ۔

مستاجری کا اجراء

مستاجری کے متعلق میں مفصل بحث کرچکا ہوں اور واضح کرچکا ہوں کہ شکست مستاجری میں حکومت حق بجانب تھی ۔ سرکار نے سال گزشتہ و حال میں چند دیہات از سر نو ٹھیکہ پر عطا فرمائے ہیں ۔ لیکن اس عطیہ سے رامپور کے تشنہ لوگ سیراب نہیں ہوئے ۔ حالانکہ پیشتر جمع میں دس روپیہ فی صد چھوڑا جاتا تھا اور اب پندرہ روپیہ فی صد کی کمی فرمائی جا رہی ہے ۔ ضرورت ہے کہ کثرت کے ساتھ مستاجری کی طرف عود کیا جائے ۔ خام تحصیل کا موجودہ طریقہ سرکاری آمدنی کے لیے بھی مفید نہیں ثابت ہوا اور رعایا پر جو سختیاں مستاجرین کے ملازمین کیا کرتے تھے اتنی نہیں لیکن اون کے قریب قریب عمال

ریاست بھی کر رہے ہیں۔ یہہ ہو سکتا ہے کہ مستاجری کے قواعد غور و فکر کے ساتھ ایسے مرتب کئے جائیں کہ رعایا پر بے جا سختی کا انسداد ہو جائے اور سرکاری آمدنی کا بھی نقصان نہ ہو اور اہلِ رامپور کا آبائی پیشہ بھی اُن کے ہاتھ سے نہ جائے۔ میری حقیر رائے میں میعاد مستاجری میں اضافہ کرنے سے فائدہ ہوگا۔ زمینداری کے بندوبست کی میعاد تیس سالہ ہوتی ہے مستاجری میں پندرہ سال کے لیے دیہات دے دیے جائیں تاکہ مستاجر سرکار کو رقم معین ادا کرنے کا معقول مدت تک ذمہ دار رہے اور اپنا تعلق دیہہ جانکر گاؤں کی ترقی میں دل سے مصروف رہے

شہر کی گلیوں اور کوچوں کی درستی

رامپور میونسپلٹی نو زائیدہ ہے ابھی اُس کے سامنے بہت سے کام پڑے ہیں۔ شہر کی گلیوں اور کوچوں کی حالت بعض مقامات پر قابلِ شرم ہے بازاروں اور سڑکوں کو دیکھنے سے شہر جیسا خوب صورت اور صحت بخش معلوم ہوتا ہے اس کے خلاف چھوٹے راستوں کی حالت ہے۔ میونسپلٹی کا سرمایہ کافی ہے اور سرکاری عطیہ بھی اس مد میں موجود ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ

جس رفتار سے ریاست کے دیگر شعبہ جات میں ترقی ہو رہی ہے میونسپلٹی اُس سے پیچھے نہ رہ جائے۔

ڈرینج

خاص خاص سڑکوں کو چھوڑ کر اندرون شہر نالیوں کا ڈھال اور اون کا سلسلہ ڈرینج نامکمل ہے اس میں شک نہیں کہ صحیح ڈرینج قائم کرنے کے لیے کئی لاکھ روپیہ کی ضرورت ہوگی لیکن اس کا اثر باشندوں کی تندرستی اور بہبود پر پڑے گا۔ کام کا آغاز کر دیا جائے اور بتدریج دس سال میں مکمل کر دیا جائے

ہزہائینس اور حکام اعلیٰ کے سوشل تعلقات رعایا سے

میں نے حتی الامکان صاف گوئی سے کام لیا ہے اس میں یہہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ موجودہ حکام رامپور میں خواہ وہ رامپوری ہوں یا غیر رامپوری حکومت کی شان اور اجنبیت کی جو پہلے سے زیادہ معلوم ہوتی ہے رامپور وہ جگہ ہے جہاں باوجود انتہائے استبداد کے حکام اور رعایا کے مابین وہ صورت کبھی نہیں پیدا ہوئی جو انگریز حاکم اور ہندوستانی رعایا میں ہوتی ہے۔ اہلِ رامپور کی یہ شکایت میں نے عام طور پر سنی کہ ہمیں عرض و معروض کرنے کے مواقع ٹھیک طور پر نہیں ملتے ہیں

مصروف حکام کے لیئے یہ مناسب ہے کہ ملاقات کے لیئے زیادہ وقت بجائے اور بجائے فرداً فرداً ملاقات کرنے کے بہت سے لوگوں سے ایک وقت میں ملاقات کریں اور ان میں سے جس خاص شخص کو علحدگی میں کوئی بات کرنا ہو تو اس سے علحدہ گفتگو کرلیں تاکہ وقت بھی زیادہ صرف نہ ہو اور گفت بیشنید کا موقع اچھی طرح مل جائے۔

پروپیگنڈا پروپیگنڈا یا اشاعت اغراض ہمیشہ سے ایک خاص شئے رہا ہے لیکن زمانہ حال میں اس نے ایک فنّی حیثیت حاصل کرلی ہر ہٹلر اور مسولینی نے پروپیگنڈے کو انتہا پر پہونچا دیا ہے۔ ہٹلر اپنی قوم کو جس بات کا یقین دلانا چاہتا ہے اُس کے اعلان کے عجیب و غریب طریقے اختیار کرتا ہے۔ ڈاکٹر پال جوزف گوبلس جو نہایت تجربہ کار اور وفادار خادم ہٹلر کا تھا اور آغاز جنگ تک معتمد رہا اُس کے متعلق صرف پروپیگنڈے کا محکمہ تھا اور دنیا اُس کو ماسٹر آف پروپیگنڈا کہتی ہے۔ ہٹلر ڈاکٹر گوبلس کے کان میں کہدیتا تھا کہ آج انگریزوں کے خلاف جذبات پیدا ہو جائیں اور ایک ہفتہ کے بعد سارے جرمنی میں بغض و عداوت کے جذبات نمایاں ہو جاتے تھے۔ اور بالکل بے بنیاد الزامات انگلینڈ کے سر تھوپے جاتے تھے۔

ہٹلر اپنی قوم کو خلاف واقعہ یقین دلانا چاہتا تھا کہ آپ ہیں جو

بماری ہورہی تھی اور جس سے اسپین تباہ ہو رہا تھا وہ اسپین کے جمہور کی کرتوت تھی۔ چند روز کے بعد ہی تعلیم یافتہ جرمنوں تک کو یقین تھا کہ اسپین کی جمہوری پارٹی خود اپنے شہروں کو نذر آتش وبارود کررہی ہے خیالات کی اس تبدیلی کا باعث صرف ایک شخص واحد ڈاکٹر گوبلیس ہوا کرتا تھا جو عجیب وغریب طریقہ پر اپنے سردار کی منشا کی اشاعت سارے ملک میں کردیتا تھا جرمنوں کو متحد اور جوانمرد بنائے رہنے کا ذمہ دار ڈاکٹر گوبلیس اور اُس کا محکمہ اشاعت ہے آجکل ہر گورنمنٹ میں پروپیگنڈے پر زر کثیر صرف ہو رہا ہے حکومت رامپور میں پروپیگنڈا کے معنی صرف یہ ہیں کہ ایک پبلسٹی افیسر جن کے متعلق اور بہت سے فرائض بھی ہیں مقرر ہیں اور کوئی بات قابل اعلان ہو تو اُسکو وہ اخبارات میں بھیج دیتے ہیں جبکہ رامپور کے خلاف جا وبیجا الزامات شدومد کے ساتھ عائد کیئے جاتے ہیں۔ بریلی اور مرادآباد میں پرائیویٹ جلسوں، پبلک اجتماعات، ٹی پارٹیوں اور ڈنر پارٹیوں۔ ریل کے سفروں اور اسٹیشنوں کے پلیٹ فارموں پر حکومت رامپور کو بالکل خلاف واقعہ بدترین حکومت ظاہر کیا جاتا ہے (حالانکہ یہ فعل صرف محدود سے چند آدمیوں کا ہے) اس لیئے ضرورت ہے کہ رامپور کی سچی اور واقعی حالت لوگوں کو معلوم ہوتی رہے۔ حکومت کے افراد سے زیادہ یہ فرض اُن وفادار رامپوریوں کا ہے جو موجودہ فرمانروا اور اُن کے وزرا کے قدرداں ہیں۔ غرضکہ فی الحال پروپیگنڈا کا کام ہونے لے انضباط کیساتھ ہونے کی ضرورت ہے۔

اصلاحات جدید

یہ کتاب مکمل ہو چکی تھی اور بعض احباب کی خدمت میں غیر مجلد نسخے میں نے پیش بھی کر دیئے۔ اسی اثنا میں حضور نواب صاحب بہادر کا فرمان مورخہ یکم جنوری سنہ ۱۹۴۹ء شایع ہوا جو حقیقتاً اہل رامپور کے واسطے اور ہم پڑوسیوں کے لیئے بھی باعث مسرّت و موجب فخر ہے۔ رامپور کے جوان عمر و جوان بخت حکمراں نے بڑی دریا دلی کے ساتھ اپنی محبوب رعایا کو شریک حکومت فرمانے میں قدم بڑھایا ہے۔

رامپور جہاں رئیس کا حکم بمنزلہ قانون سمجھا جاتا تھا اور انتظام ریاست میں رعایا کی مداخلت ۹-۱۰ سال قبل ناقابل معافی جرم تصور کیا جاتا تھا وہاں قانونسازی کا حق پبلک کے نمائندوں کو حاصل ہونا اور کثرت رائے سے فیصلہ کیا جانا معرکۃ الآرا بات ہے۔

رام پور میں کونسل قانونساز چند سال سے قایم ہے لیکن اس میں
صرف ۱۴ ممبر ہوتے تھے جن میں ۲ میونسپلٹی شہر سے اور تین رقبہ دیہی
سے حکومت نامزد کرتی تھی بقیہ ۹ سرکاری عہدہ دار ہوتے تھے گویا
منجملہ ۱۴ کے صرف ۳ کس قایم مقام پبلک کے کہے جا سکتے تھے اور ان
کے اختیارات بہت محدود تھے۔ اب فرمان جدید کی رو سے "مجلس مقننہ"
۳۴ ممبران پر مشتمل ہوگی۔ منجملہ ان کے ۱۷ کثرت رائے سے منتخب ہونگے
اور بقیہ ۱۷ میں سے ۵ غیر سرکاری ممبر مخصوص افادات کے نمائندے
سرکار نامزد فرمائینگے اور صرف ۱۲ ملازمین سرکار رہوں گے یعنی صریحاً
کثرت اراکین پبلک کی رہے گی۔ پھر اس مجلس کے حدود اختیار میں کافی
وسعت کردی گئی یعنی ریاست کے اور رعایا کے لیئے ہر قسم کے قوانین
وضع کرنا، مفاد عامہ یا اہمیت عامہ کے مسائل پر رزولیوشن پیش کرنا،
ریاست کے سالانہ بجٹ پر بحث کرنا اور تخمینہ جات پر قرار دادیں
پیش کرنا مجلس کے فرائض میں داخل ہوگا۔ علاوہ بریں بعض خاص مسائل
کی پیشی سرکار سے اجازت حاصل کرنے کے بعد کی جا سکتی ہے۔ ہر مجلس کی عمر
پانچ سال رکھی گئی ہے۔

ایک غیر معمولی اشاعت اسٹیٹ گزٹ میں مجلس مقننہ کا دستور اساسی
تفصیلی قواعد کے شائع ہوا ہے اور اسی کے ساتھ "فرمان مبارک" میں ارشادات

نمایاں مذکور ہیں۔ اس دستور و فرمان پر ملک کے اخبارات میں رائے زنی کی گئی اور عموماً تعریف کی نظر سے ان اصلاحات کو دیکھا گیا۔ میں فرمان مبارک کو یہاں پر نقل کرتا ہوں جس سے حضور نواب صاحب کی قلبی کیفیت و نیت کا پتہ چلے گا اور دستور اساسی کا خلاصہ بھی معلوم ہو گا۔ نیز روزنامہ پاؤنیر لکھنؤ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۴۰ء کے تبصرہ کا ترجمہ شایع کرتا ہوں جس سے معلوم ہو گا کہ ہز ہائی نس کے اس عطیہ کو ملک کیسی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

رامپور کے طرز حکومت میں یقیناً یہ نمایاں اصلاح ہے اور راعی و رعایا کے اشتراک عمل کی قابلِ قدر کوشش ہے۔ دنیا میں اعتراض کرنیوالوں کی کثرت ہے ہر اچھے سے اچھے کام پر بھی نکتہ چینی کر دی جاتی ہے لیکن رامپور کی جدید اصلاحات کو جو صاحب ناقدری کی نگاہ سے دیکھیں اُن سے میں عرض کر دونگا کہ رامپور کو رامپور سمجھ کر اندازہ کیجیئے انگلینڈ و امریکہ کے طرز حکومت کو پیش نظر نہ رکھیے۔ رامپور میں رائے عامہ کا احساس اوّل مرتبہ ہز ہائی نس نواب سر سید رضا علی خاں بہادر نے ہی فرمایا جبکہ میونسپل بورڈ قایم کی اور ٹاؤن ایریا کمیٹیاں قایم فرمائیں اور اب اسی اصول کو توسیع دے کر اور دیہات و مفصلات تک میں رائج فرما کر رعایا کی رائے عامہ کو غیر معمولی اہمیت دی جا رہی ہے۔ اہل رامپور کو سکھایا جا رہا ہے کہ امور سلطنت میں کس طرح شرکت کی جاتی ہے اور اپنے

بھائیوں کے حقوق کی نگہداشت کیونکر ہوتی ہے - ہندوستان کی اکثر دیسی ریاستیں ان اصلاحات سے سبق لے سکتی ہیں اور اگر اس مسئلہ میں تو ہند برطانوی بھی رامپوری دستور اساسی کی تقلید کرے تو بڑی کشمکش سے نجات مل جائے۔ رامپوری دستور میں مذہب کی بنیاد پر فرقہ وارانہ نیابت نہیں رکھی ہے اور ارضی رقبوں کے ساتھ ساتھ مخصوص افادات کو حلقہ ہائے انتخاب قرار دیا گیا ہے. فرقہ وارانہ نیابتوں نے جو تلخی برٹش انڈیا میں پیدا کر دی ہے اس سے محفوظ رہنے کی یہی صورت ہو سکتی تھی۔ اہل رامپور کو ان حقوق کی دل سے قدر کرنی چاہیئے اور ہز ہائینس کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔

اقتباس از رامپور اسٹیٹ غیر معمولی گزٹ مطبوعہ یکم جنوری ۱۹۴۸ء

فرمان مبارک

ذات باری کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جب سے اس ریاست کی عنانِ حکومت اس نے ہمیں تفویض فرمائی ہے اسی وقت سے ہماری انتہائی تمنا کی بنا پر ہماری عزیز رعایا کی خوشحالی، مالی و تعلیمی ترقیات میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اور ہماری دلی خواہش بھی یہی تھی کہ اہل رامپور ہمارے ظل حمایت میں خوش آئند منازل طے کر کے اپنے محبوب وطن کو تہذیب و تمدن کا

قابل فخر نمونہ بنا سکیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہم نے اپنی حکومت کے نصب العین اور راہ عمل کی تشکیل کی ہے۔ گزشتہ چند سال میں رامپور نے جتنی ترقی کی ہے وہ اس بات کا نمایاں ثبوت ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کا فضل ہماری سعی میں ہر ہر قدم پر شاملِ حال رہا ہے۔

اپنی وفا پرست رعایا کی بہبودی کے جذبات کے ساتھ ہی ساتھ ہماری یہ بھی خواہش رہی ہے کہ اہل رامپور کو ایسی تربیت ذہنی بہم پہنچائی جائے کہ اُن کے تصوراتِ سیاسی میں ارتقائے صحیح پیدا ہو۔ جس سے وہ غور و فکر، عاقبت اندیشی، فرض شناسی، احساس ذمہ داری اور صباہت رائے کو کام میں لاکر ایک بہتر اور زیادہ شاندار رامپور کی تعمیر میں ہمارے ہمدست و ہمداستان بن سکیں۔

یہ ریاست ایک امانت ہے جو ہمیں بہ حیثیت امین اپنے اجدادِ کرام سے ورثہ میں دست بدست حاصل ہوتی ہے۔ اس کی خدمات ہمارا وہ فریضہ ہے جسمیں ہماری رعایا کا ایک ایک فرد شریک ہے۔

ہمیشہ سے ہم اپنی ریاست کو ایک منتخب و برتر خاندان سمجھتے رہے ہیں۔ جس کا سرپرست و بزرگ خدا نے ہم کو مقرر فرمایا ہے اور اس کے اراکین رعایا کے افراد ہیں۔ اسی احساس کے ماتحت ہم نے رعایا کی سیاسی تعلیم کا آغاز کیا۔ اور وہ تدابیر اختیار کیں جن سے افراد رعایا میں معاملہ فہمی احساس ذمہ داری

اور پختہ کاری پیدا ہو۔

ہم نے اپنے آغاز عہد میں رامپور میونسپل بورڈ کی تشکیل جدید کی اور ۱۹۳۱ء میں منتخب ممبران کی تعداد اور بورڈ کے اختیارات میں اضافہ ونیز غیر سرکاری و منتخب صدر کا تقرر منظور کرتے ہوئے متعلقہ انتظامات کو رعایا کے سپرد کردیا۔ نیز ہم نے ریاست کے مختلف قصبات کے لیئے ٹاؤن ایریا کمیٹیوں کا قیام منظور کیا۔

پہلے ہی سے ہمارا منشاء تھا کہ اس ریاست کی مستحکم بنیاد آئین وقانون پر ہو۔ اس لیے ہم نے اپنی مسند نشینی کے چند ہی دن بعد ۱۹۳۰ء میں عدالت العالیہ ہائی کورٹ اور بعدہٗ جوڈیشل کمیٹی کی اور آخر ۱۹۳۴ء میں اسٹیٹ کونسل کی تاسیس کی جو ہمارے وزراء پر مشتمل ہے اور جو ہمارے زیر نگرانی ریاست کے انتظامی اُمور کی انجام دہی کرتی ہے۔ ونیز ۱۹۳۰ء میں ایک کمیٹی واضع قوانین قایم کی ۱۹۳۶ء میں ہم نے اس کمیٹی کے اہم فرائض کو مجلس واضع قوانین کے سپرد کردیا۔ جس میں پہلی مرتبہ ہماری رعایا کے منتخب اور نامزد کردہ نمائندے شریک کیئے گئے تاکہ انھیں قوانین کی تشکیل وترتیب میں اظہار رائے کا موقع حاصل ہو۔ ہمیں اس امر کے اظہار میں دلی مسرت ہے کہ حکومت اور رعایا کے درمیان اشتراکِ عمل کی یہ تمام کوششیں کامیاب ثابت ہوئیں۔

رعایا کے نمائندگان نے جس طرح اپنے فرائض کو انجام دیا اور سرکاری و غیر سرکاری ممبروں کے تعلقات میں اشتراکِ عمل ہم آہنگی اور احترام باہمی قایم رہا وہ رامپور کے لیئے ایک فالِ نیک ہے اور ہمارے لیئے باعث طمانیت۔ اس مشاہدے کے زیراثر ہم نے سالِ گزشتہ اپنی سال گرہ کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ ہم مجلسِ واضع قوانین کی تشکیل جدید کریں گے۔ چنانچہ ہمارے حسب الحکم مجلس مقننہ کا جدید دستور اساسی تیار کیا گیا ہے۔ جو تحت میں مندرج ہے نیز دستور اساسی مجلسِ مقننہ ریاست رامپور کے تحت میں جو تعریفات و قواعد متعلق انضباط و طریق کارروائی انتخاب ممبران، اعمال فاسد و عذرداریہائے انتخاب وضع کیئے گئے ہیں وہ منسلکِ فرمان ہذا ہیں۔

اب تک مجلس ۱۴ ممبران پر مشتمل تھی جن میں سے تین غیر سرکاری شہر رامپور کے نمائندے تھے جن کو ممبرانِ میونسپل بورڈ منتخب کرتے تھے تین غیر سرکاری ممبر بطور نمائندگانِ علاقہ ریاست ہم خود نامزد کرتے تھے اور باقی آٹھ ممبر افسرانِ سرکاری تھے جو ہماری جانب سے نامزد تھے۔

مجلس جدید علاوہ صدر کے چوبیس ممبران پر مشتمل ہوگی جن میں سے سترہ غیر سرکاری ممبرانِ مختلف حلقوں سے منتخب ہوں گے۔ پانچ غیر سرکاری ممبران چند مخصوص مفادات کی نمائندگی کے لیئے ہماری طرف سے نامزد کیئے جائینگے۔ اور باقی بارہ ہمارے نامزد کردہ سرکاری افسران ہوں گے۔ اس سے

ظاہر ہوگا کہ موجودہ صورت کے مقابلہ میں جب چودہ ممبران میں سے چھ غیر سرکاری ممبران تھے اور چھ میں سے صرف تین منتخب تھے۔ جدید مجلس میں چونتیس ممبران میں سے بائیس ممبران غیر سرکاری ہوں گے جن میں سے سترہ منتخب ہوں گے۔

ہم نے دستور جدید کو حدود ارضی کے بجائے زیادہ تر افادی بنیاد پر قایم کیا ہے تاکہ ایک طرف تو رعایا کے تمام نمائندوں کا انتخاب محض فرقہ وارانہ حد بندیوں کے اصول پر عمل میں نہ آئے۔ اور دوسرے مجلس میں ریاست کے ہر شعبہ زندگی اور مفاد معاشی کی نمائندگی ہوسکے۔ اس طرح نہ صرف مختلف مفادات کے مابین اور ان میں اور حکومت میں زیادہ قریبی اشتراک پیدا ہوگا بلکہ ہماری رعایا کے غریب طبقات کا مفاد بھی پورا ہوسکے گا۔

اس ریاست میں جس طبقہ کو سب سے زیادہ معاشی اہمیت حاصل ہے وہ طبقہ زراعت پیشگان کا ہے۔ دستور جدید میں دس نشستیں اس طبقہ کے لیے مخصوص کی گئی ہیں جن میں سے سات نشستیں کاشتکاران کے لیے ہوں گی۔ کاشتکاران ریاست کے نظام معاشی کا سنگ بنیاد ہیں اور انھیں رام پور کی تاریخ میں پہلی مرتبہ حکومت کے ساتھ براہ راست اشتراک عمل کا موقع ملیگا۔ ان سات میں سے تین مسلم کاشتکاروں کے نمائندے ہوں گے جو مسلم کاشتکاران کی رائے سے منتخب کیئے جائیں گے۔ اور ما بقی چار غیر مسلم کاشتکاران کے

نمائندے ہوں گے جو غیر مسلم کاشتکاران کی رائے سے منتخب ہوں گے۔ تین دیگر نشستوں میں سے ایک ایک نشست زمینداران، ٹھیکہ داران دیہات اور جاگیرداران و معافی داران کے لیے مخصوص کی گئی ہے۔

رامپور میونسپلٹی کے لیے مثل سابق تین نشستیں مقرر کی گئی ہیں۔ اس حلقہ کے نمائندوں کا انتخاب ممبران میونسپل بورڈ کی رائے سے اس طرح عمل میں آئے گا کہ تین نمائندوں میں سے ایک غیر مسلم اور دو مسلم ہوں گے۔

ہر قوم و ملک کے تعلیم یافتہ اشخاص ہی سے اُس کی اُمید ہائے ترقی وابستہ ہوتی ہیں اس لیے ہم نے ریاست رامپور کے تعلیم یافتہ اشخاص کو ایک نمائندہ منتخب کرنے کا حق عطا کیا ہے۔ کار قانون سازی میں وہ شخص جسے قانون کا علم و تجربہ خاص طور پر حاصل ہو مفید ثابت ہوگا اسلیئے ہم نے رامپور کی مجلس وکلا کے نمائندہ کے لیے مجلس مقننہ میں ایک نشست مخصوص کی ہے۔ رامپور کے عہد حاضر کا نشان امتیازی اقتصادی اور حرفتی ترقی ہے اور ہر قسم کے کارخانہ جات سے رعایا اور ریاست کو کثیر فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ نیز ہر قسم کے کاروبار کو فروغ ہو رہا ہے اسلیئے ہم نے تجارت پیشہ اشخاص اور کارخانجات کو بھی ایک ایک نمائندہ منتخب کرنے کا حق دیا ہے۔

متذکرہ بالا سترہ منتخب ممبران کے علاوہ ہم ضروری خیال کرتے ہیں

کہ چند مخصوص مفادات کی اہمیت کے پیش نظر ان کے نمائندوں کو رکنیتِ مجلس کیلئے نامزد کریں۔

یہاں کی آبادی میں روہیلوں (افغانان) کو ابتدائے ریاست سے ایک نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے اور ہمارے بزرگوں نے اور ہمارے بزرگوں نے اُن کا خاص خیال رکھا ہے اور ہم بھی اس بارہ میں اپنے بزرگوں کی روایات پر قایم رہنا چاہتے ہیں۔ اُن کی تاریخی حیثیت و اہمیت اور اپنے خاندان سے ان کی قدیمی وفاداری و خدمات کی بنا پر ہم روہیلوں کے دو نمائندے بطور ممبرانِ مجلس نامزد کریں گے۔ اس کے علاوہ ہم ریاست کے اہل حرفہ۔ مزدور پیشہ اشخاص اور پست ماندہ جماعتوں کے مفاد کو محفوظ رکھنے اور ان کی آئندہ برتری و بہتری کے لیئے اُن میں سے ہر ایک کے واسطے ایک ایک نشست جو بذریعہ نامزدگی پُر کی جائے گی مخصوص کرتے ہیں۔

ہم نے مجلس کو اختیار عطا کیا ہے کہ وہ ماتحتِ احکامِ فرمانِ ہذا و قواعد موضوعہ ماتحتِ فرمانِ ہذا ریاست اور ہماری رعایا کے لیئے قوانین وضع کرے۔ نیز مفادِ عامہ یا اہمیتِ عامہ کے مسائل پر رزولیوشن پیش کرے۔ اس کے علاوہ ریاست کا بجٹ ہر سال مجلس مقننہ میں برائے بحث پیش ہوگا اور مجلس کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے

کہ تخمینہ جات پر معینہ رزولیوشن پیش کرے۔

حکومت اور نمائندگان رعایا کے درمیان زیادہ قریبی اشتراک قائم کرنے اور غیر سرکاری ممبران وعمال حکومت کو اُن معاملات میں جن کا ہماری رعایا کے مفاد سے قریبی تعلق ہے ایک دوسرے کے نقطۂ نگاہ سے واقف کرنے کے لیئے نیز اس مقصد سے کہ غیر سرکاری ممبران اہم انتظامی محکمہ جات کے اسلوب کار سے واقف ہو جائیں۔ ہمارا منشا ہے کہ مختلف آئینی مشاورتی ادارے (بورڈز) قایم کیئے جائیں جو سرکاری و غیر سرکاری ہر دو ممبران پر مشتمل ہوں گے۔ اور ایسے معاملات میں مشورہ دیا کریں گے جو ارکان حکومت مشاورتی اداروں کے روبرو پیش کریں ہمیں اُمید قوی ہے کہ نئے دستور کے ماتحت ریاست رامپور شاہراہ ترقی پر پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے گامزن ہوگی اور مجلس میں رعایا کے مختلف مفادات کے نمائندوں کی موجودگی ہماری گورنمنٹ کے لیئے زبردست سہارا اور باعث تقویت ثابت ہوگی۔ نیز اشتراک عمل کی جو روح اس طرح پیدا ہوگی اُس سے وہ حقیقی اتحاد اور یکجہتی نمایاں ہو جائیگا جو دونوں کے متحدہ اغراض میں داخل ہے۔

آخر میں ہماری دُعا ہے کہ اس ریاست کے مختلف طبقات کے نمائندے اور ارکان حکومت باہمی اتحاد و اعتماد و احترام اور رواداری کو کام میں لاکر اپنے رئیس کے سایۂ عاطفت میں خوش بدوش

اس ریاست کی خدمت بجا لائیں۔

(شرح دستخط ہمایوں)

اصلاحات جدیدکے بعد کرنل فشر کی رائے

ریاست رامپور اور گورنمنٹ ہند کے مابین پیشتر کمشنر روہیل کھنڈ واسطہ رہتے تھے اور پولیٹکل ایجنٹ سے تھے مگر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے نفاذ کے بعد سے رامپور کی پولیٹکل ایجنسی گوالیار سے متعلق ہوئی اور جب سے کرنل فشر ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ان چند سال میں آپ کو رامپور کے جملہ اندرونی و بیرونی مسائل میں دخل رہا ریاست کی مالی حالت اور رئیس و وزرا کی کارگزاری پر آپ کی گہری نظر رہی، مالیات پر آپ کو عبور رہا، اور ہر نازک موقع پر آپ خود رامپور تشریف لائے۔ آپ صرف رامپور ہی کے ایجنٹ نہیں تھے بلکہ چار پانچ دیگر ریاستیں بھی آپ سے متعلق ہیں اور آپ کو موازنہ کرنے کے مواقع ملتے رہے ہیں۔ اب آپ ترقی پر سنٹرل انڈیا ایجنسی میں جا رہے ہیں رامپور کے نظم و نسق کی نسبت آپ کی واضح رائے پاؤنیر مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۴۰ء نے شائع کی ہے جس سے رامپور کی غیر معمولی ترقی اور حضور نواب صاحب کی بے نظیر حکمرانی کا زبردست ثبوت ملتا ہے آپ کے ارشاد کا ترجمہ ذیل میں ہے

"میں صدق قلب سے محسوس کرتا ہوں کہ ہز ہائی نس نواب صاحب میرے خاص دوست کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہز ہائی نس کا وصف خصوصی صرف یہی نہیں ہے کہ وہ عمدہ فرماں روا ہیں بلکہ حکمرانی کے ساتھ پابندی دستور بھی کرتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں رعایا کا حقیر ترین فرد بھی ویسی ہی رسائی رکھ سکتا ہے جیسی کہ وزرا و عمال سرکار ہیں باریابی سے شرف اندوزی صرف حکام اعلیٰ ہی کا حق نہیں ہے بلکہ ہر شخص جسے نواب صاحب کی خدمت میں حضوری کی عزت حاصل ہوئی ہے آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہو گیا ہے۔ مجھے ذاتی علم ہے کہ رامپور کے ہر باشندے کے لیے حضور کی ذات ایک دوست و ہمدرد کی مثل ہے۔ آپ کی حکومت کی امتیازی شان یہ ہے کہ کاشتکاروں کے ساتھ آپ کے عہد میں وہ عمل کیا گیا کہ چند ہی سال میں ان غریبوں کی حالت میں انقلاب نمایاں ہو گیا۔ علیٰ ہذا القیاس شہری رقبہ میں صنعتی ترقی کی رفتار لائق احساس ہے۔ کسی دیگر مساوی الحیثیت ریاست میں اس ترقی کی نظیر میسر نہیں آسکتی۔"

ترجمہ تبصرہ

روزنامہ پایونیر لکھنو

مورخہ ۴ جنوری ۱۹۴۷ء

ریاست رامپور کا جدید نظام ایک ایسی ریاست کیواسطے جو آٹھ برس پہلے تک حقیقتاً قرون وسطےٰ کی یادگار رہتی، ایک ایسا اقدام ہے جو جمہوری حکومت (ڈیماکریسی) کے سلسلہ میں غیر معمولی جرأت کا مظاہرہ ہے۔ ہز ہائی نس نے اپنے فرمان میں جن اصلاحات کا اعلان فرمایا ہے وہ ایک ایسا دستور اساسی قایم کرتی ہیں جس کی بنیاد بجائے ارضی حدود کے افرادی حقوق پر قایم کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس امر کو خصوصاً ملحوظ رکھا گیا ہے کہ فرقہ وارانہ نیابت کم سے کم رہے اور مجلس مقننہ کی رہبری میں تمام اہم طبقوں کی معاونت حاصل رہے۔ اور فی الواقع اس نظام کی یہی وہ خصوصیت ہے جو برطانوی ہند کے لیئے عموماً جاذب توجہ ہوگی کیونکہ فرقہ وارانہ جذبات ہی حقیقتاً سیاسی ترقی میں حائل ہوتے ہیں۔

کل ایوان میں منجملہ چونتیس ممبروں کے ۲۲ غیر سرکاری اراکین ہونگے

جن میں سے پانچ ممبر ریاست کے نامزد کردہ ہوں گے۔ اس طور پر عوام کے نمائندے جن کو کثیر حصہ آبادی کی تائید حاصل ہوگی، بمقابلہ سابقہ جماعت قانونساز کے زیادہ با اختیار ہوں گے زراعت پیشہ لوگ جن پر ریاست کا دارومدار ہے دس نشستوں کے مستحق ہوں گے۔ اور ان میں سے سات نشستیں کاشتکاروں کے لیئے محفوظ ہونگی۔ یہ انتظام ان مخالفین کو ساکت کرنے کے لیئے کافی ہے جو یہ اعتراض کرتے رہے ہیں کہ ریاست میں غریب طبقہ کو اپنی شکایات ظاہر کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔

رامپور کی صنعتی ترقی کے لحاظ سے یہ ضروری تھا کہ صنعت و تجارت کے مفاد کا بھی کافی تحفظ ہو چنانچہ جدید قانون میں اس طبقہ کو بھی ۲ دو نشستیں دی گئی ہیں۔ اور یہ توقع بے جا نہیں ہے کہ ان نمائندگان کے شمول سے ریاست کی خوش حالی و ترقی میں تعاون ہوگا یہ فرمان حقیقتاً اس ترقی پذیر ریاست کی راہِ عمل میں دوسرا سنگ نشان ہے اور ہم اس موقع پر ریاست کے روشن خیال حکمران اور ان کے قابل قدر چیف منسٹر کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں جو انھیں حاصل ہوئی ہے۔

(پایونیر ۴ جنوری ۱۹۴۰ء)

آغاز ریاست سے آخر ماہ جنوری ۱۹۴۶ء تک کے واقعات
و حالات میں نے ان صفحات میں جمع کر دیئے اور تین ضمیمہ جات ہمرشتہ
ہیں جن میں سے ایک میں ریاست کے سب سے زیادہ بزرگ و باخبر
پنشنر نے جو میرے دیرینہ مخدوم ہیں بیرونی ملازمین کی فہرست مرتب
فرمائی ہے اور دوسرے میں اُن ۲۹ شیعوں کے نام ہیں جو منجملہ ۱-۱۱ ہزار
ملازمین کے ریاست میں مختلف خدمات انجام دیتے ہیں اور ان میں بھی
زیادہ تر عہد سابقہ کے ہیں۔ ان ضمیموں سے دو غلط فہمیاں رفع ہوتی
ہیں تیسرے ضمیمہ میں چند اکابر ملک و قوم کی رائیں موجود ہیں۔

اس امر کا فیصلہ ناظرین فرمائیں گے کہ میں نے کسی قسم کی بے جا
طرفداری اور مبالغہ سے کام لیا ہے یا ایمانداری کے ساتھ ناقدانہ نظر جملہ
حالات پر ڈالی ہے، خلوص و ہمدردی سے اپنے خیالات ظاہر کیے ہیں

اور دلسوزی کے ساتھ توقعات قایم کی ہیں۔ سب کے علم میں ہے کہ
آج کل ساری دنیا میں انقلاب ہو رہا ہے عنقریب تمام عالم کی تاریخ
میں حیرت انگیز اضافہ اور اکثر ممالک کے جغرافیہ میں عدیم المثال تبدیلیاں
ہونگی۔ رامپور بھی دَورِ انقلاب سے گزر رہا ہے، ہمارے فرمان روا
خود انقلاب میں پیش قدمی فرما رہے ہیں۔ اہل رامپور اپنی دانائی یا نادانی
کا ثبوت دیں گے۔ اُن کے سامنے یہ مسئلہ فیصلہ طلب ہے کہ آیا ہر دوسرے
تیسرے سال شور و شغب کرکے وہ غیروں کو ہنسنے اور اپنوں کو رونے
کا موقع دیا کریں۔ یا اپنے وطن کی حقیقی ترقی اور اپنے خاندانوں کی سچّی
خوشحالی کی فکر کریں۔ نواب صاحب بہادر کو جو توجہ اپنی رعایا کی فلاح
اور ریاست کے عروج کے متعلق ہے وہ ہر فرمان روا کو نہیں ہوا کرتی۔
جس رفتار سے رامپور ترقی کر رہا ہے وہ قدر افزائی کے قابل ہے
ایسی حالت میں سرکار کی ہمنوائی و ہمخیالی سے ترقی کی رفتار تیز ہو سکتی ہے
یا مخالفت و مخاصمت سے؟ رامپور میں دو محاذ قایم کرنے کے کوئی
معنی نہیں ہیں۔ راعی و رعایا کی یکدلی و یکجہتی سے رامپور کہیں سے کہیں
پہونچ سکتا ہے۔ مواقع سے صحیح کام لینا اور مآل اندیشی کو جذبات وقتی
سے مغلوب نہ ہونے دینا عقیل و فہیم لوگوں کا دستور ہے۔ رام پور کے بعض
نادان دوستوں کو اپنی روش میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور عوام کو صحیح

زاویہ نگاہ سے حالات حاضرہ دیکھنے اور غور کرنے کی حاجت ہی۔

خدا وہ دن لائے کہ رامپور میں رعایا وحکومت کے درمیان
بے اعتمادی کا نشان بھی باقی نہ رہے اور اہل رامپور اپنے فرمان روا
کے جذبات و اعمال کی پوری قدر کریں۔ اور اتحاد عمل کے ساتھ رامپور
کی علمی و اقتصادی و تمدنی ترقی میں سب یکساں مصروف کار رہیں

اور

رامپور کا مستقبل درخشاں و تاباں ہو

آمین

ضمیمہ نمبر (۱)

فہرست اشخاص بیرونی جنہوں نے ریاست رام پور میں خدمات ممتاز انجام دیں

جسکو مولوی محمد ضیاء الحق صاحب پنشنر رجسٹرار ہائی کورٹ رام پور نے براہ کرم مرتب فرمایا

نام	وطن	عہدہ	عہد
منشی محمد سعادت اللہ صاحب بخشی الممالک	بدایوں	افسر افواج و مدار المہام	نواب علی محمد خاں صاحب بہادر
قلندر خاں صاحب	پیلی بھیت	افسر فوج و دیگر خدمات سول	نواب فیض اللہ خاں صاحب بہادر
مولوی غلام جیلانی صاحب	افغانستان بعدہ دہلی	متعدد سول عہدے	نواب فیض اللہ خاں صاحب بہادر
بخشی سردار خاں صاحب	کابل	رسالدار فوج	نواب علی محمد خاں

نام	وطن	عہدہ	عہد
حیدر خاں صاحب	کابل	رسالدار فوج	صاحب بہادر نواب علی محمد خاں
مولانا غلام جیلانی صاحب	پیلی بھیت	افسر اعلیٰ مدرسہ عالیہ	صاحب بہادر نواب فیض اللہ خاں
قاضی غلام رسول صاحب	ضلع بریلی	قاضی القضات	صاحب بہادر و نواب علی محمد خاں صاحب بہادر نواب فیض اللہ خاں
مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم	فرنگی محل لکھنؤ	افسر اعلیٰ تعلیمات	صاحب بہادر نواب فیض اللہ خاں
ملا حسن صاحب مصنف کتاب ملا حسن	فرنگی محل لکھنؤ	مدرس مدرسہ عالیہ	صاحب بہادر نواب فیض اللہ خاں صاحب بہادر
مولوی فضل حق صاحب	خیرآباد	حاکم صدر مرافعہ	نواب محمد سعید خاں
مولوی سید حیدر علی صاحب	رائے بریلی	طبیب ذات خاص	صاحب بہادر نواب احمد علی خاں

نام	وطن	عہدہ	عہد
حکیم کفایت اللہ صاحب	امروہہ	طبیب سرکاری	صاحب بہادر نواب احمد علی خاں
سید شاہ محمد صاحب	آنولہ	رسالدار	صاحب بہادر نواب احمد علی خاں صاحب بہادر و نواب محمد علی خاں صاحب بہادر و نواب غلام محمد خاں صاحب بہادر
سید اکبر شاہ صاحب	آنولہ	نائب رسالدار	نواب محمد علی خاں صاحب بہادر و نواب غلام محمد خاں صاحب بہادر
سید پایندہ شاہ صاحب	آنولہ	دفعدار	ایضاً
فتح خاں خانساماں	افغانستان	افسر فوج	نواب علی محمد خاں بہادر
مفتی سعد اللہ صاحب	مراد آباد	حاکم مرافعہ و افسر اعلیٰ تعلیمات	نواب یوسف علی خاں بہادر و نواب کلب علی

نام	وطن	عہدہ	عہد
			خاں صاحب بہادر
شیخ وجیہہ الزماں خاں صاحب	اودھ	وکیل مابین ریاست وسرکار انگریزی	نواب یوسف علی خاں بہادر ونواب کلب علی خاں بہادر
حکیم سعادت علی خاں صاحب	آنولہ	حاکم مال وافسر فوج ومدار المہام	ایضاً
میر قربان علی صاحب	مراد آباد	تحصیلدار	نواب محمد سعید خاں صاحب بہادر
بہادر سین	لکھنؤ	منصرم ارباب نشاط	نواب یوسف علی خاں بہادر
میاں مقیم صاحب	شاہجہانپور	کوتوال شہر	نواب احمد علی خاں صاحب بہادر
منشی دھونکل سنگھ صاحب	"	حاکم اعلیٰ صیغہ مال ومدار المہام	ایضاً
منشی نہال الدین صاحب	بریلی	داروغہ پرمٹ	نواب یوسف علی خاں بہادر ونواب کلب علی خاں صاحب بہادر

نام	وطن	عہدہ	عہد
مفتی شرف الدین صاحب	پنجاب	حاکم مرافعہ	نواب یوسف علی خاں بہادر و نواب کلب علی خان بہادر
مولوی ظہور الحق صاحب	پنجاب	مفتی دیوانی	نواب یوسف علی خان بہادر
غلام محمد خاں صاحب	سردہنہ	جنرل فوج	ایضاً
دین محمد خاں صاحب	ر ر	ر ر	نواب یوسف علی خان صاحب و نواب کلب علی خان صاحب بہادر
مُلّا غفراں صاحب	افغانستان	مفتی	نواب احمد علی خاں صاحب بہادر و نواب احمد سعید خاں صاحب بہادر
شمس العلماء مولوی عبد الحق صاحب خیرآبادی	خیرآباد	ڈائرکیٹر تعلیمات شرقی	نواب خلد آشیاں
مولوی سدید الدین صاحب	دہلی	حاکم مرافعہ و افسر اعلیٰ تعلیمات	نواب خلد آشیاں
حکیم علی حسین خاں صاحب	لکھنؤ	طبیب شاہی	نواب خلد آشیاں

نام	وطن	عہدہ	عہد
حکیم ابراہیم خاں صاحب	لکھنؤ	طبیب شاہی	نواب خلد آشیاں
حکیم محمد حسن صاحب	//	طبیب شفاخانہ	//
حکیم حسن رضا خاں صاحب	//	//	//
حکیم محمد مہدی صاحب	//	//	//
حکیم عبد العلی صاحب	//	//	//
حکیم کرامت علی صاحب	امروہہ	طبیب شاہی	//
حکیم حکمت اللہ صاحب	//	//	//
منشی اسد علی خاں صاحب	کپور تھلہ	سب انسپکٹر پولیس	نواب عرش آشیاں
شیخ فرید الزماں خاں صاحب	لکھنؤ	تحصیلدار	نواب خلد آشیاں نواب عرش آشیاں نواب جنت مکان
حکیم اصغر علی خاں صاحب	آنولہ	رسالدار باڈیگارڈ	نواب خلد آشیاں
ڈاکٹر شاما چرن صاحب	کلکتہ	ڈاکٹر صدر ہسپتال	//
مولوی ثناء الدین صاحب	کاکوری	مفتی دیوانی	//
مولوی عبد الواجد صاحب	لکھنؤ	//	//

نام	وطن	عہدہ	عہد
منشی امیر احمد صاحب مینائی	لکھنؤ	مفتی دیوانی و مصاحب خاص و اوستاد حضور پرنور	نواب خلد آشیاں ,,
منشی طالب حسن صاحب	,,	مفتی دیوانی و رجسٹرار صدر	,,
منشی مظفر علی خاں صاحب اسیر	,,	شاعر	,,
مفتی عبدالقادر خاں صاحب	دھوبان ضلع پیشاور	مفتی دیوانی	نواب خلد آشیاں و نواب عرش آشیاں و نواب جنت مکان و عہد ہمایوں موجودہ و
مولوی محمد گل خاں صاحب	کابل	تحصیلدار حضور تحصیل	نواب خلد آشیاں۔
ملا حسن صاحب	کابل	مدرس مدرسہ عالیہ	نواب خلد آشیاں
مولوی سیف الدین صاحب	,,	,,	,,
مولوی سید محمد صاحب	,,	,,	,,
میر قربان علی صاحب	مراد آباد	تحصیلدار	نواب جنت آرامگاہ

نام	وطن	عہدہ	عہد
			و نواب فردوس مکاں
میر مہربان علی صاحب	مراد آباد	سپرنٹنڈنٹ پولیس	نواب خلد آشیاں و عرش آشیاں و جنت مکان
میر حسن علی رضا صاحب	بریلی	تحصیلدار ملک	نواب خلد آشیاں
جان صاحب	لکھنؤ	شاعر ریختی۔	نواب خلد آشیاں
امبا پرشاد صاحب۔	"	داستان گو	"
آغا محمد حسین صاحب	"	مصاحب خاص	"
بلنکے خاں صاحب	"	رسالہ دار اردلی خاص	"
حافظ مشتاق صاحب	دہلی	قاری و مدرس اعلیٰ مدرسہ غوثیہ	"
تہوّر علی خاں صاحب	لکھنؤ	مُصَوّر	"
مولوی مسیح الدین صاحب	دہلی	نقشہ کش	"
بابو منگل سین بعدہٗ			

نام	وطن	عہدہ	عہد
نور الاسلام صاحب	لکھنؤ	مصور	نواب خلد آشیاں
مولوی شمس الاسلام صاحب	بدایوں	قاضی	"
مولوی ظہور الاسلام صاحب	"	تحصیلدار ملک	نواب عرش آشیاں و نواب جنت مکان۔
مولوی ریاض الاسلام صاحب	"	تحصیلدار شاہ آباد	نواب جنت مکان و نواب عرش آشیاں
منشی عبد الرحیم صاحب نو مسلم	دہلی	بخشی فوج	نواب خلد آشیاں
خانساماں علی بخش خاں	نجیب آباد و مراد آباد	تحصیلدار حضور تحصیل	نواب فردوس مکان و نواب خلد آشیاں
خانساماں وزیر علی خاں	سنبھل	خانساماں توشہ خانہ و جواہر خانہ وغیرہ	نواب فردوس مکان و نواب خلد آشیاں
میر مجاور علی صاحب	لکھنؤ	مصاحب خاص	نواب خلد آشیاں
سید میرن جان صاحب	"	"	"
منشی احمد حسن خاں صاحب عروج	"	مصاحب و رجسٹرار صدر	"

نام	وطن	عہدہ	عہد
منشی امیر اللہ صاحب تسلیم	لکھنؤ	مصاحب و شاعر	نواب خلد آشیاں
نواب مرزا خاں صاحب داغ	دہلی	مہتمم اصطبل و شاعر	〃
جلال صاحب	لکھنؤ	شاعر	〃
تعلق صاحب	〃	〃	〃
مخزن الدولہ صاحب	〃	مصاحب	〃
مفتاح الدولہ صاحب	〃	〃	〃
آغا سنجر صاحب	شیراز	شاعر	نواب خلد آشیاں و نواب جنت مکان
میر عطا حسین صاحب	لکھنؤ	خوشنویس شکست	نواب خلد آشیاں
میر عیوض علی صاحب	〃	خوشنویس نستعلیق	〃
آغا بہار الدولہ صاحب	〃	مصاحب	〃
اوستاد تفضل حسین خاں صاحب	بریلی	پہلوان	〃

نام	وطن	عہدہ	عہد
میاں مقیم صاحب	شاہجہان پور	کوتوال	نواب احمد علی خاں صاحب بہادر
خان بہادر اللہ داد خاں صاحب	بریلی	جنرل فوج	نواب خلد آشیاں
حکیم محمد اجمل خاں صاحب	دہلی	طبیب خاص	نواب جنت مکان
ڈاکٹر ڈسالی صاحب	مدراس	ڈاکٹر	״
مولوی فرخی صاحب	جہانگیر آباد	اوستاد حضور پرنور	״
صاحبزادہ عبدالمجید خاں صاحب	نجیب آباد	ریونیو سکریٹری	״
بابو شاماں چرن صاحب گھوش	بنگالی	اسسٹنٹ انجنیر	״
منشی واحد علی خاں صاحب	اودھ	نائب میر منشی	״
منشی رشید علی خاں صاحب	مراد آباد	پیشکار چیف سکریٹری	״
منشی راج بہادر صاحب	بریلی	دیوان صدر	״
بابو شیام بہادر صاحب	״	نائب دیوان صدر	״

نام	وطن	عہدہ	عہد
پنڈت ڈوری لال صاحب	بریلی	بخشی فوج	نواب جنت مکان
سید علی مظہر صاحب	مرنبہ یا امروہہ	تحصیلدار	”
منشی مظہر قیوم صاحب	مرادآبادی	نائب تحصیلدار	”
منشی سید رضا علی صاحب	کاکوری	پیشکار ریونیو ممبر	”
		صاحب بہادر	”
بابو رام پرشاد صاحب	بریلی	ہیڈ کلرک سکریٹریٹ	”
منشی جنگ بہادر صاحب	”	انسپکٹر آبکاری	”
کرشن بہادر سری واستو	بہار	ہیڈ اکاؤنٹ	”
منشی قدرت اللہ صاحب	فرخ آبادی	صیغۂ شکرسازی	”
خان بہادر سید افسر حسین صاحب	الہ آباد	چیف مجسٹریٹ	”
منشی احمد حسن صاحب	کرت پور	”	”
مولوی سید علی رضا صاحب	سرسی	منصرم کارخانجات	”
مولوی سید حید رحسین صاحب	ایضاً	ایضاً	
مولوی محمد نبی صاحب	بریلی	مجسٹریٹ	”
مولوی وسیم الدین	کاکوری	رجسٹرار صدر	”

نام	وطن	عہدہ	عہد
بابو کیشو لال صاحب	اطراف مدراس	اسسٹنٹ سرجن	نواب جنت مکان
بابو جگن ناتھ صاحب	بریلی	″	″
مولوی سید مرتضیٰ حسین صاحب	ضلع بجنور	منصرم و مصاحب	″
مولوی سید عبد العزیز صاحب	ضلع سہارنپور	اوستاد حضور پرنور و مدرس عالیہ	″
مولوی محمد طیب صاحب	افریقی	مدرس ادب	″
مولوی ظفریاب صاحب	سادات بارہ	معلم	
مولوی سید محمد صاحب	لکھنؤ	معلم اتالیق حضور پرنور	″
مولوی امجد حسین صاحب	مراد آبادی	ہیڈ ماسٹر	″
منشی امراؤ سنگھ صاحب	بریلی	سکنڈ ماسٹر	″
مولوی محمد نصیر صاحب	بچھراؤں	مدرس ریاضی	″
مولوی انصار حسین صاحب	کندرکی	عالم دین	″
منشی کشن گوپال صاحب	″	تھرڈ ماسٹر	″
مولوی مظفر علی خان صاحب	مراد آباد	اوستاد حضور پرنور	″
مسٹر ایف۔ اے۔ گراسمن صاحب	یورپین	مورڑ انجینیر	″

نام	وطن	عہدہ	عہد
مسٹر وودھان صاحب	یورپین	منیجر اصطبل	نواب جنت مکان
منشی شوکت حسین صاحب	ضلع مرادآباد	پیشکار بندوبست و دیوانی	〃
منشی شرف الدین خان صاحب	جاورہ	کوتوال شہر	〃
سید مرتضیٰ صاحب	الہ آباد	کورٹ انسپکٹر بعدہٗ سپرنٹنڈنٹ پولیس	〃
بابو بخش الدین صاحب		سب انسپکٹر	〃
منشی نسیم اللہ صاحب	علی گڑھ	〃	〃
منشی شبیر حسن صاحب	بارہ سادات	〃	〃
منشی تہور حسن خاں صاحب	مرادآباد	〃	〃
سید ابوالحسن صاحب	بارۂ سادات	〃	〃
منشی عبدالعلیم صاحب	مرادآباد	〃	〃
منشی ضیاء الحق صاحب	〃	〃	〃
منشی اکرام علی صاحب	جہانگیرآباد	〃	〃

نام	وطن	عہدہ	عہد
سید مہدی حسن صاحب	بارہ سادات	سب انسپکٹر	نواب جنت مکان
منشی سید سعادت علی خاں	"	"	"
منشی شمبھو دیال	بریلی	"	"
مولوی معشوق علی خاں	ضلع سیتاپور	منصرم باغات	"
سید غلام شبیر صاحب	الہ آباد	منصرم کارخانجات و فیل خانہ	"
آغا لطف علی صاحب	ایران	منصرم نیلام	"
سید آل حسن صاحب	امروہہ	منصرم امام باڑہ	"
ڈاکٹر سید عبد اللہ صاحب		ڈاکٹر ذات خاص	"
سید محمود حسن صاحب	بارہ سادات	مہتمم بندوبست	"
پروفیسر احمد حسین صاحب		مصاحب	"
سید محمد صاحب خلف سید نجم الحسن صاحب مجتہد العصر	امروہہ	"	"
سید محمد باقر صاحب	مراد آباد	سپرنٹنڈنٹ پرچہ اخبار	"

نام	وطن	عہدہ	عہد
صاحبزادہ عبدالکبیر خاں صاحب	ٹونک	مصاحب	نواب جنت مکان
مرزا آغا جان صاحب	لکھنؤ	مصاحب	"
مولوی سلیم الزماں خاں صاحب	"	"	"
سید حسین صاحب	"	چوسر باز	"
محمد حسین صاحب	دتیا	مصاحب	"
صاحبزادہ نواب زماں خاں صاحب	باندہ	"	"
سید غلام علی صاحب	غالباً لکھنؤ	"	"
سید باقر علی صاحب	"	"	"
مرزا محمد طاہر صاحب	لکھنؤ	مرثیہ خواں	"
سید سجاد حسین صاحب	"	"	"
سید ولایت حسین صاحب	"	نثار	"
مرزا عبدالحسین صاحب	"	مرثیہ خواں	"
میر حسن علی صاحب	"	نثار	"

نام	وطن	عہدہ	عہد
بابو منشی شبیر حسین صاحب	لکھنؤ	اسسٹنٹ انجنیر اسسٹنٹ انجنیر بیرونجات	نواب جنت مکان
بابو نراین داس صاحب		ہیڈ کلرک تعمیرات	//
منشی عبد الحق صاحب		اورسیر	//
شاہ شکر اللہ صاحب	بریلی	اورسیر	//
بابو ڈی این ملک صاحب		الکٹرک انجنیر	//
مسٹر دانش صاحب		انجنیر واٹر ورکس	//
منشی دوارکا پرشاد صاحب		سب انجنیر	//
عبد الحمید صاحب	الہ آباد	سب اورسیر صیغۂ اشتہار	//
مسٹر ولسن صاحب		ہیڈ ماسٹر	//
میکش صاحب	نینی تال	کمپنی کمانڈر	//
شیام لال صاحب	//	جمعدار	//
صاحبزادہ سر عبد الصمد خاں بہادر	نجیب آباد	چیف سکرٹری	//

نام	وطن	عہـد	عہـدہ
مولوی سید مقبول احمد صاحب	ضلع دہلی	ممبر بورڈ آف آڈٹ	نواب جنت مکان
			〃
قاضی سلیم الحق صاحب	اطراف دہلی	تحصیلدار ٹانڈھ	〃
منشی احمد علی صاحب شوق برادر منشی واحد علی صاحب	اودھ	مصاحب	〃
سید امیر حسن صاحب	بارہ سادات	مصاحب	〃
مسز ایف		لیڈی ڈاکٹر	〃
مولوی ظہور حسن صاحب	بارہ سادات	ڈاکٹر اوپیل انسٹرکشن	〃
نواب اسحاق خاں صاحب	جہانگیرآباد	مدارالمہام	〃
ڈپٹی علی حسین صاحب	اطراف کرتپور	ریونیو سکریٹری	〃
نواب محمد علی خاں صاحب برادر نواب اسحاق خانصاحب	جہانگیرآباد	ریونیو سکریٹری	〃
خان بہادر مولوی زین العابدین صاحب جعفری زینی	مچھلی شہر	جوڈیشل سکریٹری	〃

نام	وطن	عہدہ	عہدہ
مولوی عبد الغفور صاحب	ضلع میرٹھ	مدار المہام	نواب جنت مکان
منشی امیر حسین صاحب	"	اسسٹنٹ مجسٹریٹ درجہ اوّل	"
منشی منصب علی صاحب	"	تحصیلدار حضور تحصیل	"
مولوی محمد نبی صاحب	بریلی	اسسٹنٹ مجسٹریٹ درجہ اوّل	"
منشی تصدق حسین صاحب	"	مہتمم بندوبست	"
آغا محمد حسین صاحب	لکھنؤ	اسسٹنٹ مدار المہام	"
سید تصدق حسین صاحب	الہ آباد	سب انسپکٹر پولیس	"
زیدی صاحب	بارہ سادات	سپرنٹنڈنٹ پولیس	"
مولوی ابن صاحب	لکھنؤ	مدرس مدرسہ عالیہ	"
مولوی صاحب	"	مصاحب و مہتمم	"

نام	وطن	عہدہ	عہد
حافظ اسرائیل صاحب	امروہوی	مقبرہ جناب عالیہ منصرم مقبرہ جناب علیا	نواب جنت مکان ۔
منشی الدین	بریلوی	بخشی فوج	〃
حکیم مصطفےٰ حسین صاحب	ضلع بجنور	متعلق ذات خاص	〃
سید محمود حسن صاحب	بارہ سادات	مہتمم بندوبست	〃
مولوی محمد نبی صاحب	بریلی	اسسٹنٹ مجسٹریٹ درجۂ اوّل	〃
مرزا کاظم حسین صاحب	بنارس	افسر اعلیٰ صیغۂ دیوانی و فوجداری	〃
مسٹر فلپ صاحب بہادر	یوروپین	ڈاکٹر مدرسہ تعلیم شاہزادگان حضور پرنور	〃
فلپ صاحب بہادر	〃	کپتان فوج	〃
شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی	خیرآباد	ڈائرکٹر تعلیمات مشرقی و مفتی صدر مرافعہ و مرافعہ	عہد نواب جنت مکان و نواب خلد آشیاں

نام	وطن	عہدہ	عہد
حکیم احمد رضا خاں صاحب	لکھنؤ	منصرم صدر شفاخانۂ یونانی	عہد نواب جنت مکان و نواب خلد آشیاں
حکیم حسین رضا خاں صاحب	"	طبیب ڈیوڑھیات	"
مولوی حفیظ اللہ صاحب	"	مدرس اعلی مدرسۂ عالیہ	"
مولوی حفیظ اللہ صاحب	جاورہ	منصرم عدالت ججی	"
منشی غلام رسول صاحب	علیگڑھ	پیشکار جوڈیشلی	"
منشی داؤد علی صاحب	اودھ	نائب میر منشی	نواب جنت مکان
منشی محمود علی صاحب	لکھنؤ	پیشکار جوڈیشلی	"
مولوی سراج احمد صاحب	بچھراؤں	پیشکار مدار المہامی	"
سید واحد علی صاحب	علیگڑھ	نائب تحصیلدار و قانون گوئے و سررشتہ دار فوجداری۔	"
مولوی معشوق علی صاحب	ضلع سیتاپور	منصرم کارخانجات	"
منشی تصدق حسین صاحب	ضلع کانپور	قانون گو ملک	"

نام	وطن	عہدہ	عہد
منشی سید تصدق حسین صاحب	نجیب آباد	اورسیر	نواب جنت مکان
سید عطا حسین صاحب	سہارنپور	"	"
منشی نجم اللہ صاحب	بجنور	مہتمم انہار	"
ڈاکٹر رشید الدین صاحب قادیانی	قادیان	سول سرجن	"
ڈاکٹر بی فولڈ صاحب بہادر	یورپین	سول سرجن	"
سید فدا حسین صاحب	مرسہ	اورسیر	"
مولوی علی رضا صاحب	لکھنؤ	مہتمم باورچی خانہ و پاندان خانہ وغیرہ	"
حکیم اثر حسین صاحب	مراد آباد	طبیب	"
مفتی عبد القادر صاحب	دسوہال ضلع پشاور	مفتی دیوانی	نواب جنت مکان و نواب خلد آشیاں
مولوی محمد اصغر صاحب	ضلع لکھنؤ	جج مرافعہ یعنی سول و سشن جج	نواب جنت مکان
قاضی علاء الدین صاحب	سکندرہ	پیشکار	"

نام	وطن	عہدہ	عہد
		فوجداری	
منشی یٰسین خاں صاحب	پورب	پیشکار عدالت پنچ	نواب جنت مکان
منشی سید احمد حسین صاحب	ضلع سیتاپور	پیشکار سررشتہ تعلیم	″
منشی سید ممتاز علی صاحب	علی گڑھ	پیشکار صدر رجسٹری	نواب عرش آشیاں وجنت مکان
منشی سید اشفاق صاحب	″	پولیس انسپکٹر حلقہ	نواب جنت مکان
سید نصیر الحسن صاحب		ہیڈ ماسٹر اسکول	″
محمد افضل خاں صاحب	جاورہ	کمانیر فوج و مہتمم شکار	″
محمد سعید خاں صاحب	″	جمعدار فوج یا رسالدار	″
مولوی اکرام عالم صاحب	بدایونی	سکنڈ ماسٹر	″
مسٹر برہانند ایم-اے	لکھنؤ	ہیڈ ماسٹر	″
مولوی اسد الحق صاحب	خیرآباد	مدرس اول	″

نام	وطن	عہدہ	عہد
مولوی فاخرالدین صاحب	پنجاب	مدرسۂ عالیہ مدرس دوم	نواب جنت مکان
مولوی ابوسفیان صاحب	پوربی	مدرسہ عالیہ مدرس مدرسۂ عالیۂ	〃
مولوی فریدالزماں خاں صاحب	لکھنؤ	تحصیلدار۔	نواب جنت مکان و نواب عرش آشیاں و نواب خلد آشیاں ۔
شیخ حمیدالزماں خاں صاحب	〃	رجسٹرار صدر	نواب جنت مکان بہادر
اوستاد وزیر خاں صاحب	ملبی	مہتمم ارباب نشاط و اوستاد حضور پرنور	〃
محمد حسین خاں صاحب	لکھنؤ	مصاحب	〃

ضمیمہ نمبر ۲

فہرست ملازمانِ شیعہ

نمبر	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۱	مسٹر سید ظفر علی صاحب	پرائیویٹ سکریٹری	عما؍	سلطانپور	ح	
۲	محمد ریاض الحسن صاحب	انسپکٹر	نعہ	ضلع مظفرنگر		س
۳	محمد ادریس صاحب	سب انسپکٹر	عہ	کندرکی		س
۴	محمد علی بیگ صاحب	کانسٹبل	ہے	رامپور		س
۵	ناظر الحسن صاحب	اسسٹنٹ کورٹ انسپکٹر	ہ	امروہہ		س
۶	ناظم حسین	ہیڈ کانسٹبل	دعہ	کندرکی		س
۷	یاور حسین	"	دعہ	رامپور		س
۸	مسلم حسین	نائک	کعہ	ضلع مظفرنگر	ح	

نمبر شمار	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۹	زوار حسین	نائک	معـلـہ	مظفر نگر	ح	
۱۰	فضل حسین	"	معـمـہ	رامپور		س
۱۱	منظہر حسین	کانسٹبل	للعـہ	"		س
۱۲	شبیر حسین	ہیڈ کانسٹبل	عـــہ	الور		س
۱۳	سجاد حسین	"	للحـــہ	رامپور		س
۱۴	محمد مرتضیٰ	کانسٹبل	لمـــہ	امروہہ	ح	
۱۵	مولوی سید ذوالفقار حسین صاحب	مہتمم تالیفات	مـحـــہ	ضلع مظفر نگر		س
۱۶	محمد اسرائیل صاحب	محافظ کتب خانہ	سعـــہ	امروہہ		س
۱۷	محمد حسین	خوشنویس	العـہ	رامپور		س
۱۸	محمد باقر	"	مـعـہ	"		س
۱۹	مہدی مرزا	"	مـعـہ	"		س
۲۰	محمد جعفر	کاتب	عـــہ	"		س
۲۱	ساجد نذر	ورق گرداں	ـــمہ	امروہہ		س
۲۲	احمد علی بیگ	"	ـــمہ	رامپور		س

نمبر	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۲۳	کاظم حسین	ماسٹر	اصہ	ضلع مرادآباد		س
۲۴	وزیر احمد	"	اصہ	میرٹھ		س
۲۵	تصدق حسین	"	معہ	پٹیالہ		س
۲۶	ظریف احمد	"	صہ	مظفرنگر	ح	
۲۷	سید محمد	"	للعہ	کندرکی	ح	
۲۸	محمد حسن	روزنامچہ نویس	دعہ			س
۲۹	عزت علی خاں	الائمنٹ کلرک	سہ	رامپور		
۳۰	مولوی سید محمد امداد صاحب	پروفیسر عربی	اامعہ	ضلع غازی پور		س
۳۱	فرخ مرزا صاحب	مدرس منشی دوم	دعہ			س
۳۲	سفارش حسین صاحب	ہیڈ ماسٹر	معہ	آگرہ		س
۳۳	ضیغم حسین	اسسٹنٹ ماسٹر	عہ	ضلع بجنور		س
۳۴	سید محمد	ایضاً	عہ	رامپور		س
۳۵	نادر حسین	واٹرمین	للعہ	لکھنؤ		س
۳۶	رضا حسین	ٹیلیفون	عہ	رامپور	ح	

نمبر	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۳۷	مبارک حسین	ماسٹر	معہ	ضلع مظفرنگر		س
۳۸	محمد نقی	کلرک	مسہ	امروہہ		س
۳۹	وقار حسین	جمعدار	سہ	لکھنؤ	ح	
۴۰	عزیز الحسن	ناظر	للعہ	ضلع ہردوئی		س
۴۱	محمد حیدر قاضی	ضلعدار	مسہ	سیتاپور	ح	
۴۲	رضا حسن	"	سہ	ضلع مظفرنگر	ح	
۴۳	غنی حیدر	سپاہی	سے	رامپور		س
۴۴	علی اصغر	حوالدار بٹالین	للعسہ ۳/۵	کندرکی		س
۴۵	محمد سبطین	لیس نائک سگنل	عسہ ۶/۵	ضلع سہارنپور	ح	
۴۶	ممتاز حسین	سپاہی سگنل	عسہ ۶/۹	رامپور	ح	
۴۷	اسد رضا	"	عسہ ۶/۵		ح	
۴۸	عنبر حسین	"	عسہ ۶/۵	رامپور	ح	

نمبر	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۴۹	خیرات علی	سپاہی	۵ر۶ہ	رامپور	ح	
۵۰	وارث علی	"	۹ر۶ہ	"	ح	
۵۱	فرحت حسین	"	۵ر۶ہ	"		س
۵۲	حامد حسن	"	۹ر۶ہ	ضلع مظفرنگر	ح	
۵۳	نواب احسن	حوالدار	۹ر۶ہ	رامپور		س ساکن قدیم امروہہ
۵۴	جعفر حسین	سپاہی	۵ر۶ہ	ضلع مظفرنگر	ح	
۵۵	محمد احسن	لیس نائک	۹ر۶ہ	ضلع سہارنپور	ح	
۵۶	الطاف حسن	سپاہی	۹ر۶ہ	رامپور	ح	
۵۷	حامد عباس	"	۹ر۶ہ	"	ح	
۵۸	اصغر علی بیگ	"	۵ر۶ہ	"		س
۵۹	مرتضیٰ علی	لیس نائک	۵ر۶ہ	"	ح	
۶۰	محمد رفیع	سپاہی	۵ر۶ہ	لکھنؤ	ح	

نمبر سلسلہ	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۶۱	ابن حسن	کانسٹبل	ڡعہ	رامپور	ح	
۶۲	سبط حسن	"	للعہ	"	ح	
۶۳	دلدار حسن	"	للعہ	"	ح	
۶۴	حامد علی	"	صعہ	تحصیل شاہ آباد		س
۶۵	ذاکر حسین	نائک	معہ	رامپور	ح	
۶۶	بادے علی	کانسٹبل	ڡعہ	"		س
۶۷	حسن امیر	کلرک	للعہ	ضلع مظفرنگر	ح	
۶۸	سید جان			رامپور		س
۶۹	سردار حسین			"		س
۷۰	لیاقت علی	لوک مین	عہ	"		س
۷۱	میجر آغا خاں صاحب	اسسٹنٹ ملٹری سکریٹری	مالـہ	"	ح	
۷۲	امتیاز حسین	اسٹاف سرجن	ساڡہ	امروہہ		س

نمبر شمار	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۷۳	یعقوب علی	کمپاونڈر	للعہ و سہ	رامپور		س
۷۴	عسکری حسین	"	عہ	"	ح	
۷۵	محمد صالح رضوی	میڈیکل افسر	سہ	دھولپور	ح	
۷۶	منظر عباس	سب اسسٹنٹ سرجن	سہ	ضلع مظفر نگر	ح	
۷۷	منشی ظل اکبر	محرر جوڈیشل	عسہ	"		س
۷۸	شرافت حسین	محرر وردی	عسہ	رامپور		س
۷۹	ظہور حسین		عسہ	"		س
۸۰	عالی مرتبت مسٹر سید بشیر حسین زیدی صاحب بہادر	چیف منسٹر	الصعا	ضلع مظفر نگر	ح	
۸۱	سید آغا ابراہیم عباس صاحب	پیشکار	سہ	"		س
۸۲	سید زاہد حسین	اکاونٹنٹ	سہ	"		س
۸۳	فرزند حسن	اردلی	لعہ	رامپور		س

نمبر	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۸۴	مشیر الحسن	اردلی	لعہ	رامپور		س
۸۵	ظہور حسن صاحب	رپورٹر	للعہ	″		س
۸۶	منشی سید علی عباس صاحب	پیشکار	ھہ	ضلع مظفرنگر		س
۸۷	محمد شبیر صاحب	انگلش کلرک	عہ	رامپور		س
۸۸	داروغہ کلن صاحب	داروغہ	ما	″		س
۸۹	کوثر حسین	مدرس اول	معہ	ضلع مرادآباد		س
۹۰	مختار حسین	انگلش ٹیچر	عہ	کندرکی	ح	
۹۱	محمد مرتضیٰ	مدرس	سعہ	ضلع بجنور		س
۹۲	مرزا عباس علی	″	سعہ	رامپور		س
۹۳	احمد حسین	″	سعہ	کندرکی		س
۹۴	تعظیم حسین	″	سعہ	ضلع مظفرنگر		س
۹۵	محمد ہاشم	نائب مدرس	سعہ			س

نمبر شمار	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۹۶	ایوب حسن	مدرس	سعہ	ضلع مظفرنگر		س
۹۷	سید محمد حسین	"	سکے	ضلع مظفرنگر		س
۹۸	تقی مرزا صاحب	سب اورسیر	صہ	رامپور		س
۱۰۰	آل حسن صاحب	تحصیلدار	اصہ	ضلع مظفرنگر		س
۱۰۱	ہاشم رضا صاحب	نائب تحصیلدار			ح	
۱۰۲	شاہد حسین	گرداور قانونگو		ضلع مظفرنگر		س
۱۰۳	محمد تقی	ضلعدار تحصیل ملک	وعہ	نگریلہ سادات	ح	
۱۰۴	زوار حسین عیوض	ضلعدار			ح	
۱۰۵	اخیار حسین	محرر خام			ح	

نمبر سلسلہ	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۱۰۶	عابد علی	معاون محرر مال				س
۱۰۷	اعجاز حسین	محرر پونڈ			ح	
۱۰۸	مرزا ابو یوسف حسین			رامپور		س
۱۰۹	فصیح الحسن	چپراسی تحصیل ملک	سعہ	″		س
۱۱۰	مولوی سید اولاد حسین صاحب	افسر امور خیر	ما صہ	لکھنؤ		س
۱۱۱	محمد حسین عرف مینجھو صاحب	سوز خوان	ما	″	ح	
۱۱۲	ولایت حسین صاحب	نثار	لعہ	″		س
۱۱۳	سید احمد حسین	سوز خاں	عہ	″		س
۱۱۴	خورشید مرزا	″	[illegible]	رامپور		س
۱۱۵	فرخ حسین	نائب منصرم امام باڑہ	[illegible]	″		س
۱۱۶	سید نذیر احمد صاحب	نائب منصرم		″	ح	

نمبر سلسلہ	نام	عہد	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۱۱۷	کفایت حسین	محافظ کربلا	سے	رامپور		س
۱۱۸	شبر علی	"	سے	"	ح	
۱۱۹	امیر حسن	فراش	صہ	سنبھل		س
۱۲۰	چھٹن مرزا	ماتمی	سے	رامپور		س
۱۲۱	کلن مرزا	"	سے	"		س
۱۲۲	ماتم حسین	"	سے	"		س
۱۲۳	ضمیر حسین	"	سے	"		س
۱۲۴	بہادر حسین	"	سے	"		س
۱۲۵	یوسف حسین	"	سے	"		س
۱۲۶	واحد حسین	"	سے	"		س
۱۲۷	وزیر علی	"	سے	"		س
۱۲۸	مرزا وارث علی	متولی	للعہ	"		س
۱۲۹	نثار حسین	محرر	للعہ	"		س
	ملازمان عہد سابق	ملازمان عہد حال				
	۸۷	۴۲				

کتاب ہذا کے متعلق مقتدر حضرات کی رائے

تقریظ کرنل نواب ڈاکٹر سر حافظ محمد احمد سعید خاں صاحب بہادر

ایم، بی، ای - کے، سی، آئی، ای - کے، سی، ایس، آئی - نواب آف چھتاری

سابق گورنر صوبہ متحدہ

"حقیقتِ رامپور" مرتبہ مولوی اکرام عالم صاحب ایڈووکیٹ میری نظر سے گذری - یہہ مختصر مگر جامع تالیف اپنی گوناگوں خصوصیات کے اعتبار سے اتنی ہی دلچسپ جتنی مفید - مولوی صاحب موصوف مستحق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے ریاست رامپور کے متعلق محنت اور کاوش کے بعد یہہ مجموعہ مرتب کیا اور ریاست کی اقتصادی اور ذہنی ترقیوں کے متعلق عوام کو باخبر ہونے کا موقع دیا - دیسی ریاستیں اس زمانہ میں بوجوہ مختلف قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہو رہی ہیں - اور مجھے یقین ہے کہ لائق مؤلف نے جو معلومات فراہم کی ہیں وہ پوری تحقیق اور جستجو کا نتیجہ ہوں گی اور اُن سے رامپور کے روشن خیال اور جواں سال فرماں روا کی زیر قیادت اس دور میں دربار کی فیاضیوں اور ریاست کی تعلیمی انتظامی اور اقتصادی حالت کے متعلق صحیح

واقفیت حاصل کرنے اور راعی اور رعایا کے درمیان خوشگوار تعلقات کے قیام
میں مدد ملے گی۔

(دستخط)
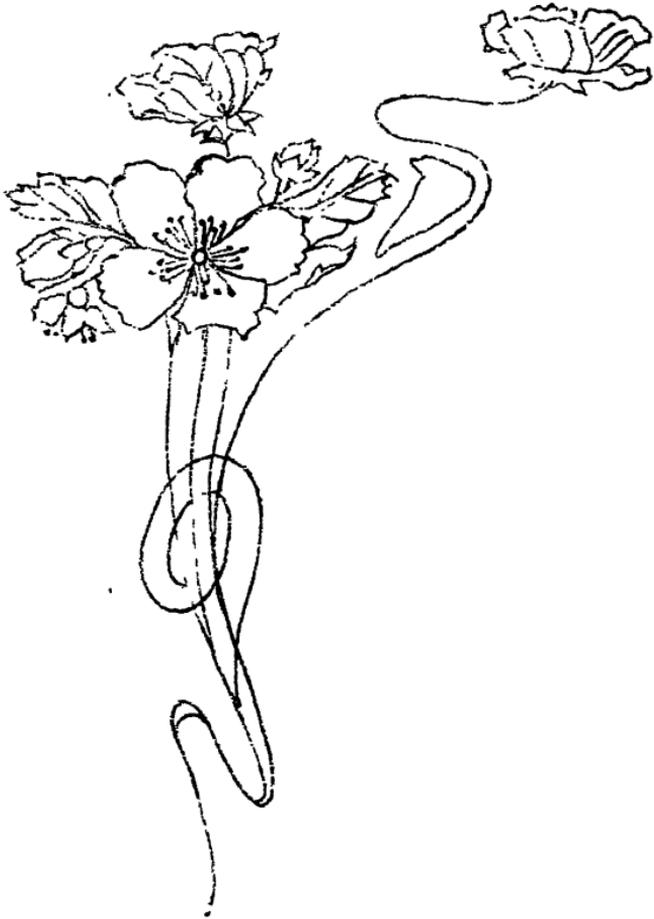
ترجمہ تقریظ ڈاکٹر سر جوالا پرشاد سری واستو

(ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی، لٹ۔ نائٹ۔ سابق منسٹر یوپی گورنمنٹ و پریسیڈنٹ، ہندو مہاسبھا۔ یو۔ پی۔ کان پور)

مسٹر محمد اکرام عالم نے پبلک پر بڑا احسان کیا کہ ریاست رام پور کے متعلق ایک ایسی کتاب مرتب کی جس میں ریاست کے اون سیاسی معاشرتی اور اقتصادی ترقیات کا ذکر ہے جو موجودہ فرمانروا کے وسیع النظر و عدل گستر عہد میں ہوئیں۔ بحیثیت ایک بیرونی شخص کے جس کو برٹش انڈیا کے انتظامات کا کچھ تجربہ ہے مجھکو ریاست کی مختلف تحریکوں کے تنقیدی مطالعہ کا موقع ملا ہے اور مجھے نہایت خوشگوار استعجاب ہوا کہ ریاست کے کسی محکمہ کا کام برٹش انڈیا کے کسی محکمہ سے کم درجہ کا نہیں ہے۔ حقیقت میں ہر رامپوری کو خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ریاست کی عدالتوں پر اوس سے زیادہ اعتماد ہے جتنا کہ قرب وجوار کے اضلاع یعنی بریلی و مرادآباد کی عدالتوں پر وہاں کے باشندوں کو ہے شکر ہے کہ ریاست کی مالی حالت اون آئی۔ سی۔ ایس وزراے مال کی توجہ سے جو اونہوں نے مالیات کی درستی کی طرف مبذول کی ہے نہایت استوار ہے اور ریاست کو اپنی تحویلات محفوظہ پر بجا طور پر ناز ہو سکتا ہے۔ فرمانروا کے نجی اخراجات کبھی بھی خزانہ ریاست میں رخنہ انداز نہیں ہوتے اور جو ٹیکس عائد کئے جاتے ہیں وہ بھی قابلِ اعتراض صورت

نہیں رکھتے۔ طبی امداد اور تعلیم دونوں کو خزانہ عامرہ سے کافی امداد دی جاتی ہے۔
ہز ہائینس یا لقابہ کو ہر اوس بات میں ذاتی دلچسپی ہے جو اون کی رعایا کی فلاح و بہبودسے متعلق ہو۔ رام پور خاص طور سے خوش قسمت ہے کہ اوس کو ایسا فرمانروا ملا ہے جو اپنا پورا وقت ریاست میں رہ کر صرف کرتا ہے اور انتظامات کی تمام تفصیلات کی چھان بین کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جان گنتھر نے لکھا ہے کہ:۔
"ریاستیں خودمختاری کے چمکدار گڑھے ہیں" مجھے یقین ہے کہ ریاست رام پور اس الزام سے بری ہے۔ یہاں برٹش انڈیا کے اکثر حصوں سے زیادہ زبانی اور عملی آزادی حاصل ہے۔ اور ایک دفعہ بھی یہاں کے فرماں روا نے آئین وقانون کو پس پشت نہیں ڈالا۔ شورش انگیز اور گمراہ کن لوگ موجود ہیں اور رہتے رہیں گے لیکن یہہ بات قابلِ غور ہے کہ وہ لوگ جو اس شورش کے پس پردہ کام کر رہے ہیں وہ ریاست رامپور کے باشندے نہیں ہیں اور نہ اُن کو ریاست سے کوئی براہ راست تعلق ہے۔ اوس کاروباری اور صنعتی ترقی کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جو اِس ریاست نے موجودہ فرمانروا کی ترقی پسند پالیسی کے ماتحت گذشتہ دس برس میں کی ہے۔ ریاست میں شکر کے دو کارخانے کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں جو جدید ترین سامان سے مکمّل ہیں۔ ان سے ریاست کی مالیات میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اون کاشتکاروں کو بھی کافی فائدہ پہونچتا ہے جو گنے کی کاشت کرتے ہیں۔ ایک مکمّل کارخانہ سوتی کپڑا بننے کا بھی عنقریب کھلنے کو ہے۔ اِس سے روئی کی،

۵

کاشت کو خصوصاً ترقی ہوگی کیونکہ کپاس بھی ریاست کی بیش قیمت پیداوار ہے۔ علاوہ بریں اس کارخانہ کے ذریعہ سے دو ہزار سے زیادہ مزدوروں کی پرورش ہوگی اور اس کی وجہ سے بیروزگاری دور کرنے میں بہت کچھ سہولت پیدا ہوگی۔ بعض دوسرے کارخانے بھی زیر تعمیر یا زیر غور ہیں۔ چنانچہ میں یہہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ جب صنعتی ترقی کی یہہ اسکیم رامپور میں مکمل ہو جائے گی تو یہہ ریاست تمام ہندوستان کی نہایت خوش حال اور ترقی پذیر ریاستوں میں سے ایک ریاست ہوگی

(دستخط) جوالا پرشاد سری واستو

۱۴ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

دو حرف از مسٹر محمد آصف علی بیرسٹر ایٹ لا
ممبر سنیٹرل اسمبلی و ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا نیشنل کانگریس - دہلی

اکرام عالم صاحب نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ریاست رام پور کی تاریخ اور موجودہ حالات کو قلمبند کر کے اپنی ریاست دوستی کا ثبوت دیا ہے اور جس محنت اور اخلاص سے اونھوں نے ضروری مواد کو مرتب کیا ہے وہ اُن کی تالیف کے ہر صفحہ پر موجود ہے۔ ریاست رام پور ہندوستان کی خود مختاری کے آخر زمانہ کی یادگار رہے اور اس ریاست کا اوس ہمسایہ آبادی پر جسے ہندو اور مسلمان کے شمالی تمدن اور تہذیب پر ناز ہے مختلف قسم کا احسان ہے۔ ہندو اور مسلمانوں کے میل سے پچھلے ہزار برس میں سرہند سے لیکر پٹنہ عظیم آباد تک ایک خاص قسم اور ایک خاص ترکیب کے تمدن اور تہذیب نے پرورش پائی۔ زبان، لباس، رہنے سہنے کے طریقے، زندگی کے لوازم اور فنون لطیفہ کے فروغ نے ایک ہی راستہ سے سفر کیا اور ایک خاص منزل تک پہونچے اور اس راستہ میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک رہے پچھلے سو برس میں برطانوی حکومت نے اس ہزار سالہ تہذیب کے شمعدان میں مغرب کی شمع روشن کی۔ اور بعض سمتوں میں نئی روشنی دوڑنے لگی۔ مگر اس نئی روشنی کے ہوتے ہوئے بھی ملک میں چند چھوٹے چھوٹے جزیرے

ایسے باقی رہ گئے جہاں ہندوستانی تہذیب اپنی پرانی بنیادوں پر قائم رہی رام پور اُنہیں جزیروں میں سے - - - - - - - - ایک جزیرہ ہے جہاں ہندو مسلم اشتراک عمل سے جس تمدن اور تہذیب کا خمیر تیار ہوا تھا ابھی تک قائم ہے۔ اس ریاست نے اس تہذیب کے جتنے بھی کونے تھے اونہیں آج تک آباد رکھا ہے۔ اس ریاست کی اوس تہذیب و تمدن کی تاریخ میں جو ہندو اور مسلمانوں کے شیر و شکر ہو جانے سے تیار ہوئی ہے آج بھی جگہ ہے اور آیندہ آنے والے انقلابات میں بھی ایک خاص جگہ رہیگی اِس اعتبار سے جو کام اکرام عالم صاحب نے انجام دیا ہے وہ تو جہ کے قابل ہے۔

یہہ صحیح ہے کہ زمانہ کی رفتار اور نئے خیالات و نئے حالات کی ضرورتوں نے اس ریاست کو پرانے سانچوں اور قدیم نقشوں میں نئے ماحول کے مطابق مناسب اور ضروری تبدیلیاں کرنے پر مجبور کیا۔ اور جو تبدیلیاں ہوئی ہیں اونہیں آیندہ کے لیئے اُمید افزا حالات کی خوش خبری تصور کرنا بیجا نہ ہوگا۔ زمانہ کا تقاضا ہے کہ دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی اور اُس کے نگراں دونوں اشتراک عمل اور یکجہتی سے تعمیری کام اور ترقی کے وسائل میں استقلال پیدا کریں۔ تعمیر محض خیال کی منزل ختم کرنے سے بنیادیں نہیں پکڑتی بلکہ ایک ایک قدم پر پورا غور و خوض، دوربینی و محبت کا تقاضا کرتی ہے۔ اور یہیہ ہی نہیں،

بلکہ ایک ایسا اشتراک عمل بھی چاہتی ہے جس میں ہر جزو تعمیر کے ماہر موجود ہوں اور ایک دوسرے کی امداد سے مکمل نقشہ کی تفصیلات کو صبر و سکون سے عمل کا جامہ پہنائیں۔

اکرام علی صاحب نے ریاست کے ہر گوشہ و گوشہ پر نظر ڈالی ہے اور ایک ایسا مواد جمع کر دیا ہے جس کے مطالعہ سے صحیح نظر پچھلے اور آنے والے نقشوں کا اندازہ لگا سکتی ہے۔

(دستخط) مسٹر محمد آصف علی بیرسٹر ایٹ لا
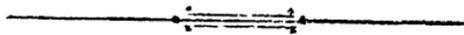
اقتباس از تقریظ جناب نواب سر محمد یامین خاں صاحب

نائٹ - بیرسٹر ایٹ لا - ممبر سنٹرل اسمبلی رئیس اعظم میرٹھ

مولوی اکرام عالم صاحب ایڈووکیٹ بریلی نے رام پور کے حالات جس خوبی اور دلائل سے اس کتاب میں تحریر فرمائے ہیں - وہ قابلِ تحسین ہیں اور اہلِ رام پور کو اون کا مشکور ہونا چاہیئے کہ مختلف باتوں کو جن کا علم ہر رام پوری کو ہونا ضروری ہے یکجا جمع کرکے قلیل وقت میں باوجود اپنی مصروفیتوں کے پبلک کے سامنے پیش کر دیا ہے -

مصنف صاحب قابلِ شکریہ ہیں اور اُن کا بڑا یہہ احسان ہے کہ اونہوں نے حالات رام کو اس کتاب کی شکل میں پبلک کے سامنے پیش کر دیا ہے میں اُن کی اس دور اندیش اور فاضلانہ نصیحت کو جو اس کتاب کے ذریعہ سے اہلِ رام پور کو دی ہے نہایت پسند کرتا ہوں اور مصنف کو اُن کی دور اندیشی کی صلاح پر مبارکباد دیتا ہوں میری ناقص رائے میں ہر رام پوری کو چاہیئے کہ وہ ریاست رام پور کو اسلامی ریاست سمجھکر اوس کا پورا تحفظ کرے اور یہہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ریاست کو کمزور کر دینے سے خود اُن کی کمزوری واقع ہوگی -

لائق مصنف نے نہایت عمدہ دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ رعایائے رام پور کا اس میں فائدہ ہے کہ وہ حکمراں کو مضبوط بنائے رکھے اور اختیارات کو کم نہ ہونے دیں -

غدر کے بعد اس چھوٹی سی ریاست نے بہت سے کاملین اور ماہرین
فن کو اپنے آغوش میں لیکر پناہ دی۔ نواب کلب علی خاں صاحب بہادر کے
نام نامی سے کون واقف نہیں۔ اس دنا عدار، علم دوست، ہنر پسند، شریف
حاکم کی مہربانی و عنایت اوس زمانہ کے مصیبت زدہ ستم رسیدہ بے یار و مددگار
اشخاص سے اوپر جو ہوئیں وہ زریں قلم سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اگر مالی حالت
پر حاکم کو اختیار نہ ہو تو وہ کس طرح اِن اقسام کی ترقیات اپنی ریاست کو دلیکتا
اور ہنر مندوں اور قابل اشخاص کی موجودگی سے ترقی کر سکتا ہے۔ لائق مصنف نے
رام پور میں کمزوری آنے کی تین بیماریاں کہیئے یا اسباب کہیئے تجویز کیں ہیں یعنی
(۱) حکومت سے مخالفت (۲) رام پوری و غیر رامپوری کی بحث۔ (۳) شیعہ
و سنّی کا سوال۔ ان تینوں خرابیوں کو دور کرنے کے واسطے اون سوالات کے
خراب نتائج کو **نہایت مدلّل طریقہ** سے اس مختصر کتاب میں پیش کیا ہے
اور میں اول دو خرابیوں کی دلائل سے لفظ بہ لفظ متفق ہوں اور تیسری خرابی یعنی
شیعہ و سنّی کے سوال کو اسلامی تباہی اور کمزوری کا باعث سمجھتا ہوں۔ یہہ
سوال صرف خود غرض یا جاہل شخص پیدا کیا کرتے ہیں۔ .... مصنف نے
صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ موجودہ **نواب صاحب** بہادر کسی قسم کی ایسی
بات کے روادار نہیں ہیں جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔ یہہ اُن کی **اعلیٰ تعلیم
و فراخ دلی** اور **نیک طبیعت** کا نتیجہ ہے ....

مذہب ایک ذاتی اعتقاد ہے اور اگر وہ رعایا اور حاکم کے تعلقات
میں کوئی مداخلت نہیں کرتا تو اُس پر کوئی اعتراض فضول بات ہے۔ شیعہ
سُنّی دونوں مُسلمان ہیں اوسی خدا کو اوسی رسول کو اوسی قرآن کو مانتے ہیں ۔
اس کے آگے سب فروعات ہیں اور فروعات پر کوئی فرقہ بندی کرنا جہالت کی
دلیل ہے۔

میں اپنی ناقص رائے میں یہہ بھی سمجھتا ہوں کہ اہل رام پور کے واسطے یہہ
مسئلہ نہایت مضر اور خطرناک ہے اور اوس میں رعایا و حاکم دونوں کو فراخ دلی سے
کام لینا چاہیئے۔ جیسا کہ مصنف صاحب نے زور دیا ہے۔ اور ایران و مصر کو
سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ جہاں تک مجھکو معلوم ہوا ہے۔ نواب صاحب
بہادر مذہبی کوتاہیوں سے بہت بالاتر ہیں۔ اور اب چند سال سے تجربہ ہو جانے
کے بعد سے اپنی رعایا کی فلاح و بہبود میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں ۔
اس لیئے اون کی قوت کو مضبوط کرنا عین دانشمندی ہے۔ مجھکو یقین کامل ہے کہ
اہلِ رام پور اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اس صحیح نتیجہ پر پہونچینگے کہ رنجیا رم کی آواز
اگرچہ ایک حد تک درست ہو لیکن برٹش انڈیا کی تقلید کرنا اپنے پیر پر
کلہاڑی مارنا ہے۔ آخر میں مَیں یہہ کہہ دینا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مسٹر
بشیر حسین زیدی نہایت ذہین اور خوش طبع جنٹلمین ہیں۔ اور میں
[illegible]

اہل رام پور اُن سے کام نہ لیں تو یہ اہل رام پور ہی کا قصور ہوگا۔
میں نے ہمیشہ مسٹر زیدی کو اس بات کے واسطے تیار دیکھا کہ اگر کسی کا کوئی
کام ہو تو اُس کو آسانی سے انجام دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اون کی طرف
سے اگر کوئی غلط فہمی ہو تو اوس کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(دستخط) محمد یامین خاں

اقتباس رائے مولوی محمد عبدالسلام صاحب رئیس و چیرمین میونسپل بورڈ مرادآباد

کتاب کی دلچسپی اس کی شگفتہ عبارت مضامین کی حسن ترتیب میری تمام مشاغل پر غالب آئی اور میں کتاب کو بغیر
ختم کئے ہوئے جدا نہ کرسکا۔ ابتدا ریاست رامپور سے موجودہ زمانہ اور موجودہ حالات تک کا صحیح مرقع ہے جو شخص ریاست
کے حالات سے واقف ہے اُس کی انصاف پسندی جملہ مضامین کی تصدیق پر مجبور کردیتی ہے۔ ہز ہائنس نواب صاحب بہادر
اور مسٹر سید بشیر حسین زیدی بی اے کیبنٹ بار ایٹ لا موجودہ چیف منسٹر صاحب کے متعلق جو تحریر کیا ہے ممکن ہے کہ
اُس کو ناواقف حضرات مبالغہ تصور کریں خصوصاً جب کہ مخالف پروپیگنڈے نے بہت کچھ بدگمانیاں عام طور پر
پیدا کردی ہیں لیکن درحقیقت اس کتاب کے مضامین مبالغہ سے پاک ہیں بدگمانیوں اور مخالف پروپیگنڈے
کے وجوہات بھی اس کتاب میں نہایت متانت اور سنجیدگی سے بیان کردیئے ہیں جن کے سوا کوئی اور وجہ
بیان کرنی درحقیقت مشکل ہوگی۔

اگرچہ اعتراض کرنے والوں کی زبان و قلم کو روکنا ناممکن ہے لیکن اعتراضات کے جوابات
اور اصلاحات کے مناسب تذکرہ کے بعد مسٹر اکرام عالم صاحب کا یہ جملہ نہایت پسندیدہ
ہے اور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

"رامپور بھی آخر اسی دنیا میں ہے۔ آپ اس کو معمولی معائب سے بھی پاک و صاف
اور جملہ ہم حیثیت مقامات سے بالاتر کیوں دیکھنا چاہتے ہیں۔ رام پور کی عام زندگی
دوسری جگہوں سے اچھی ہے اور ریاست کا انتظام بہت سی ریاستوں سے بہتر ہے"

کتابت کی غلطیاں

صفحہ	سطر	غلط مطبوعہ	صحیح
۱۲	۲	وقفیت	واقفیت
۱۶	۴	اورنگ	اورنگ زیب
۲۷	۱	نیت کا	نیت کا کھیل
۳۱	۲	گئی	۔
۳۳	۴	نواب سید فیض اللہ صاحب	نواب سید فیض اللہ خاں صاحب
۳۷	۷	(عرش منزل)	۔
۴۱	۱۶	مصرف	مسرف
۵۳	۲	اب	آپ
۵۴	۱۲	بلا دینا	ہلا دینا
۵۸	۷	صول	اصول
۵۸	۱۵	عرض کرنے	عرض کیئے جاتے

صفحہ	سطر	غلط مطبوعہ	صحیح
۶۸	۱۶	ذی-ایس-بی	ڈی-ایس-پی
۷۰	۷	بیں	ہیں
۷۱	۱۳	نابت	ثابت
۷۷	۴	جفر	جعفر
۸۱	۶	ننانا	بنانا
۸۱	۹	در	اور
۸۱	۱۰	بیں	ہیں
۸۴	آخر	نائب الرمایت	نائب الریاست
۸۷	۱۰	جنجگو	جنگجو
۸۷	۱۵	بخشش	بخشش یا
۱۰۳	آخر	درجے	درجہ
۱۰۵	۷	چنانچہ سو	چنانچہ کئی سو
۱۱۲	۴	مولڈ	ہولڈ
۱۱۵	آخر	دوکاریں	دوکانیں
۱۳۰	۱۳	ذیگر	دیگر

صفحہ	سطر	غلط مطبوعہ	صحیح
۱۳۰	۱۵	بن	جن
۱۳۴	۲	اوقات	۰
۱۵۲	۷	اعداد	امداد
۱۵۳	۱۶	کی	گی
۱۵۵	۸	رام پو	رام پور
ضمیمہ ۷	۹	مکان	مکان و
″ ۱۳	۹	امجد حسین	احمد حسین
″ ۱۷	۱۱	اشتہار	انہار
″ ۱۸	۹	ڈاکٹر	ڈائرکٹر
″ ۲۰	۱۰	ڈاکٹر	ڈائرکٹر
″ ۲۰	آخر	ومرافعہ	۰
″ ۲۲	۷	مرسہ	میرٹھ
″ ″	۸	لکھنؤ	سرسی
″ ۲۳	۷	-	کندرکی سکونت نصیر الحسن صاحب